گفتگو
۲۱

واصف علی واصف

گفتگو-21

نام کتاب گفتگو-21
مصنف واصف علی واصف
سال اشاعت 2007ء
قیمت 200روپے

دیوانگی کے بعد ملی مجھ کو آگہی
میرے جنوں نے مجھ کو دیا اِذن پیرہن

(واصف علی واصف)

ج

فہرست

﴿1﴾

﴿3﴾

﴿ 4 ﴾

﴿ 5 ﴾

﴿ 6 ﴾

❁

عرضِ ناشر

واصف صاحب قبلہؒ کے پاس لوگ اپنا سوال لے کر آتے اور پھر جواب حاصل کر کے چلے جاتے۔ یہ سوال نہ تو عام سوال ہوا کرتے تھے اور نہ ہی ان کے جواب۔ سوال اور جواب کی اس محفل کی ریکارڈنگ کو جب آواز سے الفاظ کی شکل دی گئی تو ''گفتگو'' کے عنوان سے کتابوں کا یہ سلسلہ چل نکلا جس کی نئی جلد آپ کے پاس ہے۔ ان کا اپنا ایک مخصوص و منفرد طریقہ تھا کہ وہ پہلے سے ہی یہ تعین کر دیتے کہ مجھ سے ایسا سوال کرو جو تمہاری ذات سے وابستہ ہو اور جس کے جواب سے تمہاری الجھن دور ہو۔ خالص علمی' سماجی اور دوسری نوعیت کے سوالوں کے متعلق آپ یہ کہتے تھے کہ بے شمار کتابیں موجود ہیں' ان میں تمہارے اس سوال کا جواب موجود ہے' مجھ سے وہ پوچھو جو وہاں نہ ہو اور جس کے ذریعے تمہارے خیال کی الجھن ختم ہو اور تمہیں اس زمانے میں اللہ کے راستے میں سفر کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اگر ہم غور کریں تو اس طریقے سے دو طرح کے سوال بنتے ہیں یعنی ذاتی اور غیر ذاتی۔ غیر ذاتی سوال کرتے وقت انسان کے ذہن میں کسی کی کہی ہوئی کوئی بات ہوتی ہے یا پھر کہیں سے پڑھی ہوئی کوئی چیز۔

یہ جو پڑھا اور سُنا ہوا ہوتا ہے وہ بیان کرنے والے شخص کے کردار، اس کے عقیدے، اس کی نیت اور اس کے علم کی وسعت کے مطابق ہوتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس بات کا اپنا ایک سیاق و سباق ہوتا ہے جو کہ پڑھنے اور سُننے والے کو پتہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اہم ترین بات یہ ہوتی ہے کہ سوال کرنے والے شخص کو بفرضِ محال اس کا صحیح جواب مل بھی جائے تو یہ اس کے اپنے اس مسئلے کا حل نہیں ہوتا جو کہ اس کی ذات کے اندر ہوتا ہے۔ ذات کے اندر جو سوال چھپا ہوتا ہے اس کا جواب حاصل کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ اگر یہ مسئلہ حل نہ ہو تو پھر اس شخص کے اندر وہ مسئلہ پکتا رہے گا اور اسے بے سکون اور مضطرب کرتا جائے گا۔ جب آپ یہ فرماتے کہ مجھ سے اپنا ذاتی سوال کرو تو پوچھنے والے کو ایک حوصلہ ہوتا تھا اور وہ اپنے مَن کی کھڑکی کھول دیتا تھا۔ جب خیال کے بند کمرے میں اس طرح کا دریچہ کھلتا تو پھر واصف صاحبؒ کی طرف سے ایک نسیم نو بہار چل پڑتی جس سے سوال پوچھنے والے کا مَن مہک اُٹھتا اور اس کے اندر کا خوابیدہ و لاغر انسان توانا ہو کر اپنے اصلی سفر کے لیے عازم ہو جاتا۔ یہ وہ خاص طریق تھا جو اس زمانے کی کمزور روحوں کو جگانے اور انہیں سکون و قرار دینے کے لیے قبلہ واصف صاحبؒ کو دیا گیا تھا۔ برسہا برس تک ظاہری علم اور وعظ کے بوجھ تلے دبا ہوا مسلمان جب اس طرح کی نعمت سے متعارف ہوا تو اسے یہ لگا کہ اللہ سے محبت اور اس کے حکم پر عمل اس زمانے میں بھی مشکل اور محال نہیں۔ یہ اس لیے ممکن ہوا کیونکہ قبلہ واصف صاحبؒ کو اللہ نے یہ علم دیا تھا کہ وہ انسان کے اندر موجود ایک اور انسان کو پہچان سکتے تھے اور یہ جان سکتے تھے کہ اس

کی روح کو، اس کے من کو کہاں پر، گرہ لگ گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس گرہ کو کھولنے کے نادر فن سے بھی متعارف تھے۔ آج کے لوگوں کے مَن میں بھی ایسے سوال کسی نہ کسی گوشے میں چھپے ہوتے ہیں جو اپنا جواب نہ پا کر نا آسودگی کی حالت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ''گفتگو'' کے اس سلسلے کی سب سے بڑی اہمیت ہی یہی ہے کہ اس کے ذریعے مَن کی گرہیں بھی کھلتی ہیں اور روح کو آسودگی بھی مِلتی ہے۔ دوسروں کو یہ راحت میسر آنا ہی ہمارے ادارے کا اصل انعام ہے اور یہی چیز ''گفتگو'' کے سلسلے کی آئندہ جلدوں کی اشاعت کا محرک ہوگی۔ انشاءاللہ۔

سوالات

1 آج کل مسلمان معاشرے اور کافر معاشرے کے کردار کو دیکھیں تو کافر معاشرے بہتر نظر آتے ہیں۔

2 میں وحدت الشہود کے نظریے کا کیا مقام ہے؟

3 میں نے آپ سے خودکشی کے بارے میں پوچھنا ہے ______

4 اپنی ذات پر اعتماد کیسے پیدا ہوگا؟

5 اس میں کیا راز ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم حقیر ہیں لیکن ہمیں دنیا کی نظر میں بڑا کرنا؟

6 سر! آپ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی پسندیدہ لوگوں سے ناپسندیدہ حرکت ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

7 کیا آنسو بغیر وجہ کے بھی نکل سکتے ہیں؟

8 اگر کوئی بہت ہی بیمار انسان یہ سوچے کہ مجھے باقی لوگوں کو تکلیف دینے کی بجائے خودکشی کر لینی چاہیے تو کیا وہ ضمیر کی اس آواز پہ جان دے سکتا ہے؟

9 جناب! گزارش ہے کہ ہمایوں بیمار تھا اور بابر اس کے گرد پھیرے لگا رہا تھا تو کیا یہ ایثار ہے یا خودکشی؟

10 گزارش یہ ہے کہ ایک خاتون اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرتی ہے اور پھر آگے اس کو سزا ملتی ہے ______

11 ویسٹرن ورلڈ میں یہ ہوتا ہے کہ نہ ٹھیک ہونے والے کچھ مریضوں کو زہر دے دیا جاتا ہے' کیا وہاں کے مسلمان ڈاکٹروں کو یہ کرنا چاہیے؟

12 ایسا مریض اگر یہ سوچتا ہے کہ میں سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوں' مجھے مر جانا چاہیے' تو کیا اس کا فعل اچھا ہے یا بُرا؟

13 جو لوگ اپنے ضمیر کی خودکشی کرتے ہیں اس کا کیا گناہ ہے؟

14 سوال یہ ہے کہ ضمیر کیا ہوتا ہے؟ کیا ضمیر کوئی Given چیز ہے یا یہ انسان کے علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے؟

15 کچھ قبیلے ایسے ہیں کہ نوجوان چوری کر کے ہیرو بن جاتا ہے اور ہمارا نوجوان چوری کر کے خودکشی کر لیتا ہے۔

16 بعض اوقات ہم دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی دل آزاری نہ کرنے کے لیے غلط کام کر دیتے ہیں ______

17 بنیاد پرست اور اجتہاد کا کیا رشتہ ہے؟

18 سر! یہ فتویٰ کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟

19 اگر بعض اوقات اسلام کی رُو سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو؟

20 میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟

21 مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے اور آپ

فرماتے ہیں کہ آنکھیں نہ دو۔

22 کیا اندھے لوگوں کو خواب آتے ہیں؟

23 جس طرح پورے آدم کا ضمیر ہے اسی طرح پورے آدم کا ایک شعور ہے، کیا اس میں سب کا حصّہ ہے؟

24 دل سے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟

Review کیا جائے اور اسے Renew کیا جائے۔ اسی سوال کے جواب کے طور پر ہم لوگ بشکل محفل آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ سوال یہی بنیادی ہے کہ کیا ہم اس بین الاقوامی معاشرے میں' دنیاوی نظام میں' من حیث المّلت' کردار کی شکل میں کوئی مقام رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے؟ اس سے پہلے کہ کوئی جواب نہ ہو' ہم ایک کوشش کر لیں۔ اس کوشش میں آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنا ساتھ بھی دیں۔ آپ کا سوال تو ٹھیک ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ دوصدیوں کی غلامی نے کہیں نہ کہیں کوئی اثر پیدا کیا ہے۔ وہ حکمران جو باہر کے لوگ تھے انہوں نے کہیں نہ کہیں ہمارے اندر کوئی ایسا طبقہ پیدا کیا ہے جو کرداری طور پر کمزور تھا اور اختیاری طور پر بڑا تھا۔ مثلاً جو ملت فروش تھا اس کو جاگیر دے دی۔ انگریزوں نے بھی ایسا کیا۔ ملت فروشوں اور دین فروشوں کو انہوں نے Pedestal پر کھڑا کر دیا اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ملت فروشی جو ہے وہ ایک روٹین بن گئی۔ تو انگریزوں نے یا ان آقاؤں نے یہ کام کیا کہ اس قوم کو یا اس گروہ کو اختیار میں بلند کر دیا جو ملت فروش تھا' کردار فروش تھا اور دین فروش تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گروہ حکومت کرتا رہا اور دین فروشی ہوتی رہی اور کردار فروشی ہوتی رہی۔ اس گروہ کے پاس اتنا اختیار تھا کہ باقی لوگ اس کا جواب نہ دے سکے۔ اب اس بات کو دور کرنے کے لیے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ جو لوگ کسی طور پر اختیار میں ہیں وہ یہ کام کریں۔ اختیار کیا ہوتا ہے؟ آپ لوگ پہلے یہ سمجھ لیں۔ مثلاً انسان کی شکل بھی اختیار ہے' صورت بھی اختیار ہے' علم اختیار ہے' دماغ اختیار ہے اور جاگیر بھی چھوٹا سا اختیار مانی جا سکتی ہے۔ تو اور بھی بہت سارے اختیارات ہیں۔ آپ اندازہ

لگائیں کہ اگر ایک چھوٹا سا مشاہدہ کبھی آپ نے کیا ہو' مثلاً ایک پرندہ جسے تیتر کہتے ہیں' اگر اس کا ایک ساتھی پنجرے میں بند ہو تو دوسرا ساتھی پیچھے پیدل آ رہا ہوتا ہے۔ اس دوسرے پرندے کو بند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ خودبخود ہی آ رہا ہے۔ تو یہ بھی اختیار ہے یعنی پنجرے میں بند کا یہ اختیار ہے کہ آزاد' آزادی بھول گیا۔ تو بعض اوقات یہ بھی اختیار ہوتا ہے۔ تو ایسے ایسے اختیارات ہوتے ہیں۔ آپ لوگ یہ دیکھیں کہ جو کردار کا دعویٰ کرنے والا ہے وہ محروم ہے اور جو سُننے والا تھا' اس نے کردار اَپنا لیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ اب یا تو اس قوم کو Wipe out کر دیا جائے اور نئی قوم لائی جائے' یا پھر ان کی اصلاح کی جائے۔ اب مشاہدہ یہاں آ کر رُک گیا _____ تو فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟ کہ اس قوم کا کردار معدوم ہو گیا ہے اور جب کردار معدوم ہو جائے تو قوم کو معدوم ہو جانا چاہیے کیونکہ کردار ہی قوم ہوتا ہے۔ لہٰذا یا تو اس قوم کو معدوم کر دیا جائے یا پھر اسے ایک چانس دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ لوگ ہماری اس بات کی تائید کریں گے کہ اسے ایک چانس اور ملنا چاہیے۔ تو مسلمانانِ عالم کو یا کم از کم مسلمانانِ خطہء پاکستان کو' یا کم از کم ایک چھوٹے سے گروہ کو ایک چانس ملنا چاہیے تا کہ وہ اس کردار کو پا سکیں جو وہ کھو چکے ہیں اور جسے دوسرے لوگ اختیار کر چکے ہیں اور تاثیر رکھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر آپ کہتے ہیں کہ کمال ہے کہ مسلمان تو ہم ہیں لیکن ہم تو صرف باتیں کرنے والے ہیں _____ تو مسلمان کو ایک چانس اور ملنا چاہیے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ ایک چانس اور ملنا چاہیے تو ہم اس سوال کے جواب کی کوشش میں عمل کا آغاز کریں اور ہم اپنے کردار کو ایسا بنائیں

کہ جھوٹ نہ بولیں، صداقت قائم کریں اور یہ بتا دیں کہ صداقت اور امانت کے
آغاز سے ہی یہ دین بنا ہے۔ تو آپ اس دین کو صداقت اور امانت میں ہی
رکھیں۔ اگر آپ میں سے کوئی ایک گروہ، ایک طبقہ یا ایک آدمی یہ فیصلہ کر لے کہ
ہم اس دین کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور
وہ ایسا کر لیں تو یہ سوال کچھ عرصہ کے بعد اپنا جواب پا سکتا ہے۔ اس کی وجہ کوئی
دوسری نہیں ہے بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ خرمستی ہے، بدمستی ہے، وجہ آسائش ہے، وجہ
یہ ہے کہ مسلمان کو آخرت کا خیال نہیں ہے، مسلمان نے دین کو ایک ایسا نظام بنا
لیا ہے کہ جس کو وہ ماننے میں پوری طرح مائل نہیں ہے۔ جب تک انسان جواب
دہی کا خیال نہ کرے اس کے عمل میں بگاڑ رہے گا۔ جب اسے محسوس ہوگا کہ یہ
عارضی زندگی ہے اور اس کے بعد میں نے جواب دہ ہونا ہے، اس دن اللہ کہے گا
کہ تم لائے جاؤ گے میرے پاس اور پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جسے تم
جھٹلاتے تھے۔ پھر انسان کو بات سمجھ آئے گی۔ تو اللہ مہربانی فرمائے۔ اس کے
لیے ہم دوبارہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس سوال کا جواب بن سکیں۔ اس کا جواب
زبانی دینے والا نہیں ہے بلکہ یہ کردار کا جواب ہے اور یہ کردار سے ہی ہوگا۔ یہ میرا
مشاہدہ ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ کچھ ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں، کچھ
طبقات ایسے موجود ہیں جو یہ احساس رکھتے ہیں اور یہ سوال کرنے والا انسان
بنیادی طور پر خود ہمارے دل کا ایک درد ہے۔ تو یہ سوال ایک احساس ہے۔ یہ
سوال کیوں پیدا ہوا ہے؟ احساس رکھنے والا آدمی کہتا ہے کہ کافروں کے پاس صداقت ہے
لیکن ہمارے پاس صداقت نہیں ہے۔ تو اس احساس اور شعور کا بیدار ہو جانا اور

احساسِ زیاں ہو جانا بذات خود ایک راستے کا آغاز ہے۔ یہ سوال کہ ہمارے پاس صداقت کیوں نہیں ہے' تو جب وہ کہے گا کہ کیوں نہیں ہے تو پھر وہ کہے گا کہ آؤ کسی طرح یہ حاصل کریں' کسی عہدِ رفتہ کو دیکھیں۔ پھر کہے گا کہ اس کو حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ یہ کب سٹارٹ کریں؟ آج ہی۔ کس قدم سے؟ آج ہی سے۔ کن لوگوں میں؟ حال کے لوگوں میں۔ تو یہاں سے کام سٹارٹ کیا جاتا ہے۔ جب احساس پیدا ہو گیا تو پھر کوشش کی جائے تو عمل بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ یہ کافروں میں ہے یا مومنوں میں' کافروں اور اسلام میں جنگ نہیں ہو رہی بلکہ جنگ ہو رہی ہے کردار کی اور کردار کھو دینے والوں کی۔ جس کے ہاں کردار ہے اس کی تعریف ہے اور جس کے ہاں کردار نہیں ہے اس کے لیے افسوس ہے۔ کردار پیدا ہو جائے تو یہ اللہ کا فضل ہوگا۔ اس کا آغاز ہو سکتا ہے۔ کوشش بہر حال کی جائے۔ بااختیار شخص جو ہے وہ [illegible] ہے کیونکہ جو بااختیار ہے وہ نمونہ بن جاتا ہے تقلید کا باعث بن جاتا ہے۔ انگریزوں نے یہ کیا تھا کہ بااختیار کو بے کردار بنایا تھا یا Otherwise کر دیا [illegible] دیا۔ اس لیے آپ کوشش کریں کہ بااختیار لوگ باکردار ہو جائیں۔ [illegible] نے بتایا تھا کہ وہ کس طرح [illegible] آدمی [illegible] کی جواب وہی ہے۔ جھوٹا [illegible] ہے اور جو محفل میں جھوٹ [illegible] اس کا [illegible] جھوٹ بولتا ہے اس کا [illegible] بولے گا اس کا جھوٹ [illegible] اس لیے [illegible]

جس طرح کا اختیار ہوگا۔تو یاد رکھنا کہ آپ کی جواب دہی آپ کے اختیار کے مطابق ہوگی۔ جتنا بڑا اختیار ہوگا اتنی زیادہ جواب دہی ہوگی۔

آگے بولیں _____ صمدانی صاحب بولیں _____

سوال :

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

جواب:

شعر میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ''تجھ'' کا لفظ آیا ہے۔اس شعر میں ''اُس'' کا لفظ نہیں آیا بلکہ ''تجھ'' کا لفظ آیا ہے۔اس لیے اسے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔جب تک آپ کے ذہن سے ''اُس'' کا لفظ نہیں نکلتا' تھرڈ پرسن نہیں نکلتا' تب تک یہ سوال ڈائریکٹ نہیں ہوتا۔اُسے ''تُو'' کہنے کے لیے ''مَیں'' سے نکلنا پڑتا ہے اور جب ''مَیں'' سے نکل گیا تو سوال آسان ہوگیا۔پھر آپ سوال کر سکتے ہیں کہ جب تیرے علاوہ کچھ نہیں ہے تو پھر یہ ہنگامہ کیا ہے۔ اب ''ہنگامے'' کی تشریح جو ہے ان لوگوں کو پتہ ہے جو کہتے ہیں کہ ''غلغلہء الاماں'' اور ''شورِ حریمِ ذات میں''۔اور پھر یہ بات چلتے چلتے ہمہ اوست تک جا پہنچے گی۔وہاں پہنچنے سے پہلے اس کی ایک وارننگ ہے اور ہمارے ہاں اس کے دو اعلان آئے۔ایک تو تحقیق کے ساتھ اللہ' کہ تیرے علاوہ موجود نہیں ہے' ہمہ صفت موصوف کائنات' ذرہ ذرہ کائنات کا گواہی دے رہا ہے' بلبل سے پوچھا تیرا گانا کیا ہے اور گُل سے پوچھا کہ تیرا رنگ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ ھو اللہ

ھو ______ تو ایک تو یہ طریقہ ہے تحقیق کا اور وابستگی کا۔ دوسرا ہے اَمر۔ اَمر کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے بارے میں جتنا کچھ بتایا اتنا ہی وہ ہے ہر چند کہ اُس سے زیادہ ہی ہوتا ہے۔ ہمارے لیے موزوں یہ ہے کہ رسالت کے ذریعے توحید کو سمجھیں کیونکہ توحید ہمارا تجربہ نہیں ہے اور یہ ہماری دریافت نہیں ہے۔ تو یہ نہ تجربہ ہے اور نہ دریافت۔ توحید جو ہے ہمیں رسالت کے ذریعے ملی ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ فرض کرو کہ دو ہوتے تو کیا تھا مگر بتایا ایک ہی گیا ہے اور ایک بھی ایسا ایک کہ جس کا دوسرا ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ اور جب "ایک" آپ کی زندگی میں وارد نہ ہوا ہو، ایک کی واردات نہ ہو تو آپ کو دو ہونے کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر یہ بتایا گیا کہ اگر اللہ دو ہوتے تو یہ فیصلہ کرتے کہ یہ کائنات کس کی ہے اور آخر میں ایک ہی رہ جاتا۔ یہ بتایا گیا کہ وہ ایک ہے، اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے۔ اگر سمجھ نہ آئے کہ وہ کیا ہے تب بھی یہ بات صحیح ہے۔ اول سمجھ آئے گا تو آخر سمجھ آئے گا۔ چلو اول سمجھ آ گیا یا آخر سمجھ آ گیا تو پھر ظاہر اور باطن کیسے سمجھ آئے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ظاہر بھی وہ ہو اور باطن بھی وہ۔ بلھے شاہؒ بھی یہ کہنے لگے کہ ؎

جے میں تینوں باہر سمجھاں تے اندر کون سماناں

جے میں تینوں اندر سمجھاں تے باہر کس نوں جاناں

اس طرح بلھے شاہؒ کے اندر جھگڑا پڑ گیا کہ اگر میں اسے اندر سمجھوں تو پھر باہر کون ہے اور باہر اگر ہے تو پھر اندر کون ہے۔ اس نے کہا پھر فیصلہ یہ ہو گیا کہ اندر بھی تو ہے، باہر بھی تو ہے بلکہ میں بھی تو ہے۔ اگر "میں" جو ہے وہ "تو" بنے تو پھر آپ

کے سوال کا جواب آتا ہے۔ "ہمہ اوست" کے اندر ایک باریک نکتہ ہے' اس کو آپ پہچان لیں۔ ہمہ اوست کا مطلب ہے ہر چیز میں جلوہ ۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

وہ آپ ہی الست کہتا ہے اور خود ہی بلیٰ کہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے روحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے کہا ہاں تو ہی ہمارا رب ہے۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ تب ہم تھے بھی اور نہیں بھی۔ سوال بھی وہ ہے اور جواب بھی وہ۔ پھر یہ واقعہ لوگوں نے لکھا ۔

کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

تو وہ کبھی بادشاہی کر رہا ہے اور کہیں گدائی پہ چلا ہوا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمہ اوست کے مطابق تو ساری کائنات وہی ہے مگر اس میں یہ نکتہ غور والا ہے کہ ہمارا اللہ ہماری واردات نہیں' ہمارا مشاہدہ نہیں اور ہمارا تجربہ نہیں بلکہ یہ ہمارا علم ہے' اس معلوم کے ساتھ جو ہمارے پیغمبر ﷺ کا بتایا ہوا ہے۔ باریک نکتہ یہ ہے کہ ہمہ اوست میں اگر ابلیس کا مقام سمجھ آ جائے تو پھر ہمہ اوست کا ماننا جائز ہے یعنی کہ ابلیس کا شعور ہو جائے۔ تو پھر یہ کہنا ٹھیک ہے کہ ۔

یہ جہاں آئینہ روئے ملست

تو یہ وہ ''ہنگامہ'' ہے جس کے بارے میں آپ نے سوال کیا۔ جس کو ابلیس کی آ گہی نہیں ہوئی وہ اگر ہمہ اوست کا خیال کرے گا تو برباد ہو جائے گا۔ یہاں پر ''برباد'' سے کم لفظ کوئی نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر لفظ ہو سکتا ہے۔ تو یہ شعور ضرور ہونا چاہیے کہ ابلیس کیا ہے' شیطان کیا ہے' تو پھر ہمہ اوست کا مطلب ہے کہ وہ بھی ''وہ'' ہے اور یہ بھی ''وہ'' ہے' وہ خود آپ ہی ہے۔ تو ابلیس کا مقام اور ہے۔ وہ باغی ہے اور باغی کا مقام آپ جب تک نہ پہچانیں آپ ہمہ اوست کو نہیں جان سکتے۔ ہمہ اوست کا دوسرا نکتہ جو ہے وہ یہ ہے کہ ہمہ اوست اس وقت سمجھ آتا ہے جب ''میں'' جو ہے وہ مَیں نہ رہے۔ پھر تو یہ آپ کو ہر روز سمجھ آ سکتا ہے۔ آپ کو اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی قسم کی Intoxication سے متعلق ہو جائے' چاہے وہ مستیٔ خیال ہو' مستیٔ حال ہو' مستیٔ زر ہو' مستیٔ طاقت ہو' مستیٔ جاہ ہو' کچھ بھی ہو' اُسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ اپنی ذات سے باہر جانے کا مقام ہے اور وہ اپنی ذات سے غافل ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات سے غافل ہو جانے والے پر اس غفلت کے دوران اگر یہ ابلاغ ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات اس کا جلوہ ہے تو پھر وہ ہمہ اوست کہہ سکتا ہے۔ ذکر میں محو ہونے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی ہم ہیں اور ہم بھی ہم ہیں' ہم بھی تو ہے اور تو بھی تو ہے اور یہ ساری کائنات ایک جلوہ ہے' پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے جب کہ تجھ بن کوئی موجود نہیں۔ تو موجود کہاں ہونا چاہیے؟ وہاں بھی اور یہاں بھی اس ذات میں۔ جب وہ ذات میں موجود ہوگا تو یہ اناالحق کا مقام ہے۔ تو اس شعر میں غالبؔ نے کہا کہ جب کہ یہاں بھی تجھ بن کوئی موجود نہیں ہے تو پھر مجھے کیا علم دے رہے ہو کہ تیرے بغیر

اور کوئی نہیں ہے' پھر یہ ہنگامہ کیا ہے' میں تو مانتا ہوں اور مجھ سے بہتر کون مانے گا کہ میرے اندر تو موجود ہے۔ پھر تو یہ سوال بنتا ہے۔ مگر اس میں یہ وارننگ ہے کہ ابلیس کو'شیطان کو سمجھ لینا چاہیے۔ ایک کہانی سن لو۔ ایک تھا درویش' اس کے پاس علم زیادہ تھا۔ وہ ایک پیر خانے میں گیا۔ پیر صاحب ہمہ اوست کی تعلیم دے رہے تھے۔ ان کے آگے ان کا ایک مرید بیٹھا ہوا تھا۔ درویش نے اس مرید کو سلام کیا اور کہا کہ تُو تو آج مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے اپنے پیر کے برابر ہو۔ مرید نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ' کہاں پیر صاحب اور کہاں ہماری ذات' ہم خاکِ راہ اور وہ بلند نگاہ۔ تو اس نے کہا کہ تو پیر بننے سے تو گریز کر رہا ہے مگر اللہ بننے کے لیے تو تیار ہے۔ ہمہ اوست کی اس وقت سمجھ آتی ہے جب باپ' باپ نہ رہے' ماں' ماں نہ رہے' استاذ' استاذ نہ رہے اور پیر' پیر نہ رہے بلکہ تو بھی تو نہ رہے۔ سب کچھ غائب ہو جائے۔ ہمہ اوست کا یہ مقام کب آتا ہے؟ یہ ہے روح کا مقام لم یلد ولم یولد روح کا باپ کوئی نہیں' روح کا بیٹا کوئی نہیں' روح کی دنیا' وابستگی' کاروبار کچھ نہیں ہے۔ جب آپ اپنے مقامِ روح پر آ جائیں تو پھر ہمہ اوست کو پہچان سکتے ہیں' Otherwise نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر آپ اپنے مقامِ روح پر ہوں اور آپ کی ٹانگ پر آپریشن کر دیا جائے تو بھی آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہے۔ تو یہ مقام ہے ہمہ اوست کو پہچاننے کا۔ پھر آپ اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ۔

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ورنہ آپ یہ کہیں کہ یا رب العالمین ہم معذرت کرتے ہیں اور سوال

نہیں کرتے۔ یہ کون سا مقام ہے یعنی مقامِ روح۔ ایک شاعر نے اس کے لیے شعر کہا ہے ؎

جب نیاز و ناز کی حد سے گزر جاتا ہوں میں
اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں

تو وہ ذات بننے کے لیے یہ ذات تحلیل ہونی چاہیے۔ اگر یہ ذات تحلیل نہیں ہوتی اور کوئی دعویٰ کر دیتا ہے تو اُسے گولی مار دو۔ اگر بچ گیا تو پھر وہ وہی ہے نہیں تو وہ جھوٹا تھا' سزا پا گیا۔ ہمہ اوست کا یہی علاج ہے۔ وہ تو خود ہی بولتا ہے۔ بزرگوں نے تحلیل کا منع کیا ہے۔ داتا صاحبؒ نے اسے حلول کا نام دیا ہے اور حلول کا منع کیا ہے۔ وہ تو اپنے اندر خود ہی بولتا ہے۔ دعویٰ نہیں ہے۔ اگر بولتا ہے تو گولی مار دو۔ اللہ ہے تو نہیں مرے گا اور مر گیا تو سمجھو کہ جھوٹے کو سزا ہو گئی۔ پرانے زمانے میں یہ کرتے تھے کہ جادوگروں کو جلا دیتے تھے یا دریا میں ڈبو دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ اگر یہاں سے بچ گئے تو گولی مار دیں گے۔ ان کو دونوں طرح سے مرنا پڑتا تھا۔ اس لیے اناالحق کا مقام کیا ہے؟ اناالحق کا مقام یہ ہے کہ جب آپ اپنے آپ میں نہ رہیں بلکہ مقامِ رُوح پر آ جائیں' باپ تک یاد نہ رہے۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی کی شادی ہو گئی اور وہ اپنے پیر صاحب کے بھانجے بھی تھے۔ یہ پاک پتن شریف کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں آپ کی بیوی ہوں۔ انہوں نے کہا بیوی کیسی' کبھی اللہ کی بیوی ہوتی ہے؟ تو وہ خاتون جل گئیں۔ یہ پورا تاریخی واقعہ ہے اور یہ واقعہ صابری سلسلے کا آغاز ہے۔ تو وہ حیرت کا ایسا مقام ہے کہ وہاں کوئی انسان

نہیں ہوتا' نہ ماں اور نہ بچہ۔ اگر وہ مقام ہو تو پھر آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ۔

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ورنہ بہتر یہ ہے کہ اُس سے کہیں کہ تو خدا ہے' ہم تیرے بندے ہیں' ہم سے غلطی ہونا ممکن ہے' آپ کو معاف کرنا زیب دیتا ہے' ہمیں معاف فرما۔ سوال جواب کا یہ سلسلہ وہی کرے جو ایک بار اپنے آپ سے بے نیاز ہو جائے' پہلے والدین سے اجازت لے اور پھر بیوی بچوں سے۔ پھر اُسے اجازت ہے' یہ تجربہ کرنے دیا جائے ورنہ نہیں ــــ تو یہ اچھا سوال ہے کہ ۔

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

پھر یہ سوال یوں بنتا ہے کہ جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود' پھر میرے اندر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے۔ یہ سوال یوں ہے۔ یہ اندر والا ہنگامہ ہے۔ اب اس ہنگامے کا انتظام کرو۔ ہنگامہ یہ ہے کہ یا مَیں نہیں یا پھر تُو نہیں' اگر تُو ہے تو میں نہیں' جب تک میں ہوں تُو نہیں۔ یہ پوری توحید ہے۔ توحید کیا ہے؟ جب تک آپ کا شعور موجود ہے آپ اللہ تک نہیں پہنچ سکتے اور جب وہاں پہنچ گئے' تو شعور نہیں' آ گہی نہیں۔ اللہ آ گہی نہیں ہے بلکہ اللہ جلوہ ہے ــــ آ گہی تو ہو نہیں سکتی۔

سوال:

لیکن اللہ خالق تو ہے ــــ

جواب:

خالق تو اللہ خود ہی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مِن رُوحی۔ خالق اور مخلوق تو

دوُ ہیں۔روح تو مفردات کی انتہا ہے۔روح مخلوق کہاں ہے' یہ تو اَمر ہے۔اس کا خالق اللہ آپ ہی ہے۔روح اس کی طرف سے ہے۔غالبؔ کی طرح اب یہ نہ کہنا کہ ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا لبحر
ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

سوال:

اس سلسلے میں وحدت الشہود کے نظریے کا کیا مقام ہے؟

جواب:

پہلے تو یہ دیکھو کہ یہ ساری کائنات اس کی ذات کا جلوہ ہے بلکہ اس کا دیدار اس کائنات کے جلووں میں ہے۔ جب آپ اللہ کی تلاش میں نکلے اور چاند کو دیکھا تو آدھا جلوہ مل گیا۔ یہ Actual ذات کا جلوہ ہے۔ چاند کو' سورج کو' درخت کو' پھول کو' گلاب کو' حُسن کو' جمال کو' طاقت کو اور قدرت کو دیکھنا جلوہ ہے۔ تو قدرت کی ساری صفات جلوہ ہیں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! یہ دریا کیسا ہے اور یہ شور کیسا ہے' یہ سب ذات کے جلوے ہیں بلکہ جلوے کے ساتھ ذات کا بھی پورا خیال رہے' تو یہ وحدت الوجود ہے' وحدت الشہود کا مطلب یہ ہے کہ Everything is from Him.' سب چیزیں اس کی طرف سے ہیں اور وہ خود نہیں ہے۔ وہ تو جلوہ گر ہے اور جلوے پیدا کر رہا ہے۔ پیدا کرنے والا اور پیدا ہونے والی چیزیں دو ہیں۔ وہ نور نواز ہے آپ کی نگاہوں کے لیے اور چاند سورج کو نور عطا کرتا ہے۔ وہ خود آپ موجود نہیں ہے بلکہ اس کا اَمر موجود ہے' اس

کا اَمر چل رہا ہے اور وہ خود نہیں چل رہا۔ اس لیے اس کو وحدت الشہو د کہا گیا کہ ہر چیز جو ہے وہ صفات کا جلوہ ہے اور ذات کا جلوہ نہیں ہے۔ وحدت الوجود یہ ہے کہ ذات کا جلوہ ہے اور صفات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو دونوں میں یہ فرق ہے۔ پھر وحدت الشہو د سے وحدت الوجود کا ایک راستہ نکالا گیا' یہ بعد میں آنے والے کچھ بزرگوں نے کیا۔ انہوں نے کہا یہ تو آسان بات ہے اور سب کو پتہ ہے کہ ؎

عیاں کا رابطہ ہر حال میں قائم نہاں تک ہے

کیا یہ مکمل شعر آپ نے سُنا ہے؟ ؎

حقیقت عالم امکان میں حسنِ بیاں تک ہے
یقیناً اعتمادِ یار اپنے ہی گماں تک ہے
نہیں معلوم غیروں کو صفات و ذات کا رشتہ
عیاں کا رابطہ ہر حال میں قائم نہاں تک ہے

تو یہ جو صفات ہیں ان صفات کے ذریعے سفر کرتے کرتے آپ ذات تک پہنچ جاتے ہیں۔ گویا کہ وحدت الشہو د جو ہے یہ وحدت الوجود کی طرف ایک آسان Step ہے۔ آپ دونوں کو ہی چھوڑ و اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے اَمر کا جو راستہ ہمیں بتایا وہی راستہ سب سے اچھا ہے۔ ان کا کہنا مانو۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ سمجھ آئے کہ نہ آئے' اُسے آسانی سے مان لو۔ اللہ کی تحقیق کے لیے سر نہ کھپانا۔ اللہ جو ہے وہ ملنے والی بات نہیں ہے بلکہ Obey کی جانے والی ذات ہے۔ آپ اسے Obey کرو اور اس کے فضل سے دنیا کو جانو۔ بلکہ یہ

آسان سا راستہ ہے کہ "اللہ کو جان لو' دنیا کو جان لو اور اپنا راستہ لو"۔ آپ لوگ دنیا کو مان لیتے ہو اور اللہ کو جاننا چاہتے ہو یعنی ماننے والی چیز کو جانتے ہو اور جاننے والی چیز کو مانتے ہو۔ تو یہ بڑی مشکل بات ہے۔ یہ دنیا جاننے کے قابل ہے مثلاً یہ کہ آپ کون ہو' آپ کا نام کیا ہے' آپ کا چہرہ خوب صورت کیوں ہے' آپ کے پیچھے کیا واقعات ہیں_____ تو یہ زندگی ہے۔ اگر کبھی اللہ آپ کو بنفسِ نفیس مل جائے اور وہ آپ سے پوچھے کہ کیا چاہیے تو آپ کا جو بھی تقاضہ ہوگا' جو بھی سوال ہوگا' جتنا مرضی سوال بنا لیں' آخر کار وہ سوال آپ کے پسندیدہ چہروں کے گرد گھومے گا۔ اگر دولت مانگیں گے تو بھی ان لوگوں کے لیے جو آپ کو پسندیدہ ہیں' آپ کہیں گے کہ یہ ہمارے معصوم بچے ہیں۔ تو جو آپ کے پسندیدہ چہرے ہیں آپ ان کے لیے تمام تگ و دَو کر رہے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے انسان کو سب سے بڑی عطا انسانی چہروں کی پسند ہے' وہ باپ کا ہو' ماں کا ہو' بھائی کا ہو' بیوی کا ہو' بیٹے کا ہو یا کسی اور کا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ اس دنیا میں اپنے پسندیدہ گروہ کے ساتھ زندگی کا سفر کرنا اور پھر رخصت ہو جانا۔ حتیٰ کہ جنازہ بھی پسندیدہ لوگوں کا مرتب کیا جاتا ہے اور وصیت کی جاتی ہے کہ فلاں آدمی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔ تو وہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی کو منع کر دو کہ وہ میرے جنازے پر نہ آئے۔ اس لیے ہمارا سارا سفر پسندیدہ انسانوں کا ہے۔ تو آپ لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' اس کو مان لو اور اپنے پسندیدہ چہروں کو اپنے قریب دیکھا کرو یا دیکھنا چاہا کرو۔ اس طرح آپ کا سفر کٹ جائے گا۔ یہ بڑی عبادت گاہ ہے اور اس میں بڑا حاصل ہوتا ہے۔ تو

وحدت الشہود بہت اچھی بات ہے اور یہ صفات کا سفر ہے یعنی Qualities of God یعنی اللہ کی صفات' مثلاً یہ کہ وہ واحد کیسے ہے' احد کیسے ہے' اول کیسے ہے' آخر کیسے ہے۔ تو یہ اس کی صفات کی بات ہے۔ اور جو وحدت الوجود ہے تو وہ کہتا ہے کہ "وہ خود ہی ہے"۔

تیرے سوا کوئی اور ہو تو ہم دیکھیں

تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں' بلکہ ہر طرف تُو ہی تُو ہے' مشرق مغرب سب تُو ہے۔ تو یہ بھی ایک واقعہ ہے۔ تو یہ وحدت الوجود ہے اور وہ وحدت الشہود ہے۔ یہ دونوں صحیح ہیں اور دونوں آپ کے لیے غیر ضروری ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ دونوں کے لیے خاص قسم کا سائل چاہیے اور خاص قسم کا مسافر چاہیے۔ وحدت الوجود سمجھنے کے لیے وہ آدمی چاہیے جس کی ذات گم ہو چکی ہو اور وحدت الشہود کے لیے وہ آدمی چاہیے جو صفات کا پوری طرح کاربند ہو' اطاعت کرنے والا ہو ______ وحدت الشہود والے کو اگر پتھر لگے تو پتھر اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اب وہ پتھر کے ساتھ نہ اُلجھے کیونکہ وحدت الشہود آ رہا ہے۔ مت اُلجھو۔ اور مارنے والے کا ہاتھ مت پکڑو بلکہ یہ دیکھو کہ یہ اَمر کس کا ہے؟ کہتا ہے کہ یہ پتھر اس آدمی نے مارا ہے۔ تو وہ کہے گا اس کو چھوڑ دو۔ اب اس کا کھیل مالک کے ساتھ ہے۔ وہ کہے گا کہ اے عالی قدر' اَمر دینے والی ذات' آپ نے ہمیں پتھر مروانا شروع کر دیئے' تیری اس دنیا میں ہمارے ساتھ یہ کیا سلوک ہو رہا ہے وتعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر۔ اللہ کریم کا فرمان ہے کہ تیرے ہاتھ میں سب نیکی ہے یعنی کہ وہ آپ کی زبان سے اس طرح بولتا ہے جیسے آپ اس سے بات کر رہے ہوں۔ اس

نے آپ کو اس طرح کا بیان دیا ہے۔تو آپ اپنا راستہ اس طرح بنائیں کہ یا تو اللہ کریم کی ذات میں گم ہو جائیں' یا اپنی ذات میں گم ہو جائیں' یا ہر بات کے پیچھے اللہ کا امر دیکھیں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ جس نے آپ کی بے عزتی کی ہے اس نے آپ کی کوئی بے عزتی نہیں کی ہے۔ بے عزتی کہاں سے آتی ہے؟ اللہ سے۔ یہ دونوں باتیں آپ کو مشکل لگیں گی۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم بے غیرت ہو جائیں گے اگر وہ ہماری بے عزتی کر دے اور گالی دے کر چلا جائے۔ جس نے یہ کہا کہ سب اللہ کی طرف سے آ رہا ہے تو پھر اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں ہوگی اور وہ کہے گا کہ ہم سب جانتے ہیں' وہ خود آ رہا ہے' یہ کھیل ہو رہا ہے ہمارے ساتھ' اور یہ واقعہ ہو رہا ہے۔تو یہ وحدت الشہود ہے۔اور وحدت الوجود کیا ہے؟ وہ خود ہی آیا ہے' ہم بڑے پریشان تھے اور وہ صبح صبح آ گیا' ہمارے ساتھ سفر کیا اور پھر کہتا ہے کہ میں جا رہا ہوں۔ سفر کیا اور پھر چلا گیا' وہ خود ہی ساری بات بتا گیا' آپ ہی تھا ؎

اوہی یار کلھوکڑی رات والا
اج بھیس وٹا کے وَت آیا

وہی یار' Same۔ مطلب یہ کہ وہی تھا' وہی ہے اور وہی ہوگا۔ یہ واقعہ لوگوں نے بیان کیا کہ وہ ہر حال میں ہمارے ساتھ چل رہا ہے ؎

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے کس میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں وہی تو ہے اصل میں راز ہے یہی

جو اس راز میں شامل تھے انہوں نے یہ شعر کہا۔تو یہ ہو سکتا ہے' جس طرح کہ قطرہ

سمندر میں ہو۔ آسان راستہ کون سا ہے؟ نہ وحدت الوجود کا اور نہ وحدت الشہود کا۔ آسان راستہ صرف شریعت کا ہے' اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ آپ اس پہ چلتے جاؤ' انسانوں کو دیکھتے جاؤ' اللہ کو مانتے جاؤ' شکر کا کلمہ پڑھتے جاؤ ـــــ خیر خیریت سے سفر ہو جائے گا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ سارے فاصلے بیک وقت طے ہو جائیں گے ـــــ

اب آپ بولو ـــــ اسحاق ڈار بولیں ـــــ اور کوئی بولے ـــــ

سوال:

میں نے آپ سے خودکشی کے بارے میں پوچھنا ہے ـــــ

جواب:

خودکشی ایسا جرم ہے کہ جب ہو جائے تو کوئی پکڑ نہیں ہے اور نہ ہو تو سزا ہے۔ تو خودکشی ایسی چیز ہے۔ خودکشی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی زندگی میں اس کی عطا کے خلاف بغاوت کی آخری سرحد ہے۔ آخری سرحد کا مطلب یہ ہے کہ ختم تو سب نے ہو جانا ہے مگر یہ شخص کہتا ہے کہ میں تیرا فیصلہ قبول نہیں کرتا۔ خودکشی یہ ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس آزمائش سے گزرو تو یہ کہتا ہے کہ ہم آزمائش سے نہیں گزرتے' یہ لے اپنی زندگی۔ یہ گستاخی ہے اور شریعت نے اس کو منع کیا ہے۔ اس کی وجہ؟ وجہ سمجھ لینی چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ آج تم جس واقعہ سے دوچار ہو کر خودکشی کر رہے ہو اس واقعہ کا تمہیں کل یقین نہیں تھا جب کہ کل خوشیاں منا رہے تھے اور آج خودکشیاں کر رہے ہو۔ عین ممکن ہے کہ آج خودکشیاں کرنے والا کل پھر خوشی میں واپس چلا جائے۔ چونکہ امکانات سے زندگی ہے اور کل آپ کو معلوم

نہیں تھا کہ اتنی مشکل میں سے قافلہ گزرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کی مشکل کل جا کے آسان ہو جائے۔ توکل کے امکانات کو کیوں روکتے ہو۔ خودکشی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آج اگر آپ خودکشی کر لیتے ہو تو تا قیامت' آخری دم تک باغی کے طور پر گرفت میں رہو گے۔ ابلیس چاہے زندگی پا لے' ابلیس کے لیے لعنت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کیا کہ آپ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان نہ کریں۔ یہ جان لینے کا عمل ہے۔ دوسرے کی جان لینا قتل ہے اور اپنی جان لینا خودکشی ہے۔ زندگی کو چلنے دیا کرو' مشکل ہے تو مشکل سے گزر جاؤ' تکلیف ہے تو تکلیف سے گزر جاؤ۔ اس کے سہارے۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس کے بعد کیا راحت ہے۔ اگر رات آئی ہے تو گھبراؤ ناں۔ کوئی رات ایسی نہیں آئی دنیا میں کہ جس کے بعد صبح نہ آئی ہو۔ یہ وقت گزر جائے گا اور گھڑی بھی گزر جائے گی۔ تھوڑا سا سفر ہے' ہمت کے ساتھ گزار لو۔ خودکشی کی وجہ کیا ہے؟ عام حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ پسندیدہ آدمی ناپسندیدہ حرکت کر گیا۔ ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ جو دوست تھا وہ جاتے ہوئے غیر دوستانہ عمل کر گیا۔ اس میں کیا بات ہے' وہ اس کا عمل ہے اور یہ ہمارا عمل ہے۔ دوسرے کی غلطی کی سزا اپنے آپ کو دینا تو دُہری سزا ہے۔ اگر آپ دوسروں کی غلطی کو دوسروں کی سزا کے لیے چھوڑ دو تو پھر وہ جانے اور اللہ جانے۔ اپنی قیمت خود نہ لگایا کرو۔ آپ اپنی قیمت اس طرح لگاتے ہیں کہ "ہم معزز ہیں اور وہ ہماری بے عزتی کر کے چلا گیا' لٰہذا خودکشی کر لیتے ہیں"۔ اپنی قیمت لگانا چھوڑ دو' دوسرے کے عمل پر ناراض ہونا چھوڑ دو اور اپنی زندگی کو حوالے سے گزارو تو یہ کٹھن مرحلہ طے ہو جائے گا۔ اس

طرح آپ کا سفر آسان ہو جائے گا۔ اس میں عبادت کا سہارا لیا کرو' نماز اگر کسی اور کام آتی ہے یا نہیں آتی مگر خودکشی نہیں کرنے دیتی۔ یہ بہت ضروری بات ہے کہ آپ عبادت کے قریب رہا کریں۔ اس طرح انسان خودکشی سے بچ جائے گا۔

سوال:

اگر کوئی انسان خودکشی کر گیا ہو تو کیا ہم اس کے لیے ایسا عمل کر سکتے ہیں جو اسے سکھ دے سکے؟

جواب:

جو زندہ ہیں وہ اس کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار کی جائے' اس کے لیے عبادات کی جائیں' اللہ تعالیٰ سے دعا کی شکل میں اس کے لیے سفارش کی جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی گرفت کم ہو جائے۔ مثلاً جو پرانے کافر مر گئے ہیں ان کے لیے بھی لوگ دعا کرتے رہے ہیں کہ یا اللہ ان کی بھی مغفرت کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ مغفرت کر دے۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تو اس کی خودکشی کامیاب ہوئی ورنہ یہ کوشش ناکام ہو سکتی تھی_____

جواب:

یہ بات تو اس طرح سے ہے کہ شیطان نے بغاوت کی' اللہ کو منظور تھا تو بغاوت ہوئی ہے۔ فرض کریں منظور تھا' تو پھر اس کی سزا بھی منظور ہے۔ آپ نے اب خیر و شر کو نکال دیا اور صرف منشائے الٰہی کر دیا اور یہ کہا کہ اللہ کی منشاء ہے' اللہ

کی مرضی ہے کہ اس نے جان لے لی۔ اس بارے میں ایک چھوٹی سی کہانی سن لیں۔ کہانی یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باغ میں گیا اور اس کا پھل کھانے لگ گیا۔ مالک آیا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ کہتا ہے کہ اللہ کا بندہ' اللہ کی زمین میں' اللہ کے باغ سے' اللہ کی مرضی سے آم کھا رہا ہے۔ مالک نے کہا اللہ کا دوسرا بندہ' اللہ کی مرضی سے لاٹھی چلانے کا حق رکھتا ہے۔ پھر اُس کو مارا ____ بات اتنی سی ہے۔ اللہ کی یہی بات تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ جہاں اس نے حدود لگا دی ہیں تلک حدود اللہ فلا تقربوھا یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب مت جاؤ۔ تو آپ میں ان حدود کے قریب جانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اگر آپ ان کے قریب جانے کے اہل نہ ہوتے تو پھر ثواب عذاب نہ ہوتا۔ عذاب کس بات کا اگر وہ نااہل ہے۔ کیا کبھی معصوم بچوں کے بھی گناہ ہوتے ہیں؟ جو ریٹائرڈ ہوں یا Superannuation میں ہوں' مرنے کے قریب ہوں تو ان کے کیا گناہ ہوں گے۔ گناہ تو عمر کا نام ہے اور اسی پہ اس نے حدود اللہ لگائیں تلک حدود اللہ۔ تو یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ خبردار ان کے قریب نہ جانا فلا تقربوھا مگر ساتھ ہی ان کے قریب جانے کی طاقت دے دی۔ کھیل یہی ہے۔ معافی تو ہو جائے گی مگر رونق یہ ہے کہ اس کی بتائی ہوئی حدود کے اندر رہ کر اپنی زندگی میں خوش خوش موجود رہو۔ اگر بے باک ہو جاؤ گے تو اس کو کیا فرق پڑے گا۔ اللہ کو گناہ ثواب کا کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تمہیں فرق پڑے گا یعنی جس ذات کو تم نے مانا ہے اس کی بات کو نہیں مانا' اب اس حوالے سے جو Confidence پیدا ہونا تھا وہ نہیں ہوگا۔ تو اس پر اعتماد ختم ہو جائے گا اور آپ اپنے اندر چور محسوس

کرو گے کہ میں اسلام کا چور ہوں۔ جو بے باک ہو کے مان گیا اور غلطی کی معافی مانگ لی تو اُسے معافی مل جائے گی۔ تو اس غلطی سے آپ اپنے دین سے پیدا ہونے والے اعتماد کو کھو بیٹھیں گے۔ تو گناہ کا یہ اثر ہے۔

سوال:

لیکن اس کے احکامات بھی تو بہت وسیع ہیں۔

جواب:

احکامات وسیع تو ہیں لیکن جہاں واضح ہیں وہاں پہ رک جاؤ۔ جہاں پر وہ وسیع ہیں وہاں پر گنجائش لے لو گے تو کسی اور جگہ جا کے آپ کو پکڑ لے گا۔ اسلام آپ کا مزاج بناتا ہے۔ اگر آپ کا وہ مزاج بن جائے تو آسانی ہے ورنہ تو حبس ہے' Suffocation ہے۔ مزاج کیسا بنائیں؟ اس کے حال پر راضی' یعنی جو اس نے دیا ہے' اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو' غلطی ہو گئی تو معافی مانگ کے پار ہو جاؤ' اس کے ساتھ تکرار نہ کرنا' بس یہ کہنا کہ غلطی ہو گئی۔ بس استغفار ہو گیا۔ تکرار تو آپ اب کر سکتے ہو مگر جب وہ وقت آئے گا تو زبانیں بند ہو جائیں گی تو پھر؟ اس لیے اپنے گناہ کا جواز پیش نہ کرنا۔ یہ نصیحت ہے میری۔ کیا ہے؟ اپنی حماقتوں کو Justify نہ کرنا۔ اگر وہ کہے کہ یہ کیا کیا ہے تو کہو کہ غلطی ہو گئی۔ محمود اور ایاز کا ایک واقعہ ہے۔ لوگوں نے ایاز کے بڑے گلے کیے کہ تو اس کو پسند کرتا ہے' چاہتا ہے' ہم بڑے بڑے درباری' سرکاری ہیں مگر ہماری قدر نہیں ہے۔ محمود نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو۔ انہوں نے کہا آپ جہاں پناہ ہیں' عالم پناہ ہیں' یہ کیا بات کرتے ہیں۔ محمود نے

ایاز سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو تو اس نے توڑ دیا۔ محمود نے غصے سے کہا کہ یہ تُو نے کیا کِیا؟ ایاز نے کہا جی غلطی ہو گئی۔ محمود نے کہا اس نے میرا حکم نہیں توڑا' گرچہ ہیرا توڑ دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ حکم ماننے کا طریقہ ہے۔ اگر وہ کہے تو یہ کام کر لو۔ اور اگر کہے کہ رک جاؤ تو پھر آپ رک جاؤ۔ وہ کہے کہ یہ دو کلمے پڑھو تو اس طرح آپ کا نکاح ہو گیا۔ اگر نکاح نہ ہوتا تو گناہ تھا۔ فرق اور تو کچھ نہیں ہے' صرف اَمر کا فرق ہے۔ آپ اگر اَمر کے ساتھ چلو گے تو عمل کا جواز پیدا ہو گیا اور اگر آپ اَمر سے باہر ہو رہے ہیں تو یہ گناہ بن گیا۔ ورنہ گناہ ثواب تو ہے ہی کوئی نہیں۔ کائنات میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ثواب ہے مگر جب وہ حکم لگا دے تو پھر وہ گناہ بن جاتا ہے۔ وہ اگر آزاد کر دے تو وہ عمل ہے' گناہ کوئی نہیں ہے۔ کیا چوری کوئی گناہ ہے؟ اللہ نے دوسرے کا مال اُٹھانے سے منع کر دیا ہے ورنہ تو یہ ایک طریقہ ہے پیسہ لینے کا۔ کیا طریقہ تھا؟ کہ اپنے گھر میں پیسہ نہیں ہے تو دوسرے کے گھر سے اُٹھا لو۔ لیکن اللہ نے منع کر دیا کہ یہ نہ کرنا۔ تو یہ چوری بن گئی۔ عام طور پر ضرورت کو جیسے چاہیں پورا کر لیں لیکن جب اللہ نے کہا کہ یہ کام نہ کرنا' تو اب یہ گناہ ہے۔ اگر حکومت منع کرے اور آپ وہ کرو تو وہ جرم کہلاتا ہے اور خدا منع کرے تو Avoid کرو کیونکہ یہ گناہ کہلاتا ہے۔ بات صرف اتنی ساری ہے۔ ورنہ تو سارے فطری عمل ہیں۔ نہ اس میں کوئی گناہ ہے اور نہ ثواب ہے۔ جہاں اُس نے منع نہیں کیا وہاں سے راستہ لے لو۔ اس کی سزاؤں میں سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ انسان میں بے یقینی پیدا ہو جائے۔ دنیا میں کسی انسان کے لیے سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اس کے اندر Confidence ختم ہو جائے۔ یعنی اپنی

ذات میں اعتماد ختم ہو جائے' اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگ جائے' اندر سے ٹوٹ جائے' باہر سے خراش بھی نہ ہو اور اندر سے پاش پاش ہو جائے۔ یہ بڑی سزا ہے۔اس زندگی میں آپ یقین کے ساتھ یہ یاد رکھنا کہ اگر آپ کا اپنی ذات میں اعتماد پیدا ہو جائے تو پھر سب برحق ہے۔

سوال:

اپنی ذات پر اعتماد کیسے پیدا ہو گا؟

جواب:

اس کے کئی طریقے ہیں۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی کی بات پر اعتماد کرو اور اعتبار کرو اور اس سے پوچھو کہ آپ کا انجام بخیر ہونے والا ہے کہ نہیں۔ یہ اس سے پوچھیں جس کو آپ گرو کہتے ہیں ۔

پوچھ اس سے جو منظور ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

اسی زندگی میں آج کے دن آپ زندہ ہیں اور بڑے وثوق کے ساتھ زندہ ہیں۔تو اب اعتماد کی اور کیا بات ہو۔آپ ان باتوں کے باوجود زندہ ہیں جن باتوں پر انسانوں کے دل فیل ہو جاتے ہیں۔اس دور کے اندر' ان حالات میں اگر زندگی دینے والا آپ کے ساتھ ہے تو بڑی بات ہے۔جس کا آج کا دن خیریت سے گزر گیا اس کے لیے یہ بڑی بات ہے۔جس کو اپنے جیسا کائنات میں اور کوئی نہ ملے اب اس کو اور کیا چاہیے۔اس نے تم جیسا بندہ ہی نہیں بننے دیا۔یعنی کہ وہ خود تو وحدہٗ لاشریک ہے ناں' اس نے تمہیں بھی یکتا بنایا' ایسی شکل والا بنایا کہ اس

طرح کی اور شکل نہیں ہے' نہ ماضی میں' نہ حال میں اور نہ مستقبل میں۔ وہ انسان کے چہرے کو اتنی یکتائی عطا کرنے والا ہے' تو آپ کو اور کیا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ کائنات میں کوئی بھی شکل تم جیسی نہیں ہوگی' کبھی بھی نہیں۔ اللہ وہ پیمانہ ہی توڑ دیتا ہے' وہ سانچہ ہی توڑ دیتا ہے۔ یہ کمال کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ یہ کنفیوژن پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ ہم Teeming millions ہیں' یہ انسان کے بچے' یہ کیڑے مکوڑے ہی ساری کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لامحدود فاصلے بنائے' ستارے بنائے' خوب صورت کائنات بنائی' انسان دیکھ دیکھ کے ہَول کھاتا ہے۔ کئی ستارے اتنے ٹھنڈے ہیں کہ خیال بھی یخ ہو جائے اور کئی اتنے گرم ہیں کہ خیال کھول جاتا ہے اور انسان اُڑ جاتا ہے۔ اتنی خوب صورت کائنات بنانے والے نے انسان کو بنایا۔ اور اس نے خود ارشاد فرمایا کہ یہ اشرف المخلوقات ہے' یہ احسن تقویم ہے' یہ میری کائنات کی تخلیق کا سبب ہے۔ یہ مقام اس نے آپ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ تمام مخلوقات میں انسان is the best اور یہ The Crown of creation ہے۔ پھر اللہ نے کہا کہ مذاہب میں میرا سب سے پسندیدہ مذہب اسلام ہے۔ انسانوں میں اللہ میاں کو سب سے زیادہ پسندیدہ انسان حضور پاک ﷺ ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ پہلے تو آپ انسان ہیں' پھر آپ حضور پاک ﷺ کے قریب ہیں' ان کے ماننے والے ہیں۔ اللہ کے لیے اس سے زیادہ قرب اور کسی کو نہیں ہے۔ تو آپ کے لیے بڑی بات ہے کہ ایک تو انسان ہیں' پھر حضور پاک ﷺ کی امت سے ہیں اور جیسے بھی ہیں ان کے نام لیوا ہیں۔ یہ آپ لوگوں پہ بڑا احسان ہے۔ اپنے آپ پہ اعتماد

قائم رکھیں۔ آپ کو اگر اللہ نے سزا دینی ہوتی تو یہودیوں کے گھر پیدا کرتا۔ شکر کرو کہ اس نے آپ کو مسلمان پیدا کیا ہے۔ وہ آپ کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ آپ سے اس کو محبت ہے' آپ بھی اس کے لیے محبت کا کوئی پیغام دو۔ آپ کو تو بار بار محبت کسی مُردار چیز سے ہوتی ہے اور آپ جمع مالا و عددہ مال جمع کرتے ہیں اور گنتے رہتے ہیں۔ اگر گنتی سے باہر نکلیں تو بات سمجھ آئے گی۔ محبت جو ہے وہ اعتماد سے گزرے گی' ضرور گزرے گی۔ اپنے آپ پر اعتماد رکھو' اپنے ماضی پر' اپنے حال پر اور اپنے مستقبل پر۔ پھر آپ کے لیے راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

اس میں کیا راز ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم حقیر ہیں لیکن ہمیں دنیا کی نظر میں بڑا کرنا؟

جواب:

کسی شخص کی زبان سے یہ کہلوانا کہ وہ حقیر ہے' یہ دراصل مغرور لوگوں کو ٹھیک کرنے کا راستہ ہے' ان کا غرور توڑ دیا گیا۔ وہ جو اپنے آپ کو فرعونِ وقت کہتا تھا اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ایک ناچیز ذرہ آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہے۔ لیکن جو پہلے ماننے والا ہے اس کے لیے ''حقیر'' کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے زیادہ برابری کا پیغام دینے والے پیغمبر ہیں' انسانوں کو قریب لانے والے' مساوات سکھانے والے۔ ان پر سلام ہو اور درود ہو۔ جو لوگوں کو مساوات کا پیغام دیتے ہیں اس پیغام کو دینے کے لیے کسی اونچے پلیٹ فارم پر

کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ انہوں نے کیا پیغام دیا؟ کہ ہم سب برابر ہیں۔ کہاں سے پیغام دیا؟ ذرا بلندی پہ کھڑے ہو کے۔ اب یہ واقعہ جو ہے یہ مجبوری ہے۔ اب آپ طریقت میں چلے جائیں' ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

مریدی لاتخف اللہ ربی

اے میرے مرید کوئی خوف نہ کر' اللہ ہمارا رب ہے۔

دنیا کے جتنے موسم ہیں ہمارے پاس ہیں' ہمارے گھر سے گزر کے جاتے ہیں' ہماری اجازت کے بغیر کوئی موسم آ نہیں سکتا۔ یہ ہماری شان ہے۔ ما اعظم شانی۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ ایسے آ جائے۔ تو وہ ایسے درویش ہیں جو اپنی کیفیت میں یہ کہہ رہے ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں؟ کہ ہم تو کوئی چیز نہیں ہیں لیکن موسم ہمارے گھر سے گزرے گا' فیصلہ ہمارے حال سے ہوگا' قوت ہماری ہے' مشرق ہمارے ہیں' مغرب ہمارے ہیں' ہمارے بس سے کسی چیز کے باہر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہم خاکسار ہیں۔ اب ''خاکسار'' کا لفظ اگر لگا دیا تو کیا فرق پڑا۔ یہ کیا ہے؟ یہ ہے قادری۔ اور چشتی بھی بڑے خاکسار ہیں' بابا صاحبؒ کتنے درویش ہیں' نحیف و نزار' فاقے' بڑے کمزور ____ اور یہ کہہ گئے کہ موسیٰ منم عیسیٰ منم ____ مطلب یہ کہ آرام سے کہہ گئے کہ سارا واقعہ جو ہے ہم خود ہی ہیں۔ تو طاقت کا یہ مقام ہے کہ ہم خود ہی ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کمزور لوگ ہیں' عاجز ہیں' ہم کیا کریں...... بہشتی گیٹ ان کے گھر پہ لگا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم عاجز ہیں۔ تو یہ لوگوں کو بتانے کے لیے ہے اور ان کا تکبر توڑنے کے لیے ہے۔

یہ لوگ بڑے بڑے طاقت ور اور Confident تھے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر

آپ کا اللہ پر بھروسہ Shake نہ ہوتو پھر Humility کی ضرورت نہیں ہے یعنی کہ خاکساری کرو لیکن اپنی ذات کی توہین نہ کرو؟

سوال:

میں وثوق والوں کی بات کر رہا ہوں' حضور پاک ﷺ کی دعاؤں میں بھی ایسا ہے ______

جواب:

حضور پاک ﷺ کی دعا بالکل بجا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ Humility اور چیز ہے' توہین ذات اور چیز ہے' اپنی ذات کا ارتقا اور چیز ہے۔ وہ فقرہ جب حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلے تو اس عاجزی کا مفہوم اور ہے' تم کہو گے تو اس کا مفہوم اور ہے۔ آپ نے اس کو فارمولا بنالیا ہے' سزا دینے کے لیے۔ آپ پاؤں سے شروع ہوتے ہیں اور بندے کا سر پکڑ لیتے ہیں۔ خود کو ناچیز کہہ کے پتہ نہیں کیا کیا چیزیں ظاہر کرتے رہتے ہو۔ اس لیے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اپنی کسر نفسی اتنی نہ کرنا کہ آپ کی توہین ذات ہو جائے۔ یہ تو حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے آگے ناچیز ہیں۔ تو وہ مقام اور ہے۔ آپ اس طرح نہ کہنا کہ ہم رذیل ہیں' ہم کمینے ہیں' ہم تیری گلی کوچے کی خاک کا گرد و غبار ہیں۔ آپ انسان بھی بنے رہو ؎

اپنا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

میں ذرا Different بات کر رہا ہوں۔ اس کو مان لو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعائیں کرو اور ضرور کرو لیکن اتنی عاجزی نہ کرو کہ بناوٹ لگے' نقلی لگے۔ بعض

دفعہ یہ اچھا نہیں لگتا۔ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر عام طور پر اس طرح بات شروع کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے حالات پر مجھے رونا آیا' سیاست دانوں نے تمہارا کیا حال بنا دیا' ہم آپ کے حالات درست کرنے کے لیے آئے ہیں ______ مولانا رومؒ نے ایک کہانی لکھی تھی' شہباز کی' عقاب کی' شاہین کی۔ ایک بادشاہ کا باز اُڑتا اُڑتا ایک مائی کے پاس آ گیا۔ مائی نے اُسے دیکھا کہ بڑا پیارا پرندہ ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹے تُو تو بڑا تھکا ہوا ہے' کہاں سے آیا ہے' تمہارے پر اُلجھے ہوئے ہیں۔ تو قینچی لے کے اُسے ٹھیک کیا۔ پھر دیکھا کہ اس کے ناخن بڑھے ہوئے ہیں' تو ان کو بھی ٹھیک کیا۔ پھر ٹیڑھی چونچ کو بھی ٹھیک کیا ______ اس طرح اس کو اُلو بنا دیا۔ یہ جو ہوتے ہیں ناں زلف تراش جو احسان کرنے کی شکل میں آتے ہیں وہ قوم کو ایک گِدھ بنا کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ قوم کے اندر شاہین کی جھپٹ جو ہے یہ قائم رہنی چاہیے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ اتنی بھی عاجزی میں نہ جائیں۔ آپ اعتماد میں آ جائیں۔ مغرور بھی نہ ہونا اور تھوڑی سی عاجزی میں بھی رہنا۔ اللہ نے یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں انسان پیدا کیا ہے۔ اس کا شکر ہے۔ مسلمان پیدا کیا ہے' اس کا شکر ہے۔ اچھے زمانے میں پیدا کیا ہے' شکر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تمام بزرگوں نے یہ کہا ہے۔

سوال:

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی پسندیدہ لوگوں سے ناپسندیدہ حرکت ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

جواب:

پسندیدہ آدمی سے اس لیے ناپسندیدہ حرکت سرزد ہو جاتی ہے تا کہ اُسے پسندیدہ ہونے کا گمان نہ رہے۔اُسے بتایا جاتا ہے کہ ؎

بڑے بھگوان بنے انسان بنو تو جانیں

تو انہیں انسان بنایا جاتا ہے۔ورنہ تو انسان' بھگوان ہو جائے ؎

غلطی ایسی کہ سرزد ہو گئی

بات ایسی کڑی کمان کا تیر

ورنہ وہ آدمی تو بالکل Faultless تھا لیکن واقعہ ہی ایسا ہو گیا۔پوچھا کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ بڑی غلطی ہو گئی' وہ سائل جب آیا تو میں نے پہچانا نہیں کہ کون تھا اور وہ ناراض ہو کے چلا گیا' روتا ہوا چلا گیا' دہائی دیتا ہوا چلا گیا۔غلطی ایسی ہو گئی کہ وہ واقعہ Miss ہو گیا' تو کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہو گئی جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ انسان ہے۔تو اس سے یوں غلطی سرزد ہوتی ہے۔ایک بزرگ ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے تھے۔ایک دن صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ایک آدمی آیا بزرگ صورت والا اور داڑھی والا اور اس کو جگایا کہ اٹھو نماز پڑھو۔انہوں نے غور سے دیکھا کہ کون ہے جگانے والا۔انہوں نے کہا شیطان لعین' تو کہاں سے آیا' تیرا کیا کام نماز کے لیے جگانا۔اس نے کہا کہ جناب پچھلی دفعہ جب آپ کی نماز قضا ہوئی تھی تو آپ بہت روئے تھے تو زیادہ ثواب مل گیا تھا' میں برداشت نہیں کر سکتا' آپ وقت پر ہی پڑھ لیں۔غلطی اس لیے ہوتی ہے تا کہ اس کو عروج کا راستہ ملے' رونے کا راستہ ملے۔رونے کا راستہ جو ہے یہ عروج کا راستہ ہے۔نیکی جو ہے یہ بعض

اوقات ثقیل بنا دیتی ہے' آپ کے آنسوؤں کو سلب کر لیتی ہے۔ ہمیشہ نیکی کرنے والے کی آنکھوں کے آنسو ختم ہو جاتے ہیں۔ تو جو آپ کو آنسو دے جائے اس کو سلام بولا کرو۔ چاہے وہ غم کے ہوں۔ جس نے بھی آپ کی آنکھ کو ایک آنسو دیا اس کو Retrospectively سلام ضرور لکھا کرو۔ تو اس لیے غلطی سرزد ہوتی ہے۔ کیوں؟ تا کہ یہ آدمی دل کا موم ہو جائے۔

سوال:

کیا آنسو بغیر وجہ کے بھی نکل سکتے ہیں؟

جواب:

آنسو اگر بغیر وجہ کے ہوں تو بھی ان کی وجہ نکل آئے گی۔ وہ بغیر وجہ کے نہیں ہوتے۔ بعض اوقات آنسو اجراء کرتا ہے اور پھر یہ کسی کام میں خود ہی لگا دیتا ہے۔ یہ دیئے ہیں' چراغ ہیں۔

بچاؤ ان کو سجاؤ ان سے امید کے جگمگاتے مَسکن

یہ وہ دِیئے ہیں جو تجھ کو تیرے مقام سے آشنا کریں گے۔ شب تاریک میں ٹپکنے والے آنسو جو ہیں یہ مستقبل کے لیے روشنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے جو ہیں وہ یضحکوا قلیلاً و یبکوا کثیرا وہ تھوڑا ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ وہ زمین پر اِترا کر نہیں چلتے۔ کسی نے کہا تو ہنس کیوں رہا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تُو رو کیوں رہا ہے؟ کہتا ہے کہ ہنسنے والی بات یہ ہے کہ یہ دنیا بڑی خوشگوار ہے' موسم اچھا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ رونے والی بات یہ ہے کہ یہ رونے والا موسم کب تک رہے گا۔ رونے والی بات تو آپ کو ہر

وقت مل جائے گی۔ تو جس بات پہ ایک خوش ہو رہا ہے دوسرا اسی پہ افسوس کر رہا ہے۔ خوش اس بات پہ ہے کہ بڑی رونق ہے' جگمگاہٹ ہے اور رونے کی بات یہ ہے کہ یہ شے کب تک ہے۔ اس لیے بے سبب کا بعد میں سبب آ جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بس یہ دعا کیا کرو کہ آپ کے آنسو جو ہیں قائم رہیں۔ زندگی میں ایسا واقعہ بعض دفعہ ہوتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

مجھ کو مجھ سے جدا کیا تُو نے
میرا بن کے یہ کیا کیا تُو نے

اور اس سے اگلا مقام یہ ہے کہ ؎

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تُو نے

یہ غم کی انتہا ہوتی ہے جب آنسو ختم ہو جاتے ہیں۔ آنسو کا ہونا جو ہے یہ نارمل غم ہے' معلوم ہو یا نا معلوم ہو۔ آپ اپنے آنسوؤں کو محفوظ رکھو۔ مگر مچھ والے آنسوؤں' سے بچنا۔ یہ نہ ہو کہ کوئی ذاتی نقصان ہو تو رونے لگ جاؤ۔ تو آنسو کا تعلق دل سے ہو اور دماغ سے کبھی نہ ہو۔ آنسوؤں سے کچھ Achieve کرنے کی خواہش چھوڑ دو۔ آنسو جب Instrument بن جاتا ہے' ہتھیار بن جاتا ہے' آنسو نکالتے ہوئے تقاضہ کرتا ہے' کوئی شے چاہتا ہے' کوئی خواہش پوری کرانے کے لیے' فقیر یا بھکاری کی طرح' تو وہ آنسو اچھے نہیں ہوتے۔ اصل آنسو وہ ہوتے ہیں جن کا حاصل بظاہر کچھ نہ ہو۔ وہ آنسو اچھے ہوتے ہیں جن سے رونے والا حاصل ہو۔ وہ آنسو اچھے ہوتے ہیں جب دو چیزیں ہوں' یا رات ہو یا حق کی

ذات ہو اور تیسرے آپ خود ہوں۔تم' اللہ اور رات ______ یہ تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو آنسو جائز ہیں ورنہ مگر مچھ کے ہیں۔اس سے بچو۔

سوال:

اگر کوئی بہت ہی بیمار انسان یہ سوچے کہ مجھے باقی لوگوں کو تکلیف دینے کی بجائے خودکشی کر لینی چاہیے تو کیا وہ ضمیر کی اس آواز پہ جان دے سکتا ہے؟

جواب:

اس بات پہ تو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے جس کا نام "مجرم کا ضمیر" ہوگا۔ کسی جیل میں سزا یافتہ سے انٹرویو کیا جائے کہ تو نے یہ جو قتل کیا ہے اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو تم کیا کرو گے؟ ایک کہے گا کہ میں دوبارہ اسے قتل کر دوں گا۔ ایک اور نے کہا کہ پہلے تو میں نے اسے ایسے ہی قتل کیا تھا لیکن اب دوبارہ میں اُسے اس لیے قتل کروں گا کہ اُس نے مجھے سزا سے گزارا ہے' پہلے تو وہ بلا سبب میرے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا اور اب تو سبب پیدا ہو گیا ہے۔اس کو جو ضمیر کی آواز کہہ رہے ہیں وہ یہ دیکھیں کہ شہید اپنی جان ضمیر کی آواز پہ دیتا ہے۔ایثار اور خودکشی میں فرق ہے۔ایثار یا قربانی مانگنے والا کوئی ہوتا ہے اور خودکشی بن مانگے دینے والی بات ہے۔خودکشی یہ ہے کہ تم نے خود اپنی ریڈنگ کر کے اپنی جان نہتھیا کر لی۔ایثار تو طلب جوئی پر ہے کہ کسی ذات نے کہا کہ میرے لیے جان دے دو۔اُسے خودکشی نہیں کہتے۔خودکشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر صرف ایک ہی Alternative رہ گیا ہے کہ جان دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے جان دے دی۔خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ زندگی چلنا ممکن تھی اور اگر اس ممکن کو تم

نے روکا ہے اور زندگی کو ناممکن کر دیا ہے تو یہ خودکشی ہے۔ خودکشی کا مطلب ہے چلتے ہوئے پراسیس کو روکنا۔ اگر اس کے ذہن میں کوئی جواز ہے تو وہ جواز اللہ کے حکم کے ماسوا ہے۔ حکم یہ ہے کہ خودکشی نہیں کرنی اور جواز اس نے یہ بنالیا ہے کہ خودکشی کی وجہ پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہی وجہ ہے زندہ رہنے کی جو وجہ اس نے خودکشی کی بنائی ہے۔ مثلاً ابتلا ہے' پھر بھی زندہ رہو۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ میری موت دوسرے کی زندگی کا باعث ہو سکتی ہے تو یہ ایثار اور طرح کا ہے۔ اس میں سب سے خوب صورت بات یہ ہے کہ خودکشی زندہ انسان کو منع کی جاتی ہے اور بہت سے مرنے والوں کو جو کہ خودکشی کر گئے انہیں نہیں کہا جائے گا کہ تم نے خودکشی کر لی' کسی کو ایثار میں رکھا جائے گا' کسی کو خودکشی میں رکھا جائے گا اور کسی کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ لیکن تعلیم پھر بھی یہی ہو گی کہ اپنی جان اپنے ہاتھ سے کبھی نہ لو____ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

سوال:

جناب! گزارش ہے کہ ہمایوں بیمار تھا اور بابر اس کے گرد پھیرے لگا رہا تھا تو کیا یہ ایثار ہے یا خودکشی؟

جواب:

تاریخ کی یہ بات میرے سامنے تھی اور میں ابھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ تاریخ میں یہ ریکارڈ ہے کہ بابر نے پھیرے لیے لیکن اصل واقعہ کیا تھا' یہ سارا ریکارڈ میں نہیں آیا۔ بابر سے یہ کہا گیا کہ بیٹے کی جان بچ سکتی ہے اگر تو جان دے دے۔ تو اس سے یہ کہا گیا اور ایک پراسیس پورا کیا گیا۔ اگر آپ آج

سات چکر لگائیں تو آپ کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوگا۔ اُسے کسی درویش نے کہا تھا کہ اگر یہ چاہتا ہے تو اپنی جان دے دے۔ وہ درویش دیکھ رہا تھا جو کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ فارمولا آج کل نہیں چلے گا کہ باپ جو ہے وہ بیٹے کی چارپائی کے گرد سات چکر لگا لے تو باپ چلا جائے گا اور بیٹا اٹھ کھڑا ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا' اب یہ مشکل ہے۔ بابر کو کسی درویش نے کہا تھا۔ وہ فارمولا اور تھا۔ بہر حال ہم خودکشی کو جواز نہیں بناتے' رعایت کر دیتے ہیں۔ رعایت یہ ہے کہ جس آدمی کو خودکشی کے علاوہ چارہ نہ ہو اس کو ہم خودکشی نہیں کہتے۔ رعایت کر دو وہ مر گیا۔ خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا Alternative ہے اور اس نے موت کو دعوت دی ہے یا اپنایا ہے' کسی کے کہے بغیر ______ تو یہ خودکشی ہے۔ اور اگر ایک ہی چانس ہے کہ یہاں مرنا ہی پڑے گا' چپکے سے مر گیا تو ٹھیک ہے' اس کو رہنے دو۔

سوال:

1947ء میں لڑکیوں نے اپنی حفاظت کے لیے کنوؤں میں چھلانگ لگا دی' زہر کھایا' خود کو مار ڈالا تو وہ بھی تو ایک احسن طریقہ تھا ______

جواب:

وہ ان کے لیے جائز تھا۔ میں بتا رہا ہوں کہ یہ جائز ہے کہ مذہب کے لیے مر جانا' Honour کے لیے مر جانا' کنٹری کے لیے مر جانا۔ مقصد یہ کہ جہاں باقی رہنے کا چانس ہو اور خودکشی کی جائے تو وہ نہیں ہونی چاہیے۔

سوال:

جیسے ابھی آزادی کا ذکر ہوا ہے تو وہ لڑکیاں جی سکتی تھیں۔

جواب:

یہ فیصلہ آپ نے نہیں کرنا بلکہ اس وجود نے کرنا ہے جو خودکشی کر رہا ہے۔ آپ میری بات نہیں سمجھ رہے۔ خودکشی اسی کو منع ہے جو کر رہا ہے' سننے والے کو تو منع ہی کوئی نہیں کیونکہ وہ تو کرے گا نہیں۔ جو آدمی اپنی جان لے رہا ہے اس آدمی سے پوچھا جائے گا کہ تیرے پاس Alternative تھا؟

سوال:

اس کے پاس بے عزت ہونے کا Alternative نہیں تھا۔

جواب:

تو اس نے بے عزت ہونا قبول نہیں کیا۔ اس کا الگ کیس بن گیا۔ یا وہ کہہ سکتا ہے کہ میری غیرت نے یہ بات قبول نہیں کی۔ تو پھر بھی حکم کیا ہو گیا؟ خود کشی نہ کرنا۔ ہر کسی کے لیے یہ حکم ہوگا۔ اس لیے حکم وہی چلے گا اور یہ سارے واقعات Exception میں آئیں گے۔

سوال:

گزارش یہ ہے کہ ایک خاتون اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرتی ہے اور پھر آگے اس کو سزا ملتی ہے ______

جواب:

میں نے کب کہا کہ اس کو سزا ملتی ہے۔ اس کو سزا نہیں ملتی۔

سوال:

مطلب یہ کہ اس کی خودکشی کا جواز ہے۔

جواب:

آپ بات نہیں سمجھے۔ آپ اُسے خودکشی کہہ رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک ہی Alternative تھا کہ اب یہاں سوچنے کی اور کوئی بات نہیں ہے بلکہ اب صرف موت کا راستہ ہے۔ اُسے موت نہیں آئی بلکہ یہ تو عزت قائم رکھنے کا راستہ ہے۔ آپ اسے خودکشی نہ کہیں۔ اس لائف میں رہنے والا' جو زندہ ہے اسے ہم بتا رہے ہیں کہ کبھی لائف میں اگر دِقت ہو جائے تو آپ دِقت کی زندگی گزارو بشرطیکہ مذہب کے علاوہ نہ ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ ایمان بکنے لگے تم خودکشی کر جاؤ۔ رشوت کا پیسہ لینے سے پہلے خودکشی کر جاؤ' یہ میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں دو چانس ہوں وہاں اپنے اختیار کو استعمال نہ کرنا' موت اختیار نہ کرنا۔ وہ راستہ گزر سکتا ہے تو گزارو یعنی کہ مشکل راستہ۔ اور اگر مرنے والے کو وہ راستہ نظر نہیں آیا تو پھر اس کے پاس چانس نہیں تھا۔ اسے ہم خودکشی نہیں کہیں گے۔ سماج کے کہنے سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ خودکشی کر گیا بلکہ خودکشی کا اور ہی لوگ آ کر فیصلہ کریں گے۔ یہ اللہ اور بندے کے مابین بات ہے کہ خودکشی ہوئی ہے یا ایثار ہوا ہے یا کچھ اور۔ زندہ انسان کو خودکشی کرنا منع ہے اور جو کر گیا اس کے کیس کا ابھی فیصلہ ہونا ہے۔ وہ اللہ اور بندے کے درمیان کی بات ہے۔

سوال:

ویسٹرن ورلڈ میں یہ ہوتا ہے کہ نہ ٹھیک ہونے والے کچھ مریضوں کو زہر دے دیا جاتا ہے' کیا وہاں کے مسلمان ڈاکٹروں کو یہ کرنا چاہیے؟

جواب:

وہ مریض زندہ رہنے کا تمام جواز ختم کر چکا ہوتا ہے‘ مشینوں سے پمپ ہوتا ہے اور مشینوں سے فیڈ ہوتا ہے‘ لیکوِڈ غذا ہوتی ہے۔ انسان کو مشین بنادیا جاتا ہے۔ اُسے قومہ کہتے اور Coma چلتا جاتا ہے۔ پھر وہ سوچتے ہیں کہ کیا کریں؟ اس کے واپس آنے کا امکان نہیں ہوتا تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ جواز بتائیں۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر کوئی زندہ ہے تو اُسے مارنا نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے مریض کی میڈیکل ڈیتھ ہو چکی ہے‘ باقی تو اس کی Virtual life ہے‘ اس کو ہونے دو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر زندگی ہے تو اسے Kill نہ کرو یہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ نہیں رہ گیا‘ زندگی ختم ہو گئی ہے‘ صرف مشین رہ گئی ہے۔ تو اس کو مارنا یا نہ مارنا ان کی مرضی کی بات ہے۔

سوال:

ایسا مریض اگر یہ سوچتا ہے کہ میں سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوں‘ مجھے مر جانا چاہیے‘ تو کیا اس کا فعل اچھا ہے یا بُرا؟

جواب:

آپ جب سوچیں گے تو اُس نے بُرا کیا۔ آپ کے لیے تو یہ نصیحت ہے۔ اور جس نے یہ عمل کیا اس کا کیس ہم الگ Decide کریں گے۔ تو فارمولا یہ ہے۔ ایک آدمی نے کسی وجہ سے نماز نہیں پڑھی‘ فرض کریں وہ بڑا مصروف تھا‘ گھر میں چور آ گئے تھے اور بڑا ہنگامہ تھا‘ تو اس میں مصروف تھا۔ جب آپ اُسے

دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟اس کو نماز پڑھنی چاہیے تھی۔ مطلب یہ ہے آپ فارمولا Change نہیں کر سکتے۔اس کو جواز نہیں بنا سکتے' خودکشی ہر حال میں خودکشی ہےاور یہ نہیں ہونی چاہیے۔ جو کر گیا اس سے پوچھیں گے کہ تم نے کیا کیا۔ وہ کہے گا کہ حالات ہی ایسے تھے۔تو خودکشی کیا ہے؟ خودکشی منع ہے' خودکشی حرام ہے۔

سوال:

جو لوگ اپنے ضمیر کی خودکشی کرتے ہیں اس کا کیا گناہ ہے؟

جواب:

اس کا گناہ الگ ہے' اس کی سزا الگ ہے۔ جو جان کی خودکشی کرے اس کی سزا الگ ہے اور ضمیر کی خودکشی کی سزا الگ ہے۔ ہر کام کی ایک سزا ہے اور ہر کام کا ایک انعام ہے۔ضمیر کی خودکشی کی کیا سزا ہے اور بے ضمیر ہونے میں کیا نقصانات ہوتے ہیں' اب یہ مضمون تو بڑا لمبا ہے۔ اگر ضمیر نہ رہے تو انسان کیا بن جاتا ہے؟ آدمی ضمیر کا نام ہے؟ یا آدمی بے ضمیر کا نام ہے؟ یہ باتیں تو آپ کو پتہ ہی ہیں ______

سوال:

اب سوال یہ ہے کہ ضمیر کیا ہوتا ہے؟ کیا ضمیر کوئی Given چیز ہے یا یہ انسان کے علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے؟

جواب:

ضمیر جو ہے یہ Given بھی ہے' ودیعت بھی ہے' یہ Trait بھی ہے' یہ Acquired بھی ہے' یہ Seasoned بھی ہے اور اس کے پیچھے Collective

ضمیرِ آدم بھی ہے۔ یہ بڑی ضروری بات ہے جو میں کر رہا ہوں۔ ضمیر صرف ذاتی ضمیر نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے پورا ضمیرِ آدم ہے۔ تو آپ کا ضمیر دراصل ساری کائنات کا ضمیر ہے۔ آپ اس کا حصہ بھی ہیں اور آپ ایک الگ Entity بھی ہیں۔ ضمیر کا معنی ہے جائز مقام پر ناجائز حرکت کر جانا۔ یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے۔ وہ ناجائز کام کرنے کے بعد آپ اس کو کیسے Compensate کرتے ہیں' کیا جواز دیتے ہیں' کیسے Justify کرتے ہیں' یہاں پر آپ کا ضمیر Involved ہوتا ہے۔ ضمیر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام مناسب نظر نہ آئے اور آپ کر جائیں تو وہاں ضمیر مجروح ہوتا ہے یعنی وہ کام جو آپ بیان نہیں کر سکتے لیکن کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح جس چیز کو نقصان پہنچتا ہے اس کا نام ہے ضمیر۔ تو جو چیز ظاہر کرنے سے ڈرتی ہے وہ ضمیر ہے' وہ شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ ضمیر آپ کے اپنے اعتماد کا نام ہے' یعنی آپ کا مذہبی اعتماد' کہ اپنے آپ میں کیا اعتماد ہے۔ ضمیر Train بھی ہوتا ہے اور یہ Justified بھی ہے۔ مذہب کے حوالے سے یہ اور بن جاتا ہے ورنہ تو اخلاق کا حوالہ تھا' روح کا حوالہ تھا بلکہ کائنات کا پورا حوالہ ہے یعنی ضمیرِ آدم احساس کا' Realization کا نام ہے۔ ضمیر اس کا بھی ہے جس کے پاس Realization نہیں ہے لیکن اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ضمیر کیا ہے بلکہ وہ آدمی برائی کرتا جاتا ہے اور جواز پیش کرتا جاتا ہے تاکہ اس کو محسوس بھی نہ ہو۔ آدھی دنیا آج کل یہ کام کر رہی ہے۔ کیا کر رہی ہے؟ برائی کرنا اور اس کا جواز پیش کرنا تاکہ ضمیر بھی مجروح نہ ہو اور برائی بھی جاری رہی۔ آدھے سے زیادہ لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اپنے ضمیر کو بچا جاتے ہیں' بے ضمیر عمل کرنے کے

بعد۔وہ ضمیر کو Involve ہی نہیں ہونے دیتے۔مثلاً کسی کو قتل کرنے کی خواہش ہے تو وہ ایک ہنگامہ کھڑا کر دے گا کہ ہم دشمنوں کو اڑا کے رکھ دیں گے' فنا فی السقر کردیں گے۔ پھر پانچ ہزار بندے قتل کر کے آ گیا اور کہتا ہے کہ انہیں فی النار کردیا' تباہ کردیا' کافروں کو اڑا کے رکھ دیا۔یہ سب بڑی خوشی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔کیا کیا؟ پانچ ہزار خاندان برباد کیے۔ایسا ہوسکتا ہے ناں۔تو ضمیر کو سُلانے کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ بہرحال وہ کام نہیں کرنا چاہیے جو آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

جناب! ہمارے معاشرے میں ایک چیز جو کرنی چاہیے دوسری سوسائٹی میں کہتے ہیں کہ نہیں کرنی چاہیے۔

جواب:

یہ تو آسان سی بات ہے۔یہ تو ہماری قسمت ہے۔اب آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ خوش قسمتی ہے یا بد قسمتی ہے۔ہمارے ہاں سوچنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ مذہب نے وضاحت کردی ہے۔ہم وہ کام نہیں کرسکتے جو دوسری سوسائٹی کرتی ہے کیونکہ ہمیں منع ہے۔جہاں مذہب خاموش ہے وہاں چھلانگ نہ لگانا۔وہاں آپ پابند ہیں۔

سوال:

کچھ قبیلے ایسے ہیں کہ نوجوان چوری کر کے ہیرو بن جاتا ہے اور ہمارا نوجوان چوری کر کے خودکشی کرلیتا ہے۔

جواب:

یہاں شہر اور گاؤں کی بات نہیں ہو رہی۔ میں مذہب کی پابندی کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں دین نے روک دیا وہاں رُک جاؤ۔ آدھی دنیا اپنے آپ کو دوسرے کی محبت سے محروم سمجھتی ہوئی کہتی ہے کہ ہم نااہل ہیں اور جب محبت کا پہلا خط ملتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ آج ہم اہل ہوئے۔ آدھی دنیا کا یہ فارمولا ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ گناہ کامیاب ہو گیا تو وہ جوان ہو گئے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مذہب نے آپ کو کیا کہا؟ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ دین میں آ گئے اور یہی "بد قسمتی" ہے کہ آپ پابند ہو گئے۔ اب شہر کا یا گاؤں کا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ دیکھیں کہ چوری کرنے کے عمل کو مذہب نے کیا کہا؟

سوال:

لیکن جو سماجی روایات ہیں ان کا کیا کریں؟

جواب:

یہ معاشرہ اپنے سوشل کسٹمز کی وجہ سے اپنے اختیار کیے ہوئے مذہب میں نہیں ڈھلا۔ یہ ہماری آج کی محفل کا پہلا سوال تھا کہ یہ معاشرہ سوشل، نیشنل یا انٹرنیشنل کسٹمز کی وجہ سے ابھی تک اسلام میں نہیں ڈھلا یا اسلام اس میں داخل نہیں ہوا۔ وہیں تو ہم اَٹکے ہوئے ہیں۔ یہی بات تو آپ پوچھتے ہیں کہ چوری یہاں پر مسلمان کرتے ہیں اور وہاں انگریز نہیں کرتے۔

سوال:

بعض اوقات ہم دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی دل آزاری

نہ کرنے کے لیے غلط کام کر دیتے ہیں ـــــــــ

جواب:

وہ دل جو دوسرے کی برائی کی وجہ سے آزار سے نکلتا ہے وہ دل ہمیشہ ہی آزار میں رہے گا۔ وہ کہے گا کہ میرے دل کا آزار تب دور ہوگا جب تم گناہ پہ مائل ہو جاؤ۔ تو ایسے آدمی کے لیے سزا ہے جو اپنی خوشی کے لیے دوسروں کو ان کے دین سے محروم کرتا ہے۔

سوال:

یہ تو کروانے والے کی بات ہے اور جس نے یہ کام کیا ہے اس کے لیے؟

جواب:

جس نے غلط کام کیا ہے وہ تو مجھ سے پوچھ نہیں رہا۔ وہ تو یہ کہے گا کہ میں نے ایثار کیا ہے۔ اور اگر اِس میں اُس کی مرضی شامل نہیں ہے تو اس کے لیے رعایت ہے اور اگر اس کی پسند شامل ہے تو وہ جرم میں شامل ہے۔

سوال:

بنیاد پرست اور اجتہاد کا کیا رشتہ ہے؟

جواب:

اجتہاد تو ہو جانے کا نام ہے نہ ہو تو پھر اجتہاد کیسا۔ ہم اجتہاد سے پہلے کی بات کر رہے ہیں۔ اجتہاد کے بعد ہم اس کے مطابق بدل جائیں گے۔

سوال:

آج کل کی مسلمان دنیا کا جھگڑا ہی یہی ہے۔

جواب:

مسلمان دنیا کی بات نہیں ہے۔ہم تو اجتہاد کی بات کر رہے ہیں۔مثلاً چار آدمی فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم اجتہاد میں شامل ہو گئے۔اگر پچاس آدمی یہ کہتے ہیں کہ آج کے بعد ہم اپنے Fundamentalism میں چوری کو شامل کرتے ہیں تو کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ اس معاشرے نے اس دور میں یہ چیز شامل کر لی۔کوئی ہو تو سہی جو بنیادیات کو رکھ لے یا بنیادیات کو ہٹا دے۔جب تک ایسا شخص نہیں آتا آپ بنیادیات کو چلنے دیں۔پھر خیر اور شر کا مذہب نے جیسے بتایا ہے وہی رکھو۔اس میں کیا حرج ہے۔اپنے آپ کو بچالو۔بس آپ دوسرے کے لیے گناہ نہ کرو کہ میں نے اس کا دل راضی رکھنے کے لیے گناہ کر دیا ہے

حشر کے روز خدا پوچھے گا تو یہ کہہ دیں گے
میں گناہ گار نہ تھا اس نے گناہ گار کیا

یہ بھی کوئی بات ہے۔یہ ایثار نہیں ہے۔جو بیان اَمر کے طور پر آ چکا ہے اس پہ عمل کرو۔یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔بچ جاؤ' Avoid کر جاؤ' آسانی سے Avoid ہو جاتا ہے۔جس سے روکا گیا اس سے رُک جاؤ اور جو کرنے کو کہا ہے وہ کر ڈالو اور جہاں نہ ہو سکے وہاں معذرت کر لو۔یا تو اسلام کے مقابلے میں نیا دین لاؤ لیکن اس دین کو ماننے کے بعد اس دین سے انحراف آسودگی نہیں آنے دے گا۔ آپ لوگ دِقت میں ہیں۔یا تو اپنا دین لاؤ یعنی کہ آج کے بعد ہمارا دین ہے ''لادین'' یا پھر اس دین کو مانتے جاؤ آرام سے اس کو تسلیم کرتے جاؤ۔اس طرح آسانی ہو جائے گی۔اس میں بحث کی بات نہیں ہے بلکہ جو اللہ نے فرمادیا ہے وہ۔

ٹھیک ہے۔ آپ اللہ کو مانو' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانو' قرآن کو مانو اور اپنی زندگی کو مانو۔ زندگی آسانی سے گزار لو۔ چار دن کا میلہ ہے' گزرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گا بلکہ عام طور پر یہ راستے میں ختم ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے بتایا تھا کہ زندگی میں آسودگی آ جائے گی' اس کے لیے اپنے علاوہ چہروں کو دیکھو۔ ان میں اگر کوئی پسندیدہ زندگی مل جاتی ہے تو وہی زندگی کا آسرا ہوتا ہے چاہے وہ اولاد ہو یا کوئی اور ہو۔ اگر آپ اپنی ذات تک رہیں گے تو آپ کو آسانی نہیں ملے گی۔ اپنی ذات کا بہت کرب کا سفر ہوتا ہے۔ تو کسی نہ کسی اجتماع سے چلو' سنگت کے ساتھ چلو' مانوسیت کے ساتھ چلو_____

اب آپ لوگ بولو_____ اور سوال؟

سوال:

سر! یہ فتویٰ کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟

جواب:

اس کے لیے ایک پورا ادارہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایک پرسن بھی ہو سکتا ہے۔ مفتی جو ہے وہ فتویٰ دیتا ہے کہ اب اس وقت یہ بندہ میرے سامنے حاضر ہوا ایک سوال کو لے کر' جس سوال کی دینی اہمیت اسے فوری طور پر سمجھ نہیں آ رہی ہے' لہٰذا اسلام کی رُو سے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ یوں ہے۔ تو فتویٰ وہ دیتا ہے۔

سوال:

اگر بعض اوقات اسلام کی رُو سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو؟

جواب:

ہاں بعض اوقات سمجھ نہیں آتی۔ اقبالؒ کے وقت یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی اور قائداعظم کے وقت بھی۔ قائداعظم کے پاس اتنا اسلام نہیں تھا اور ابوالکلام کے پاس زیادہ اسلام تھا۔ لوگوں کو سمجھ نہیں آئی۔ انہوں نے کہا اب فتویٰ دو کہ کیا ہے؟ وہ لوگ ''زیادہ'' مسلمان تھے اور یہ ''اتنے'' مسلمان نہیں تھے لیکن پاکستان بنا رہے تھے۔ اور وہ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب کا من مسلمان کدھر جائے۔ پھر مفتیوں نے فتویٰ دیا، جو دیا سو دیا ______ فتویٰ ایک الگ اور ٹیکنیکل چیز ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے خط لکھا کہ جناب میں نے زبان سے ایک مرتبہ طلاق کہا ہے جو سہواً منہ سے نکل گیا جب کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی، لیکن لفظ ادا ہو گیا، تو کیا طلاق ہو گئی ہے۔ اس طرح بات کا جواب فتویٰ کے قریب قریب ہے۔ ان کا فرمایا ہوا تقریباً مستند ہوتا ہے۔ فتویٰ جو ہے یہ ایک اور قسم کا Organized Institution ہے۔ جو اس کا فیصلہ ہو گا وہ فتویٰ ہو گا۔

سوال:

لیکن سر! علمائے کرام مختلف ایشوز پہ مختلف فتوے دیتے ہیں۔

جواب:

یہ تو آپ پھر وہی پرانی بحث کر رہے ہیں۔ ہماری قوم میں ''صرف ایک'' مفتی نہیں ہے بلکہ یہ مفتیوں کی قوم ہے۔ یہ وہی سوال ہے پہلے دن کا، جہاں سے بات شروع کی تھی کہ ہم قومی طور پر اپنا مقام کھو چکے ہیں۔ اگر ایک مفتی ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا، ایک امیر المؤمنین ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

امیر المنافقین کوئی نہ ہو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی مولوی کا دوسرے مولوی سے مذہب نہیں ملتا' پیر کا پیر سے نہیں ملتا' مفتی کا مفتی سے نہیں ملتا' آدمی کا آدمی سے نہیں ملتا اور سیاست جو ہے سیاست سے نہیں ملتی۔ سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ ایک جماعت کامیاب ہو جائے تو دوسری ضرور ناکام ہو جائے گی۔ یہ اس کے خلاف بولیں گے اور وہ اس کے خلاف بولیں گے۔ مگر کامن مَین آسودہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ ہم شکست کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور نہ کامیابی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ایک جھگڑے والی قوم بن گئے ہیں۔

سوال:

میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟

جواب:

پہلے آپ یہ دیکھیں کہ اس وقت اولی الامر کون ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اولی الامر سٹیٹ ہے۔ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ہم سٹیٹ کو نہیں مانتے بلکہ اس کو مانتے ہیں جس کو ہم مانتے ہیں' ہمارا دل مانتا ہے۔ کچھ لوگوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ سٹیٹ میں نامزد خلیفہ یزید ہے' اس کو اولی الامر ماننا چاہیے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ یزید کا مقام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق شرعی طور پر نہیں ہے اس لیے ہمارا اولی الامر امام عالی مقامؑ ہے۔ جس شخص کو آپ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت میں اپنا امیر مانیں' اگر ریاست میں ایسا ہے تو پھر سٹیٹ کو مفتی ہونے کا حق ہے۔ یعنی آپ کے خیال کے مطابق اگر سٹیٹ اللہ

جواب:

ہاں بعض اوقات سمجھ نہیں آتی۔ اقبالؒ کے وقت یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی اور قائداعظم کے وقت بھی۔ قائداعظم کے پاس اتنا اسلام نہیں تھا اور ابوالکلام کے پاس زیادہ اسلام تھا۔ لوگوں کو سمجھ نہیں آئی۔ انہوں نے کہا اب فتویٰ دو کہ کیا ہے؟ وہ لوگ "زیادہ" مسلمان تھے اور یہ "اتنے" مسلمان نہیں تھے لیکن پاکستان بنا رہے تھے۔ اور وہ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب کامن مسلمان کدھر جائے۔ پھر مفتیوں نے فتویٰ دیا' جو دیا سو دیا ______ فتویٰ ایک الگ اور ٹیکنیکل چیز ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے خط لکھا کہ جناب میں نے زبان سے ایک مرتبہ طلاق کہا ہے جو سہواً منہ سے نکل گیا جب کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی' لیکن لفظ ادا ہو گیا' تو کیا طلاق ہو گئی ہے۔ اس طرح بات کا جواب فتویٰ کے قریب قریب ہے۔ ان کا فرمایا ہوا تقریباً مستند ہوتا ہے۔ فتویٰ جو ہے یہ ایک اور قسم کا Organized Institution ہے۔ جو اس کا فیصلہ ہو گا وہ فتویٰ ہو گا۔

سوال:

لیکن سر! علمائے کرام مختلف ایشوز پہ مختلف فتوے دیتے ہیں۔

جواب:

یہ تو آپ پھر وہی پرانی بحث کر رہے ہیں۔ ہماری قوم میں "صرف ایک" مفتی نہیں ہے بلکہ یہ مفتیوں کی قوم ہے۔ یہ وہی سوال ہے پہلے دن کا' جہاں سے بات شروع کی تھی کہ ہم قومی طور پر اپنا مقام کھو چکے ہیں۔ اگر ایک مفتی ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا' ایک امیرالمومنین ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

امیر المنافقین کوئی نہ ہو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی مولوی کا دوسرے مولوی سے مذہب نہیں ملتا' پیر کا پیر سے نہیں ملتا' مفتی کا مفتی سے نہیں ملتا' آدمی کا آدمی سے نہیں ملتا اور سیاست جو ہے سیاست سے نہیں ملتی۔ سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ ایک جماعت کامیاب ہو جائے تو دوسری ضرور ناکام ہو جائے گی۔ یہ اس کے خلاف بولیں گے اور وہ اس کے خلاف بولیں گے۔ مگر کامن مَین آسودہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ ہم شکست کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور نہ کامیابی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ایک جھگڑے والی قوم بن گئے ہیں۔

سوال:

میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟

جواب:

پہلے آپ یہ دیکھیں کہ اس وقت اولی الامر کون ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اولی الامر سٹیٹ ہے۔ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ہم سٹیٹ کو نہیں مانتے بلکہ اس کو مانتے ہیں جس کو ہم مانتے ہیں' ہمارا دل مانتا ہے۔ کچھ لوگوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ سٹیٹ میں نامزد خلیفہ یزید ہے' اس کو اولی الامر ماننا چاہیے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ یزید کا مقام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق شرعی طور پر نہیں ہے اس لیے ہمارا اولی الامر امام عالی مقام ہے۔ جس شخص کو آپ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت میں اپنا امیر مانیں' اگر ریاست میں ایسا ہے تو پھر سٹیٹ کو مفتی ہونے کا حق ہے۔ یعنی آپ کے خیال کے مطابق اگر سٹیٹ اللہ

اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کے مطابق چل رہی ہے تو۔ تو اُسے ایک امیرالمؤمنین چلا رہا ہے۔ اگر وہ نہیں چلا رہا تو آپ اس سے فتویٰ لو جس کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قریب پاتے ہو اور اُسے اس کام میں اہل پاتے ہو تو فتویٰ اس سے لو آپ ______

سوال:

مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے اور آپ فرماتے ہیں کہ آنکھیں نہ دو۔

جواب:

میں نے کب کہا ہے کہ Allowed نہیں ہے لیکن اگر یہ حلال ہے تو بھی آپ آنکھیں مت دینا۔ تو مت دو۔ یہ حلال ہے لیکن آپ مت دو۔ اللہ کی راہ میں گھر لٹا دینا حلال ہے لیکن میں آپ کو منع کر رہا ہوں کہ آپ نہ لٹانا۔ یہ فتویٰ ہے کہ جتنا مرضی گھر لٹا دو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آدھا گھر لٹا دو اور آدھا اپنے پاس رکھ لو۔ آنکھیں بڑی نعمت ہیں' دے سکتے ہیں مگر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دونوں اپنے پاس رکھ لو۔ یہ نہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہمارے کس کام کی۔ انہیں رہنے دو' کام آ جائیں گی۔ اللہ اس کو خود ہی دیتا رہے گا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کبھی ان کی ضرورت پڑ گئی تو پھر بڑی دِقت ہو گی۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ آنکھوں کا عطیہ دینا منع ہے۔ جان دینا منع نہیں ہے تو آنکھیں کیوں نہیں۔ لیکن اگر آپ رکھ سکتے ہو تو رکھ لو۔ آپ اس شخص کو پیسے دے دو تا کہ وہ آنکھیں خرید ے۔ بس آپ کا یہ کام ہے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی آنکھیں دیتے جاؤ۔ شاید کسی وقت آپ کو دیدار ہی کرنا

پڑ جائے۔ یہ میں نے آپ سے کہا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فتویٰ منع ہے۔

سوال:

کیا اندھے لوگوں کو خواب آتے ہیں؟

جواب:

انہیں خواب بھی آتے ہیں اور نظر بھی آتا ہے۔ دو تین اندھے تو دنیا کے مشہور شاعر ہیں۔

سوال:

وہ دیکھ تو نہیں سکتے پھر یہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب:

ان کا اپنا ہی تصور ہوتا ہے' اپنی تصویر ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ آدھے سے زیادہ ہم وہ چیز دیکھتے ہیں جو دیکھی ہوئی نہیں ہے۔ آپ اپنی دنیا میں دیکھ لو' نہ آپ نے فرشتہ دیکھا ہوا ہے لیکن دیکھتے رہتے ہو' نہ آپ نے اللہ دیکھا ہوا ہے لیکن دیکھتے رہتے ہو۔ دیکھی ہوئی دنیا تو آپ دوسرے دن چھوڑ دیتے ہو۔ اور آج تک آپ اَن دیکھی دنیا میں مصروف ہو یعنی خیال' احساس' ماضی' مستقبل' گزرے ہوئے واقعات اور دوسرے علاقے بھی دیکھتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اندھوں کو بتایا ہوا ہے' انہیں شعور دیا ہے۔ اندھے کا شعور بہت زیادہ ہے۔ اس پر بہت کچھ آشکار ہو جاتا ہے۔ اندھا ذاتِ الٰہی کی پہچان رکھتا ہے۔ اندھا' آواز سے شکل بنا لیتا ہے اور پہچانتا ہے۔ اندھا بعض اوقات آواز سے رنگ بنا لیتا ہے۔ تو یہ والی بات ہے' بس قدرت کے کمال ہیں۔ اندھا' رنگ کو ہاتھ لگا کے

بتا سکتا ہے کہ یہ کون سا رنگ ہے۔ ایسا اندھا دیکھا گیا ہوگا' شاید آپ نے نہ دیکھا ہو۔ یعنی وہ ہاتھ لگا کے بتا سکتا ہے کہ یہ سبز رنگ ہے۔

سوال:

اس نے تو سبز رنگ دیکھا ہی نہیں ہوا۔

جواب:

بات یہ ہے کہ سبز رنگ کی اپنی Radiation الگ ہے تو وہ اس Radiation کو سبز رنگ کہتا ہے۔

سوال:

جس طرح پورے آدم کا ضمیر ہے اسی طرح پورے آدم کا ایک شعور ہے' کیا اس میں سب کا حصّہ ہے؟

جواب:

لو یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا کہ دیکھنے والی آنکھ یہ نہیں ہے بلکہ دیکھنے والے آنکھ شعور ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اندھا جو ہے وہ اندھا نہیں ہوتا بلکہ اندھا تو وہ ہوتا ہے جو دیکھ رہا ہو لیکن نہ دیکھ رہا ہو۔ اور اگر اندھا باشعور ہے تو ملٹن بن کے قوم کی راہنمائی کرے گا اور ساری قوم کو راستہ بتائے گا۔ اندھا جو ہے وہ آواز کا تو لکھ سکتا ہے لیکن جب وہ اشکال لکھتا ہے تو یہ سوچنے کا مقام ہے۔ کچھ اندھے جو مشہور شاعر یا موسیقار تھے وہ By Birth اندھے نہیں تھے مگر یہ سارے کے سارے وجدان میں پل رہے ہوتے ہیں اور ضمیرِ آدم کے حساب سے پل رہے ہوتے ہیں۔

سوال:

شاید وہ کچھ Imagine کر لیتے ہوں۔

جواب:

Imagine کرنے کی بات نہیں کیونکہ الہام جو ہے وہ Imagine نہیں ہوتا۔ بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں جو آپ Imagine نہیں کرتے اور آپ پر آشکار ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آنکھیں عام طور پر آنکھیں نہیں ہوتیں' اس کے علاوہ بھی آنکھیں ہیں۔ دنیا میں بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ جس میں ظاہری حواس کہتے ہیں کہ اس میں باطن بھی ہے۔ تو بہت سارے لوگوں کا باطن کھلا ہوتا ہے۔ اس میں کیا حرج ہے اور کیا بحث ہے۔ لوگوں میں اس کے علاوہ بھی صلاحیتیں ہوتی ہیں مثلاً لوگ یہ دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ بات کیا ہے۔ دیکھے بغیر بھی بتا دیتے ہیں۔ آپ حکمت یا میڈیکل سائنس کو دیکھ لیں۔ حکیم اجمل صاحب کا ایک واقعہ ہے۔ ان کے کلینک میں ایک شخص باہر بیٹھا ہوا شور مچا رہا تھا کہ میری باری نہیں آ رہی' کتنی دیر ہو گئی۔ اندر سے حکیم صاحب نے نسخہ لکھ کے بھیج دیا کہ اُسے دے دو۔ اُسے کہا گیا کہ یہ تیرا نسخہ ہے۔ اس نے پھر شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں تو باہر بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تیری آواز سے پتہ چلتا ہے کہ تجھے یہ یہ بیماری ہے۔ اور وہ وہی بیماری تھی ـــــــــ

سوال:

آپ کو ہم سب کا پتہ ہوتا ہے' تو یہ کیسے پتہ چلتا ہے۔

جواب:

مجھے سب کا اس لیے پتہ چلتا ہے کہ جو آدمی اور طرح کا ہوتا ہے وہ اور طرح سے بیٹھتا ہے اور جو اس طرح کا ہوتا ہے وہ اس طرح بیٹھتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً سوال کے اندر جو "کچہ پن" ہوتا ہے مجھے وہ بھی پتہ چلتا ہے' سوال کے اندر جہاں Sophistication ہوتی ہے وہ بھی پتہ چلتی ہے' سوال جہاں حد سے باہر نکل رہا ہوتا ہے وہ بھی پتہ چلتا ہے اور جہاں شرارت میں داخل ہو رہا ہوتا ہے وہ بھی پتہ چلتا ہے۔ تو پتہ ضرور چل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر یہ پتہ نہ چلے اور سامعین میں Intellect کا وزن بڑھ جائے تو کسی مقرر کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ یعنی کہ جب یہ پتہ چل جائے کہ میں جانتا نہیں ہوں کہ کن سے بات کر رہا ہوں اور یہ بڑی بات ہے تو وہاں ایڈریس کرنے کا حکم ہی نہیں ہے۔ تو پتہ چل جاتا ہے۔ خاص طور پر اس آدمی کا مجھے پتہ چل جاتا ہے جو خیال سے باہر جانا چاہتا ہے۔ راستہ میں نے رکھا ہوا ہے پنجرے کو کھولنے کے لیے اور اس کو اڑنے کے لیے موقع دیا ہوا ہے۔ اگر اُڑنے کا موقع دے دوں اور وہ نہ اڑے تو پھر اس کو اندر پابند رکھتا ہوں لیکن اندر وہ "چوگ" نہیں لیتا۔ پھر بات مشکل ہو جاتی ہے۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون آدمی کیا ہے۔ یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہے' مخلص ہے۔

سوال:

اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟

جواب:

یہی تو سارا علم ہے اور یہی تو بات ہے۔اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہونے اور ذات کے ساتھ Sincere نہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔اپنی ذات کے ساتھ Sincere اس کو کہتے ہیں جو ان instruments کے ساتھ وفادار ہو جن کے ساتھ اس کا واسطہ ہے۔مثلاً لین دین ہے۔آپ کا لین دین ہے آپ کے بچے اور ان کی ممی' ایک گھر اور چھوٹی سی وابستگی۔اگر ان کے ساتھ آپ Sincere نہیں ہیں تو پھر اپنے ساتھ Sincere نہیں ہیں۔

سوال:

جو اپنے گھر اور بچوں کے ساتھ Sincere نہ ہو اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:

اس کا علاج آپ نے کرنا ہے۔جب کوئی Unsincere بندہ مل جائے تو Sincere آدمی کا کام یہ ہے کہ اس کے لیے دعا کرے' اس کے لیے Hospitable ہو جائے' Hospitality کو Show کرے۔اگر کوئی کبوتر اُڑ جائے تو اس کو پکڑنے کے لیے کس طرح جاتے ہیں؟ پیار کے ساتھ اور محبت کے ساتھ۔اُس کو ڈرانا نہیں ہے۔الزام تراشی نہ کرو اور آرام سے' مانوس کر کے لے آؤ' جو چیز اس کو مائل کرے اس کے ذریعے لے آؤ۔

سوال:

اس کے لیے تو بڑا صبر اور حوصلہ چاہیے' یہ Tolerance اور Patience کیسے ہو؟

جواب:

اس کے لیے کچھ Tolerance اور Patience تو چاہیے لیکن اللہ کا فضل بھی چاہیے۔ یہ سوچو کہ وہ شخص کیوں دور ہو گیا۔ جب ہاتھ آئی نعمت موجود تھی تو قدر نہ کی گئی ہوگی۔ اگر اس کے جانے کے بعد اس کی یاد آئی ہے تو کیا آئی ہے۔ اگر اب یاد آ گئی ہے تو پھر دعا کرو۔ دعا کے ذریعے کھوئی ہوئی منزل آپ واپس لوٹا سکتے ہیں۔ آپ دعا کرو' غصہ نہ کرو۔ اگر ایک عورت اپنے میاں کا انتظار کر رہی ہے اور وہ آدھی رات دیر سے گھر آیا۔ جب وہ آ گیا تو انتظار ختم ہو گیا' اب اُسے راضی ہو جانا چاہیے مگر وہ لڑائی شروع کر دیتی ہے کہ تم دیر سے کیوں آئے ہو۔ جس کے لیے آپ میں بیتابی تھی اور وہ آخر آ گیا تو اب اس پر راضی ہو جا۔ تو وہ راضی نہیں ہوگی بلکہ لڑائی شروع کر دے گی اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا۔

سوال:

لڑتے اس لیے ہیں تاکہ اس کو سبق ملے ______

جواب:

اس کو ایسا سبق ملے گا کہ پھر وہ واپس ہی نہیں آئے گا۔ اتنی دیر بعد آیا ہے اور آگے سے یہ ہوا تو وہ گرمی کھا کے چلا جائے گا۔ اس لیے اس کا دھیان کرو اور اس کو راضی کرو۔ وہ اگر گھر میں آیا ہے تو اسے جہنم سمجھ کے بھاگ نہ جائے۔

سوال:

لیکن اتنے دن اس نے جو تکلیف پہنچائی ہے اس کا کیا ہوگا؟

جواب:

اس نے تکلیف تو پہنچائی ہے لیکن کسی اور مقام پر جا کر اُسے راحت ملی ہے۔ راحت کیسے ملتی ہے؟ لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر نفلی قسم کے ریسٹورنٹ میں چلے جاتے ہیں تو بیرا کہتا ہے جناب کیا کھائیں گے؟ وہ کہتا ہے کہ بسم اللہ لے آؤ۔ مقصد یہ کہ غیر کے ہاتھ سے کھانا کھا لیتے ہیں۔ تو کسی نے اس کو آسودہ کیا ہے، کسی نے اس کا استقبال کیا ہے تو وہ وہاں چلا گیا۔ آپ نے اس کے لیے ہمیشہ ابتلاء پیدا کی ہے، غصہ کیا ہے اور ڈانٹا ہے۔ آپ اس سے بہتر سلوک کریں، آنے والے کا استقبال کریں۔ اب ایک دفعہ چابک ہٹاؤ، اُسے کچھ نہ کہو، چھوڑ دو، معاف کر دو۔ عین ممکن ہے کہ بھولا ہوا گھر آ جائے۔

سوال:

میرے لیے فضل کی دعا کیا کریں۔

جواب:

فضل کی دعا ہے۔ میں ان سب سے بھی کہتا ہوں کہ دعا کریں۔ آپ سب لوگ دعا کریں۔ دعا ان کا حق ہے۔ آج میں آپ سے کہتا ہوں کہ ان کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے، سب لوگ سب کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ پہلی دعا تو یہ کرو کہ ہر آدمی جو یہاں موجود ہے اس کا گھر اس کے لیے آسودہ رہے۔ یہ دعا دل سے کرو۔ اگر دعا منظور نہ ہوئی تو پھر آپ سے لڑائی ہے۔ دعا کرو کہ سب کے لیے آسانی ہو جائے، گھر آپ کے لیے آسودہ ہو جائے۔ جو بھی آپ کا ساتھی بن گیا ہے اب وہ ساتھ پورا ہونا چاہیے۔ والدین کے لیے دعا کرو کہ

ان کی اولاد ان کے لیے خوشیاں لائے اور ان کے والدین ان کے لیے دعا کریں۔ گھر کے حالات کے لیے دعا کیا کرو کہ آمدن کے ذرائع نیکی کے طور پر بڑھیں' ناجائز نہ ہوں بلکہ نیکی کے طور پر بڑھیں اور آپ کو سماج میں عزت ملے اور آنے والے دور میں مرتبہ بھی ملے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش نہ آئے۔ سب لوگ سب کے لیے دعا کرو کہ آزمائش نہ آئے۔ دعا کرو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بے باکیاں کرتے ہیں کہیں وہ گستاخیاں نہ بن جائیں۔ یا رب العالمین تو مہربانی فرمانا اور ہمارے لیے رحم کی نگاہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے لیے درود بھیجا کرو اور ضرور یاد سے درود بھیجا کرو۔ روزانہ ایک تسبیح درود کی ضرور پڑھا کرو۔ یہ بہت ہی ضروری بات ہے۔ جو آدمی غلطی کرے اسے معاف کر دیا کرو۔ آئندہ آنے والے کے لیے Hospitality کو Show کرو' اُسے کہو کہ آپ کی مہربانی۔ بھولا ہوا اگر شام کو آتا ہے تو اُسے شام ہی کو واپس نہ بھیج دو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ بھولے ہوؤں کو گھر آنے دو' ان پہ رحم کرو۔ رحم کرنے سے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر احسان کرو۔ ایک دوسرے کی صحت کے لیے دعا کرو' میاں' بیوی کی صحت کی دعا کرے اور بیوی' میاں کی صحت کے لیے دعا گو رہے۔ یعنی دونوں' دونوں کی صحت کے لیے اور سارے لوگ سب کی صحت کی دعا کریں۔ ورنہ تو آپ کو پتہ نہیں ہے کہ ایک آدمی نے چیت میں کھیت خریدا مگر اب تو موسم ہی دوسرا ہے۔ تو اگر آپ چیت میں ملے ہیں اور اب موسم بدل گیا ہے تو آپ لوگ ذرا دھیان کے ساتھ سفر کریں' خیال کے ساتھ سفر کریں۔ کیونکہ اگر اب چیت آ گیا ہے تو فصل کٹنے کا

موسم ہے۔تو آپ لوگ دعا کیا کریں۔آج نہیں تو پانچ سال بعد پھر اُداسی کی خبریں ہوں گی' کچھ سال بعد ہی سہی۔یہ جو محفل ہے As it is' اس میں آہستہ آہستہ تخفیف ہوگی' ایک دوسرے کے ساتھ غم کی کہانی ہوگی۔تو آپ آپس میں محبت کرلیا کرو۔ایک دوسرے کے ساتھ دکھ بانٹا کرو۔دل کی بات کیا کرو۔کھل کے بولا کرو۔اللہ پر راضی رہا کرو جیسے بھی ہو راضی رہا کرو۔اللہ کے بندوں پر اور جو شادی کی شکل میں آپ سے وابستہ ہیں' ان پر راضی رہا کرو۔اپنے گھر پر بھی راضی رہا کرو۔عبادت جیسے بھی آتی ہے کرتے رہا کرو۔کسی کو دکھاؤ نہ کہ عبادت کیسی ہے۔جیسی آتی ہے کرتے جاؤ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر آنکھ اُٹھا کے دیکھو' اللہ کا چہرہ ہے۔بس آپ چلتے جاؤ' عبادتیں کرتے جاؤ' دعائیں کرتے جاؤ۔آپ کو میں دین کی آسانی کی بات بتاتا ہوں کہ دین پر بحث نہ کرو۔دین کو مباحثہ نہ بناؤ' دین جو ہے یہ رعایت کا نام ہے یعنی اللہ سے رعایت لینا۔آپ اللہ پر راضی ہو جاؤ' وہ تم پر راضی ہو جائے گا۔آپ کے ہاتھ میں جو قوت ہے وہ خیرات کیا کرو۔خیرات کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔

دوسرے کی غلطی کی معافی کی خیرات کرو

اب بتائیں اور سوال کیا ہے؟

سوال:

دل سے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟

جواب:

آپ جس چیز کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہ چیز' آپ اور اللہ' ایک مقام

پر ہیں ناں۔ اگر اس وقت اللہ آپ سے یہ کہے کہ میں تیری عبادت منظور کرتا ہوں اور تو زندگی کی باقی ہر چیز چھوڑ دے تو اُس وقت راضی ہو جاؤ۔ میری بات سمجھ آئی؟ کہ دل سے دعا کا مطلب کیا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تب آپ کے دل میں صرف وہی بات ہو جو آپ مانگ رہے ہیں۔ اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ اس وقت آپ اللہ کے آگے دل سے دُعا کر رہے ہیں اور آپ کے سامنے آپ کے گھر سے چور چوری کر رہا ہے' تو آپ اس وقت اسے کچھ نہ کہیں' کیونکہ آپ دل سے دعا کر رہے ہیں اور آپ کا دل اس وقت دعا میں اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس وقت آپ کو ہر بات سے غافل ہونا چاہیے۔

سوال:

ایسا وقت تو بہت کم آتا ہے۔

جواب:

تو دوسرے وقت میں آپ ایسی دعا نہ کیا کریں۔ جب ایسا وقت آئے تو آپ ضرور دعا کرنا۔ ایسا وقت اللہ کی طرف سے کبھی کبھی آتا ہے۔ آپ ایک دعا کے ساتھ دوسری دعائیں شامل نہ کیا کریں۔ اتنی بات تو سمجھ لو۔ دل سے دعا کیا ہے؟ صرف وہی دعا کرنا۔ آپ لسٹ نہ بنائیں کہ یا اللہ ایک دعا تو یہ ہے ایک وہ ہے ـــــــ یہ نہ کرنا۔ ایک ہی دعا ہو۔

سوال:

آپ ہمیں کوئی آسان سی دعا بتا دیں۔

جواب:

آسان دعا یہ ہے کہ یا اللہ مجھے اپنے آپ پہ راضی کر اور تو مجھ پر راضی ہو جا۔ یا اللہ میری زندگی کو میری پسند بنا تا کہ میں بھی اسے پسند کروں اور تو بھی اسے پسند کرے۔ یا اللہ مجھے میری زندگی پر کوئی گِلہ نہ رہے اور تو بھی بعد میں ناراض نہ ہونا۔ آپ لوگ راضی رہیں۔ اللہ کا منشا یہی ہے کہ آپ راضی رہیں۔ اللہ نے آپ کو انسان بنایا' اشرف المخلوقات بن کے آپ دکھا دو۔ یہ بحث کبھی نہ کرنا کہ Is this the man the Lord God created? ہاں یہی آدمی ہے وہ۔ تو آپ اشرف بن کے دکھائیں۔ اس نے آپ کو Intellect دی ہے' آپ اچھا سلوک دکھائیں۔ اس نے دین دیا ہے' آپ عمل کر کے دکھائیں۔ آپ ابھی تک بحث سے ہی فارغ نہیں ہوئے اور وقت ختم ہو رہا ہے' میلہ ختم ہو رہا ہے' آپ کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ چیت کا فصل آ گیا ہے۔ تو آپ دھیان کرو۔ بحث کرتے کرتے نہ تم وہ تم رہے اور نہ وقت وہ وقت رہا۔ Intellect ہوتی ہے تو شریر بچہ اچھا لگتا ہے' جوان بھی شرارت کرتے اچھا لگتا ہے لیکن ایک بڑھا' ضدی اچھا نہیں لگتا۔ تو زندگی میں کئی وقت ہوتے ہیں' گناہ کے وقت ہوتے ہیں' نیکی کے وقت ہوتے ہیں' بڑے اچھے وقت ہوتے ہیں اور پھر رخصت کی تیاری کے وقت ہوتے ہیں۔ ایک عمر کے بعد رخصت کی تیاری کا وقت ہونا چاہیے۔ میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خوش رکھے اور ہمیشہ خوش رکھے' اور آپ لوگوں پر آپ لوگوں کے لوگوں کو بھی خوش رکھے۔ تو یہ دعا بھی کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر آپ لوگوں کے جو لوگ ہیں

انہیں خوش رکھے۔ اللہ آپ کو خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو ناراض ہو کے جانے والے لوگ ہیں وہ راضی ہو کے گھر واپس آ جائیں۔ اگر کسی وجہ سے زندگی میں تکلیف ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دور کرے تاکہ آپ کے گھر جو ہیں' وہ چمن آباد ہوں اور آشیانے آباد ہوں۔ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' اپنا فضل کرے' اپنے حبیب پاک کا راستہ دکھائے۔ یارب العالمین ہماری جو بے باکیاں ہیں انہیں گستاخی نہ سمجھنا' ہم سادہ سے بندے ہیں' تیرے بندے ہیں' تیرے عاجز ہیں' تیرے ساجد بھی ہیں' کبھی کبھی تیرے طالب بھی ہیں' وہاں ہم بے باکی کر جاتے ہیں ورنہ تو ہم عاجز بندے ہیں۔ ہم پر آپ مہربانی فرمائیں ـــــــ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین۔ ـــــــ

آمین ـــــ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

سوالات

1. ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ______
2. غیبت کے بارے میں بتادیں ______
3. آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟
4. جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

سوال:

ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ـــــــ

جواب:

ہاں مستقبل روشن ہے' روشن مستقبل کا ثبوت تو ہوتا نہیں ہے بلکہ روشن مستقبل صرف تسلیم ہوتا ہے۔ گنتی کی چند باتیں آپ لوگ یاد رکھ لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی ایسا دَور زندگی میں نہیں آئے گا کہ اچھائی کا راستہ بند ہو جائے یا برائی کا راستہ بند ہو جائے۔ اچھے آدمی کے لیے اچھا راستہ ہر وقت Available ہوتا ہے اور برے آدمی کے لیے بُرا راستہ Available ہوتا ہے اور برائی کا راستہ بند بھی ہو سکتا ہے اگر نیکی چاہے تو ـــــــ لیکن نیکی کا راستہ بند نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے فیصلہ کر لیا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے معاون ہیں' خادم ہیں' ان لوگوں کا راستہ رک نہیں سکتا۔ گویا کہ نیک آدمی کا مستقبل کبھی تاریک ہو ہی نہیں سکتا' چاہے دنیا سے سورج چلا ہی جائے' نیک آدمی کی رات بھی نیک' نیک آدمی کا دن بھی نیک' نیک آدمی کی رات بھی روشن اور نیک آدمی کا دن بھی روشن' بلکہ رات دن سے زیادہ روشن۔ تاریکی کے زمانے

میں جگنو زیادہ روشنی دے گا۔ تو نیکی روشنی ہے' اس کو Further روشنی کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے یا حالات کی سازگاریت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ حالات ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو لوگ نیک گروپ میں تو شامل ہوتے ہیں لیکن نیک نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں فلاں گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں' اس گروپ کے حالات پتہ نہیں کیا ہیں' اس سے شاید میری نیکی مسدود ہو جائے۔ تو انفرادی طور پر نیکی مسدود نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ ایک سٹیج آتی ہے کہ آپ کو مصلیٰ بچھانے کی جگہ نہ ملے۔ تو پھر آپ دل میں بچھا لیں کیونکہ اللہ Visible نہیں ہے۔ شکر کرو' نظر تو آتا نہیں ہے اور نہ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ آپ کے خیال کے ساتھ اللہ ہے' اللہ کا خیال ہی اللہ ہوتا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کا خیال حالات کی وجہ سے بند ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا' فاقے میں یادِ الٰہی نہیں بھولتی' کوئی مر جائے تو پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ کہ اللہ کی مرضی ہو گئی' یہ کوئی نہیں کہے گا کہ صحت خراب ہو گئی یا یہ ہو گیا بلکہ اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ کی حد قبرستان سے شروع ہوتی ہے۔ تو اللہ کا علاقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا' دنیا کے علاقے ختم ہو گئے' ایل ڈی اے ختم ہو جائے گا' کچھ اور ختم ہو جائے گا مگر اللہ کا علاقہ ختم نہیں ہوگا' ہندو کے دور میں ختم نہیں ہوگا' کافر کے زمانے میں بھی ختم نہیں ہوگا۔ لہٰذا نیک لوگوں کے لیے' مومن مسلمانوں کے لیے روشن مستقبل ہے۔ یادِ الٰہی محدود زندگی کے اندر آپ کو چاہیے۔ اس کے لیے یہ شرط نہ لگانا کہ اللہ لامحدود ہے اور اس کے لیے میری لامحدود زندگی ہو تو پھر میں یاد کروں' محدود زندگی میں

پیغمبر اپنی پیغمبری کا دَور پورا کر گئے' علیہم السلام۔ اور وہ جو پیغام لانے والے تھے وہ اپنا پیغام پورا دے گئے' نبی ہو گئے اور ولی' ولی ہو گئے اور زندگی اتنی مختصر رہی۔ میرا خیال ہے کہ کسی ولی کی تعریف میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ He lived a long life. یعنی وہ ولی تھے اس لیے وہ نوّے سال رہے۔ تو یہ ولایت کا ثبوت نہیں ہے۔ ولایت کا ثبوت کیا ہے؟ کہ مختصر زندگی' جتنی بھی ہے اس کے اندر کسی زمانے میں ان کو یادِ الٰہی میں غافل نہیں پایا گیا' کسی زمانے میں ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں دیکھا گیا اور کسی زمانے میں رخ ان کا غلط نہیں ہوا۔ یہ تو آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ زمانے کون سے تھے' دوپہر کا زمانہ تھا کہ رات کا زمانہ تھا' برسات کا تھا کہ بہار کا۔ اللہ والا جو ہے وہ اللہ والا رہتا ہے کیونکہ اللہ اس کے خیال کے ساتھ ہے۔ خیال جو ہے وہ اس نے قائم رکھا ہوا ہے اس لیے اللہ جو ہے مکمل طور پر ان کے ساتھ ہے اور اللہ کے ساتھ مشاہدوں کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ مرنے کے بعد۔ اس لیے جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں زندگی میں دیکھنا چاہتا ہوں تو پھر بزرگ کہتے ہیں کہ تو زندگی میں مَر جا۔ کہتے ہیں کہ قبرستان سے اس کی حد شروع ہو گی مگر وہ کہتا ہے کہ میں قبرستان کو نہیں مانتا' مجھے ابھی چاہیے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک طریقہ ہے کہ تُو زندگی میں مَر جا۔ کہتا ہے کہ زندگی میں ہم کیسے مَر سکتے ہیں' آپ بتاؤ' تو سہی۔ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد نہ رشتے داروں کا Visit کیا جاتا ہے' نہ دعوتیں قبول ہوتی ہیں نہ الیکشن کمپین ہوتی ہے' نہ تقریر ہوتی ہے۔ آپ اس زندگی میں الیکشن کمپین بند کر دو' تقریریں بند کر دو اور رشتے داروں کے پاس جانا بند کر دو۔ مرجانے والا ایک

خیال میں پڑا ہوتا ہے۔ تو تم بھی ایک خیال میں پڑ جاؤ۔ مرنے والے کو کھانے پینے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ تو آپ بھی کھانے پینے کا کبھی فکر نہ کرو۔ کہتا ہے کہ کھانے پینے کا فکر نہ کریں تو پھر مَر ہی جائیں گے۔ کہتا ہے کہ مَر تو پہلے ہی گئے ہیں آپ' اب کیا کھانا ہے۔ آپ نے مرنے کا تو پروگرام بنایا ہے' لہٰذا مرنے سے پہلے مرنے کا فارمولا جو ہے وہاں سے اللہ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک پوری بات کا پتہ نہ چلے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں کھاؤں گا کیسے؟ اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی طاقت جو ہے یہ کھانے سے نہیں ہے' طاقت اللہ کے حکم سے ہے۔ کھا کھا کے لوگ کمزور ہو گئے۔ کھا کھا کے مَر گئے مگر طاقت نہ آئی۔ طاقت بہر حال اللہ کے اَمر سے ہے۔ کون سا اَمر ہوتا ہے کہ کھانا طاقت بن جاتا ہے؟ یہ اللہ کو پتہ ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو قادر مان لیا تو قادر سے محبت قدرت کا جلوہ ہے۔ اب آپ نے قدرت کا جلوہ دیکھنا ہے یا حالات کے جلوے دیکھنے ہیں۔ یہ ایک پوائنٹ یاد رکھنے والا ہے کہ قدرت کا جلوہ دیکھنے والے حالات کی زد میں نہیں ہوتے۔ ان کے لیے حالات کیا شے ہیں۔ حالات کا جو تھپیڑا ہے' آیا ہے اور گیا ہے۔ اگر آپ کو خوشی دے دی جائے اور آپ کا محبوب' کوئی عزیز' چلو دوست ہی لے لو' بہت پیارا دوست ہے' اس کے بارے میں کوئی کہے کہ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے دے دیتے ہیں اور دوست آپ کا مار دیتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' جدائی قبول نہیں ہے۔ حالانکہ آپ گِلہ کر رہے تھے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اب پیسہ آپ کو دیتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کے بچے لے جائے خدانخواستہ اور آپ کو دو کروڑ روپیہ دے جائے تو آپ

خیال میں پڑا ہوتا ہے۔ تو تم بھی ایک خیال میں پڑ جاؤ۔ مرنے والے کو کھانے پینے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ تو آپ بھی کھانے پینے کا کبھی فکر نہ کرو۔ کہتا ہے کہ کھانے پینے کا فکر نہ کریں تو پھر مَر ہی جائیں گے۔ کہتا ہے کہ مَر تو پہلے ہی گئے ہیں آپ' اب کیا کھانا ہے۔ آپ نے مرنے کا تو پروگرام بنایا ہے' لٰہذا مرنے سے پہلے مرنے کا فارمولا جو ہے وہاں سے اللہ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک پوری بات کا پتہ نہ چلے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں کھاؤں گا کیسے؟ اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی طاقت جو ہے یہ کھانے سے نہیں ہے' طاقت اللہ کے حکم سے ہے۔ کھا کھا کے لوگ کمزور ہو گئے۔ کھا کھا کے مَر گئے مگر طاقت نہ آئی۔ طاقت بہرحال اللہ کے اَمر سے ہے۔ کون سا اَمر ہوتا ہے کہ کھانا طاقت بن جاتا ہے؟ یہ اللہ کو پتہ ہے۔ لٰہذا جب اللہ کو قادر مان لیا تو قادر سے محبت قدرت کا جلوہ ہے۔ اب آپ نے قدرت کا جلوہ دیکھنا ہے یا حالات کے جلوے دیکھنے ہیں۔ یہ ایک پوائنٹ یاد رکھنے والا ہے کہ قدرت کا جلوہ دیکھنے والے حالات کی زد میں نہیں ہوتے۔ ان کے لیے حالات کیا شے ہیں۔ حالات کا جو تھپیڑا ہے' آیا ہے اور گیا ہے۔ اگر آپ کو خوشی دے دی جائے اور آپ کا محبوب' کوئی عزیز' چلو دوست ہی لے لو' بہت پیارا دوست ہے' اس کے بارے میں کوئی کہے کہ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے دے دیتے ہیں اور دوست آپ کا مار دیتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' جدائی قبول نہیں ہے۔ حالانکہ آپ گلہ کر رہے تھے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اب پیسہ آپ کو دیتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کے بچے لے جائے خدانخواستہ اور آپ کو دو کروڑ روپیہ دے جائے تو آپ

کہیں گے کہ ہمیں دو کروڑ نہیں چاہیے ہمیں بچے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کی بقاء چاہیے' حالات کی فراوانی نہیں چاہیے۔ اللہ سے اگر محبت ہو جائے تو پھر آپ کو کیا چاہیے' یہ محبت دے کر آپ کون سے حالات مانگتے ہو اور محبت کے لیے کون سے وسیلے ضروری ہیں؟ آپ بولو۔ کیا اللہ سے محبت کے لیے پیسے ہونے چاہئیں' سفید کپڑے ہونے چاہئیں' کالی شلواریں ہونی چاہئیں' پیلا رومال ہونا چاہیے؟ نہیں۔ آپ یہ کہیں کہ محبت اس کی مہربانی ہے اور وہ محبت کرا دے تو محبت ہو گی۔ اس کے لیے حالات کی بات نہیں ہے۔ اب جو شخص محبت کو حالات سے شروع کرتا ہے تو وہ شخص تو محبت سے پہلے ہی محروم ہو گیا کیونکہ محبت نے آپ کو حالات سے غافل کرنا تھا اور آپ حالات لے کے محبت کی طرف چلے آئے۔ ''ہم اللہ سے محبت کرنے آئے ہیں'' اور پہلے یہ کام کرتے ہیں کہ پیسے جیب میں ہیں کہ نہیں ہیں' بلکہ پیسے ہاتھ میں رکھو' کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے پیسے ہاتھ سے گم کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح تو آپ اللہ سے محبت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے پاس جانے والا جو ہے وہ تو حالات کو چھوڑ کر گیا ہے۔ حالات کا گِلہ کہاں پر ہوتا ہے؟ جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ حالات کا کارساز آپ نے کسے مانا؟ اللہ کو۔ اور آپ کدھر جا رہے ہو؟ اللہ کے پاس۔ جب اس نے کام اُلٹا پلٹا کر دیا تو پھر کام ٹھیک ہو گیا۔ جب اللہ نے کیا ہے تو ٹھیک ہے اور جو تم نے کیا ہے وہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو کارساز مانو تو اُسی کو کارسازی کرنے دو' تم اس کی طرف راضی ہو کر چلتے جاؤ۔ پھر حالات ٹھیک ہیں' مستقبل ٹھیک ہے۔ مستقبل کس کا ٹھیک ہے؟ ٹھیک کا ٹھیک ہے۔ اچھے کا مستقبل اچھا ہوتا

ہے اور برے کا مستقبل برا ہوتا ہے۔ یہیں تو ہمارے ایمان کا آغاز ہوا کہ کافروں نے کہا کہ دیکھو ہم امیر لوگ ہیں' آپ لوگ ہمارے راستے پہ چلو ہم آپ کو مال دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ پر سونے کا پہاڑ رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاندی کا پہاڑ رکھ دو' سورج رکھ دو' ستارے رکھ دو' چاند رکھ دو' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم چھوڑیں۔ کیونکہ ہم کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں تم کار کی بات کر رہے ہو' کام یا کار کی بات کا ہم نے کیا کرنا' ہم تو کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں' وہاں ہمیں اس بات کو سوچنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہمیں کس حال میں رکھے۔ لہٰذا اللہ کی محبت جو ہے وہ ہمیں جس حال میں رکھے راضی رہنے کا نام ہے' گلے کا نام ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا سمجھے؟ یہ کہ انسان راضی رہے۔ چاہے اللہ جس حال میں رکھے یہ اس کی رضا ہے' اب خطرہ اس کو کوئی نہیں ہے۔ خطرہ صرف ایک چیز کا ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد سے میں غافل نہ ہو جاؤں' جو غافل ہے وہ حالات کی زد میں ہے' اور جو یاد میں ہے اس کے حالات صحیح ہو گئے۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جب یہ دیکھا جائے کہ آپ کے خیال کے مطابق ایک ایسا وقت آ رہا ہے جس سے اسلام ختم ہو جاتا ہے' خدانخواستہ' اگر یہ تمہیں سمجھ آ جائے کہ اسلام ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے تو سمجھو کہ ختم نہیں ہونا کیونکہ اللہ نے ختم ہونے ہی نہیں دینا۔ بڑے بڑے لوگ آئے' بڑے بڑے واقعات ہوئے' اسلام کے لشکر کے کل دو آدمی رہ گئے' لگتا تھا اب اس کے بعد اسلام ختم ہو جائے گا مگر یہ نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی مثال بتائی ہے کہ جب حضور پاک ﷺ غار میں تشریف رکھتے تھے تو عین اُسی مقام پر وہ

قافلہ پہنچ گیا جو آپ کی تلاش میں آیا تھا۔ تو ایک مکڑی کے جالے نے سارا کھیل بنا دیا۔ اگر وہیں خدانخواستہ ملاقات ہو جاتی تو اسلام ختم ہو گیا تھا۔ تو اسلام ختم نہیں ہو سکتا' کہیں مکڑی کا جالا آ جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' کہیں کوئی اور واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسلام ختم ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ نہ اسلام ختم ہوا اور نہ اس نے ختم کیا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ختم نہیں کرنا۔ تو مسلمان ختم کیسے ہو گا۔ مسلمان بھی قائم ہے۔ اور اگر عقیدے کے ساتھ اُس کی موت ہے تو شہادت ہے' عقیدے کے علاوہ موت ہے تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان تو مرتا نہیں ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہی ہے۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ اب دشمن کا لشکر مسلمانوں سے ہٹ کے کعبے کی طرف حملہ کرنے جا رہا ہے تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب تماشہ دیکھو۔ کہتا ہے کہ اب پتہ لگے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنا کھیل دکھانا ہے۔ مقصد یہ کہ اب آپ کا کھیل ختم ہو گیا' اب اسلام کی طاقت کو دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے! مسلمانوں کی طاقت تو آپ نے دیکھ لی۔ اب اسلام کی طاقت دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے تو جلوہ آپ کو نظر آئے گا' ضرور آئے گا۔ یہ بات میں نے آپ کو پہلے لکھ کر بتائی تھی کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور جب آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔ جب آسمان گرتا نظر آ رہا ہے کہ اب انتہا ہو گئی ہے اور خانہ کعبہ کے قریب دشمن کی طاقتیں پہنچ گئی ہیں تو اب ٹھہر جاؤ' اب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ٹھیک کہا تھا کہ ہماری چابیاں ہمارے حوالے کرو' ہمارے اونٹ ہمارے حوالے کرو' پھر کعبہ جانے اور کعبے کا محافظ جانے۔ اب آپ اللہ

اللہ کرتے جاؤ اور پھر دیکھو کہ ہوتا کیا ہے۔ اس لیے اسلام کا مستقبل جو ہے وہ کبھی تاریک نہیں ہوتا بلکہ مستقبل روشن ہی ہے۔ مسلمان کے پاس اگر خطرہ آئے تو مسلمان دونوں باتیں جانتا ہے' خطرہ ٹالنا بھی جانتا ہے اور شہید ہونا بھی جانتا ہے۔ اس طرح مستقبل روشن ہے۔ اگر اسلام کے پاس خطرہ چلا جائے تو اسلام ہر صورت میں جانتا ہے۔ اسلام مالک کا نام ہے۔ اسلام کس کا نام ہے؟ مالک کا نام ہے۔ تو پھر کیا خطرہ ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ حالات کا مستقبل خراب ہے۔ تو جب تک مستقبل نہ آئے تب تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ اب یہاں ایک فلسفے کی بات ہے کہ دو انداز ہوتے ہیں' ایک Passive یا Negative یا Pessimist یعنی تاریک پہلو والا' کہ بالکل تباہی ہو جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ تباہی نہیں ہوگی۔ یہ دونوں جھوٹی باتیں ہیں کیونکہ کل ابھی آیا نہیں۔ وہ آدمی جو صرف تاریک پہلو میں رہتا ہے وہ تو آنے سے پہلے ہی مر گیا' پریشان ہو گیا۔ حالانکہ ہر ایک کو پتہ ہے' کیا پتہ ہے؟ کہ موت آئے گی' کسی کو شک ہے کوئی؟ پکی بات ہے۔ اگر کسی آدمی کو بتا دو کہ تیری موت سوا تین مہینے کے بعد آ رہی ہے' تو وہ آج ہی مرنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے مستقبل کو مخفی رکھا ہے۔ جس طرح آپ قربانی کا بکرا دیکھیں' چھری سے پہلے کھاتا پیتا ہے' رونق لگاتا ہے کیونکہ اسے کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ تو انسان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ آنے والے حالات کیا ہیں؟ آنے والا آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ کہتا ہے کہ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو جانے والوں سے فرصت نہیں مل رہی۔ مستقبل کے بارے میں اس وقت غور کرو

جب تم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا جانتے ہو ورنہ غور نہ کرنا کیونکہ ایمان چلا جائے گا۔ فقرہ میرا یاد رکھنا۔ کیا کہا میں نے؟ اگر کوئی کہے کہ کل کا سورج مجھے نکلتا نظر نہیں آ رہا تو اس کا ایمان تو یہیں سے چلا گیا۔ اب آپ کا ایمان چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں اور سورج نکلتا ہی رہتا ہے' کفر کی یلغاریں ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایمان سرفراز رہتا ہے بلکہ جتنا کفر زیادہ ہوگا اتنا ہی ایمان زیادہ افروز ہوگا ۔

یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را
فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را

کہتا ہے کہ تو مشکلات ذرا زیادہ کرتا کہ ہمیں جاگنے کا موقع ملے' ابھی تو مشکلات ہیں ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ بابا جی آپ کو کچھ فکر محسوس ہوا کہ خطرہ آ رہا ہے؟ بابا کہتا ہے کہ خطرہ محسوس ہوتا تو پھر میں ضرور جانتا' ابھی تو کوئی بات نہیں ہے ۔

ہنوز دلی دور است

ان کے لیے خطرہ نہیں ہے کیونکہ اگر خطرہ ہے تو وہ خود ہی ٹال لیں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ سے زیادہ مرتبے والے اور زیادہ جاننے والے انسان مطمئن بیٹھے ہوں تو آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر ابا حضور تشریف فرما ہیں تو بیٹا کیوں پریشان ہو رہا ہے۔ اب یہ نہ کہو کہ دشمن قریب آ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کرو اور انہیں اپنا کام کرنے دو۔ ان کے لیے تو اشارے کی بات ہے جس کے بارے میں کہا تھا کہ ۔

ہنوز دلی دُور است

اس کے لیے دلی دور ہے' دشمن پھر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو جہاں جاننے والے ہوں وہاں نہ جاننے والے کا پریشان ہونا ناجائز ہے۔ تو آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مرض ٹھیک ہو رہا ہے' مریض کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ تو مر رہا ہے' ڈاکٹر بہتر جانتا ہے اور ڈاکٹر پر اعتماد بہتر ہے۔ مستقبل کو جاننے والے اگر یہ کہہ دیں کہ مستقبل روشن ہے تو پھر یہ روشن ہے۔ اگر انہوں نے بچے کو دیکھ کر بتا دیا کہ یہ بچہ بڑے روشن ستارے والا ہے تو اس بچے نے ستارے تک پہنچنا ہے۔ تو دیکھنے والے نے پہلے بتا دیا کہ یہ روشن ستارہ ہے' یہ بہتر بچہ ہے' یہ طاقت ور بچہ ہے' یہ بڑا ہو کے بڑا بنے گا۔ اب بچہ کہتا ہے کہ میں تو نہیں ہو سکتا' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ جب بڑا ہو گا تو پتہ چلے گا کہ اس نے کیا بننا ہے۔

اب آپ یہ دیکھیں کہ انسان ایک مشین ہے' یہ فرض کر لیں۔ اگر اس مشین کے اندر ایک پرزہ ایسا ہے جسے اگر ذرا تبدیل کر دیا جائے تو بندہ بدل جاتا ہے۔ آپ اس پرزے کو دل کہہ لیں۔ اگر ایک بادشاہ خوش باش زندگی گزار رہا ہو' اس کے دل پہ اثر ہوا تو اس نے بادشاہی چھوڑ دی۔ اگر ایک انسان بڑے غصے والا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی واقعہ ہو گیا تو پھر اس کے بعد وہ مر ہی گیا کیونکہ دل ٹوٹ گیا۔ کہتا ہے جب میں نے یہ دیکھا کہ دوست کے ہاتھ میں خنجر تھا تو پھر میرا اعتبار ہی اُٹھ گیا اور اس کے بعد پھر کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ اسی طرح اگر کوئی اور پرزہ تبدیل کر دیا جائے تو کافر مومن ہو جاتا ہے۔ اس پرزے کو آپ نصیب کہہ لیں۔ تو وہ جو نصیب تھا اس کو تبدیل کر دیا تو وہ جو کافر تھا مومن ہونا شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ

اس کے بعد میرا ایمان قوی ہو گیا' فلاں آدمی نے ایک بات کی میرے کان میں تو پھر مجھے بات سمجھ آ گئی۔ مقصد یہ ہے کہ زندگی کے اندر LogicalSequence، تسلسلِ حالات کے علاوہ بھی کچھ واقعات ہیں جو حالات کا تسلسل بدل دیتے ہیں کہ انسان کدھر جا رہا تھا اور کہاں جا نکلا۔

منم محو خیال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی کہ بندہ کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے کیونکہ اندر سے پرزہ بدل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ آپ کے اندر ایسا پرزہ بدل دیا جائے کہ آپ مکمل سچے ہو جائیں پھر آپ اپنے آپ کو سب سے پہلے دیکھیں۔ پھر آپ کو اپنے اندر جو قباحتیں نظر آئیں گی' اس کا تدارک کون کرے گا؟ جب قیامت کا وقت ہو گا' حساب کتاب کا وقت ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہے؟ وہ تمہیں خود ہی سچا کر دے گا اور پھر تمہارے سامنے تمہارے اعمال نامے رکھ دے گا کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟ آپ کیسے کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ اب تو آپ اپنے آپ کو Defend کرتے ہیں مگر اس وقت آپ کیا بن جائیں گے؟ Witness of Prosecution۔ پھر آپ خود کو کہیں گے کہ یہ جھوٹا ہے' یہ مسجد سے جوتی چرانے گیا تھا' یہ تو حج کرنے نہیں گیا تھا بلکہ سامان خریدنے گیا تھا۔ تو آپ کے جھوٹ کے زمانے کا دفاع آپ کے سچ کے زمانے میں Prosecution ہو جاتا ہے۔ تب آپ ہی اپنے آپ کو پکڑ لیں گے۔ عام حالات میں اس کو ضمیر کہتے ہیں اور خاص زمانے میں اس کو فضل کہتے ہیں۔ اگر آپ پر اللہ کا فضل ہو جائے اور اللہ آپ کو سچا بنا دے تو آپ کو سب سے زیادہ خطرناک انسان اپنا آپ نظر آئے گا اور آپ خود ہی گواہی

دینے لگ جائیں گے کہ یا اللہ یہ تو جھوٹا بندہ ہے' یہ سارا ہی جھوٹ ہے' جو اس نے کام کیا وہ سارا ہی غلط تھا۔ وہ اپنے خلاف آپ ہی بولتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اب جھوٹے کے خلاف سچا بول رہا ہے۔ اس وقت سچے بھی آپ ہیں' جھوٹے بھی آپ ہی تھے۔ اب آپ کی جو سچی ذات ہے اگر وہ کبھی فوقیت میں آ جائے' تو وہ آپ کو اُڑا کے رکھ دے گی۔ تو دنیا میں ہونے والے واقعات آپ سے اتنے دور چلے جائیں گے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہی نہیں ہوگی ______ تو میں مستقبل کی پریشانی کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ جو آیا نہیں اس کے بارے میں پریشان کیوں ہو۔ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہو؟ کہتا ہے ابھی جانے والوں سے فرصت نہیں ملی۔ آپ وہ دیکھو جو آپ کر چکے ہو۔ جب کبھی آپ سے زیادہ جاننے والے لوگ موجود ہوں اور خاموش ہوں' اس وقت کم جاننے والے کو شور مچانے کا حق نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالیجاہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب وہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب طاقتیں خاموش ہیں تو کمزور نے کیا شور مچانا ہے۔ جب جاننے والا چپ ہو جائے تو لاعلم یا بے علم کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ دانا کی محفل میں کم از کم خاموشی تو کی جا سکتی ہے۔ مومن کے لیے مستقبل حالات کا نام نہیں ہے' مومن کے لیے مستقبل' حال اور ماضی اللہ کے ساتھ وابستگی کا نام ہے۔ اگر آپ کی توجہ میں اللہ نہ رہا تو حالات کی کیا اصلاح کر سکتے ہو اور اللہ کی سرحد کہاں سے شروع ہو رہی ہے یعنی اس کے علاقے کی سرحد؟ آپ کی موت سے۔ اگر اس زندگی میں اللہ کی سرحد چاہتے ہو تو موت کا Experience کر لو۔ موت کا Experience' اللہ کے قرب کا ایک Experience ہے۔ Vision of

Death جسے آپ کہتے ہوناں یہ بھی تقربِ حق کی ایک دلیل ہے Vision of death means vision of Divine بچوں کی ایک کہانی کسی نے لکھی تھی' آپ کو یاد ہوگا' اردو کی کتابوں میں آپ پڑھتے رہے ہو۔ کہانی یوں شروع ہوتی ہے کہ سال کی آخری رات تھی' ایک بوڑھا سر جھکائے ہوئے سوچ رہا ہے' ویرانے میں بیٹھا ہوا ہے' کھنڈرات میں بیٹھا ہوا ہے' سوچ رہا ہے کہ میں نے کون کون سا غلط کام کیا ہے' ماں باپ کی حکم عدولیاں کی ہیں' تعلیم کی غفلتیں کی ہیں اور کردار کے اوپر ناجائز تجاوزات کی ہیں' کردار کُشی کی ہے اور حالات خراب ہوئے' تباہیاں' بربادیاں' دھوکہ اپنے ساتھ' لوگوں کے ساتھ' ماں باپ کے ساتھ' حق تلفیاں کرتے رہے ہیں اور سماج میں عزت کی خاطر ہم اپنے کردار کو مسخ کرتے رہے ہیں' چہرہ خراب کر دیا' یہ ہو گیا' وہ ہو گیا' بہت بڑی پریشانی ہے' کاش یہ زندگی دوبارہ مل جاتی تو دوبارہ میں اچھی زندگی گزارتا۔ تو اسے سارے واقعات یاد آئے' پریشان ہے' رو رہا ہے۔ اتنے میں اس کو ایک روشنی کی کرن نظر آتی ہے' وہ روشنی آئی کیونکہ تاریک رات تھی۔ کہتا ہے تو روشنی کون ہے جو میری طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے؟ اس نے کہا میرا نام ہے اُمید' ہم امید کہلاتے ہیں' ہمارا کام ہے اندھیرے میں روشنی کرنا' یہ جو تو اندھیرے میں مبتلا ہے' تو ہماری بات غور سے سُن' سمجھ آ جائے گی' توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا اچھا توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں؟ اس بوڑھے نے توبہ کی۔ یک لخت کیا دیکھتا ہے کہ اس کو ماں کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھو آج تو عید کا دن ہے' تو ابھی تک سو رہا ہے اور تو تُو رو بھی رہا ہے ____ تو یہ ایک چھوٹے بچے کا خواب تھا۔ تو بچہ سمجھا کہ

اگر زندگی کو میں غلط کر لیا تو پھر وہی ہو گا یعنی میں مایوس بوڑھا بن جاؤں گا۔ بات سمجھ آئی؟ گویا کہ مایوسیوں کے اندر امید کے زمانے فضل کی آمد ہیں۔ اس لیے ایمان کس لیے ہے؟ یہی تو وقت ہے ایمان کا۔ سارے کے سارے مایوس ہوتے جا رہے ہیں' سارے اسلام کو چھوڑتے جا رہے ہیں' کفر کے اندر داخل ہوتے جا رہے ہیں' لوگ اتنے پریشان ہیں' یہ جو لوگ پریشان ہیں تو یہ تو نقلی ایمان پریشان ہے اور اصلی ایمان کا ہے کو پریشان ہو گا۔ کیا وہ موت سے ڈر رہا ہے؟ نہیں' وہ موت سے نہیں ڈرتا' ایمان نہیں ڈرتا موت سے۔ موت تو اس کو پرکھنے والی شے ہے' موت مر جاتی ہے اور بندہ زندہ رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ موت مجھے مار دے گی' ایک وقت کے بعد موت نے مر جانا ہے اور ہم نے زندہ ہو جانا ہے پھر جھگڑا کس بات کا؟ Ultimately تو میں نے زندہ رہنا ہے' میں ہی میں ہوں۔ آپ بات سمجھے؟ تو اس بات نے یہ ثبوت دیا کہ ایمان والے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ جب کبھی کسی جاننے والے پہ اللہ تعالیٰ یہ فضل کر دے کہ یہ واقعہ آنے والے زمانے کی بات ہے تو پھر وہ بتا سکتا ہے' ورنہ تو اس نے Future مخفی رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک پیغمبر پر فیوچر آشکار ہو گیا کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عذاب آنے والا ہے مگر عذاب نہیں آیا۔ پھر بڑی سخت پریشانی' پشیمانی اور سخت واقعات ہوئے جن سے وہ گزرتے گئے اور پھر مچھلی کے پیٹ میں واقعات ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ آپ نے تو مجھے دکھایا تھا تو اللہ نے کہا کہ دکھایا تو تھا مگر درمیان میں توبہ کرنے والے' معافی مانگنے والے' دعائیں کرنے والے' ہزار واقعات ہوتے ہیں' کتنی بار

تقدیر بدلتی ہے' مقدر جو ہے اتنی بار بدلتا ہے جتنی بار بندہ رجوع کرتا ہے۔ تو اٹل مقدر کیا ہے؟ تو اٹل مقدر تیرے رجوع کا نام ہے۔ اگر رجوع بدل گیا تو حالات بدل گئے۔ تو آپ کا رجوع نہ بدلے تو یہ سارے حالات جو ہیں یہ رجوع کے Tester ہیں۔ اگر رجوع نہ بدلے تو تمہارا مستقبل کیا اور حال کیا۔ کہتا ہے کہ ہم ایک ہی ہیں۔ کبھی آپ نے غم والا آدمی دیکھا ہے۔ اگر چار دن کے بعد پوچھو کہ کیسا موسم ہے تو کہتا ہے کہ اسی غم کا موسم ہے۔ محبت والے سے پوچھو کہ اب کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے اب بھی اسی کی یاد ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو چھ دن ہو گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ چھ ہزار سال ہو جائیں تب بھی اسی کی یاد رہے گی۔ یہ میں دنیاوی وابستگی کی بات کر رہا ہوں۔ اور اگر وابستگی حق ہو جائے تو پھر حالات کیا رہے یا خیالات کیا رہے' تو پھر الیکشن کیا ہے اور غیر الیکشن کیا ہے؟ تو یہ جھوٹی وابستگیاں ہیں' ووٹ کی محتاج ہیں اور سچ جو ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر اللہ ہے۔ وہ کہتا ہے ہم جا رہے ہیں' کامیابی کے ساتھ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہیں؟ اپنے Ultimate End کی طرف۔ رہ گئی ایک اور بات جو آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ ملک یا نہ ملک' وہ مالک ہے' چاہے تو ایک آدمی کے ذریعے قوموں کو بدل دے اور چاہے تو سولیڈروں کی وجہ سے قوم گمراہ ہو جائے۔ ایک امام نے "نا ہے اور وہ قوم کو فلاح دے گا اور ڈھائی لاکھ مسجدوں کے ڈھائی لاکھ امام موجود ہیں مگر قوم میں وہ بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علم کے لیے' صداقت کے لیے دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں حالانکہ یہ آپ کا اپنا کام تھا۔ جس قوم کے اندر بے شمار قائد پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ قیادت کا فقدان ہے' قیادت ختم ہو چکی

ہے۔اسلام میں ایسی قیادت ختم ہو جائے تو میرا خیال ہے بہت بہتر ہے' مبارک ہے تاکہ اب ہمارے اوپر اصلی قیادت آئے۔اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا اور اللہ کے حبیب ﷺ کے بندے اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد میں رہیں گے۔تو آپ کو کسی لیڈر یا قائد کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔اگر کوئی کہے کہ ایک قائد ہمیں ایسا چاہیے جو پانچ نمازوں کی جگہ تین کرا دے' بڑی سفارش چاہیے' میرا خیال ہے وہ آپ کو نہیں ملے گا۔آپ کو پتہ ہے وہ ایسا نہیں کرا سکے گا اور پھر اگر ایک قائد ایسا چاہیے جو موت سے بچا دے تو وہ بھی نہیں ملے گا یا ایک ایسا قائد مل جائے جو حالاتِ زمانہ اور غم سے بچا دے' وہ بھی نہیں بچ سکتے۔غم سے بھی آپ نہیں بچ سکتے۔چلو جی بڑھاپے سے بچ جاؤ۔کیا آپ کو کوئی ایسا بندہ ملا جو بڑھاپے سے بچا دے؟ جو بھی اٹل فیصلے ہیں ان سے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔قائد کیا کرے گا۔یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ملک سلامت رہنا چاہیے تو "ملک سلامت" کیا ہوتا ہے؟ آپ یہ بتاؤ۔یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ملک سلامت رہنا چاہیے۔آپ کہیں گے کہ حدود قائم رہنی چاہئیں۔کیا حدود اللہ کی بات کر رہے ہیں؟ کیونکہ ان حدود میں رہ کر ہم عبادت گزار ہو گئے اور اگر حدود میں عبادت نہ ہو تو حدود کیا ہیں؟ اگر اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں یا مسلمانوں کے علاقے میں یا مسلمانوں کے محلے میں غیر اسلامی وحشتیں ہو جائیں تو بات کیا رہ گئی۔وہ مسلمان جو کافروں کے دیس میں ہیں اگر ان میں ایمان افروز ہو اور فروزاں ہو اور آپ کے علاقے میں رہنے والے مسلمان جو ہیں ملاوٹیں بھی کریں' بدمعاشیاں بھی کریں' جھوٹ بھی بولیں اور قیادت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بھی کریں تو پھر یہ رزلٹ کیا نکلا؟

زمین نیک نہیں ہوتی۔ پاکستان میں یہ نہیں کہ یہ زمین نیک ہو گئی' پہاڑ نیک ہو گئے اور دریا پاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پاک ہونا ہے انسان کے ضمیر نے' انسان کے ایمان نے' بلکہ انسان نے۔ اگر انسان پاک نہ ہوا تو زمین کہاں سے پاک ہو گی۔ اگر پھر بھی ہماری اَنا کہتی ہے کہ قائم رہنا چاہیے تو اس کا اظہار ٹھیک ہے۔ یہاں سے آپ سبق یہ سیکھو کہ اگر آپ لوگ اپنی حد کو قائم کرنا چاہتے ہو' ملکی حد کو' تو پہلی طاقت جو ہے وہ ہے وحدتِ قوم۔ اور وحدتِ قوم کے لیے طاقت ور بات چاہیے۔ آدھے آدمی آدھے آدمیوں کے خلاف ہوئے پڑے ہیں' یہ آ جائیں تو وہ نہیں رہتے' وہ آ جائیں تو یہ نہیں رہتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر ایک ٹولہ سیاست کا آ جاتا ہے تو دوسرے کو وہ غدار کہتا ہے' وہ "غدار" آ جاتے ہیں تو پھر یہ غدار ہیں۔ اب درمیان میں آپ کو سچ بولنے کا موقع ہے۔ جماعتیں نہ اچھی ہوتی ہیں نہ بُری ہوتی ہیں' بندے اچھے ہوتے ہیں' بندے بُرے ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ان باتوں پہ غور کرنا ہے۔ جب ایسی بات کو آپ سوچیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ اعتماد ہی کا نام ہے ایمان۔ تو ایمان کیا ہے؟ کسی پر اعتماد' جس کے پاس ہم جا رہے ہیں اور سچا ہو' جھوٹ نہ بولے۔ آپ کے خیال میں صداقت کیا ہے؟ تو صداقت کا ساتھ دو' جماعت کا ساتھ نہ دو۔ کس جماعت کا؟ جس جماعت کا مرضی ہو۔ کون سی جماعت؟ ہمیں نہیں پتہ کہ کون سی جماعت۔ تو جس جماعت میں آپ کے خیال میں صداقت ہے' آپ صداقت کا ساتھ دے دو۔ صداقت کو اپنی طرف سے Openly کہہ دو کہ صداقت سرفراز ہونی چاہیے۔ اگر دونوں جھوٹے ہیں تو پھر آپ چھوڑ دو۔ اس میں Compromise

کی بات نہیں' ایمان میں Compromise نہیں ہے' تو آپ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے مستقبل سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بات یاد رکھنا' یہ پکی بات ہے۔ جو مستقبل سے مایوس ہو گیا وہ خدا سے باغی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اب رحمت جو ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر انسان عین موت کے قریب ہے تو پھر بھی مایوس نہ ہو' کیونکہ تباہی سے ایک قدم پہلے رحمت آ جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو ایمان میں قائم رکھو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ کا سوال پورا ہو گیا____

اب آپ بولیں____ ڈاکٹر آصف بولو____

سوال:

غیبت کے بارے میں بتا دیں____

جواب:

کسی آدمی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا جو تم اس کی موجودگی میں نہیں کہہ سکتے' اس کی خامی بیان کرنا' اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا' یہ غیبت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ غیبت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کیا تم پسند کرو گے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ غیبت کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو بلیک پینٹ کر دیا جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیا پتہ کہ آج تمہیں وہ شخص جو نظر آ رہا ہے عین ممکن ہے کہ کل کو یہ کیا ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بارے میں بات تم پر آشکار نہ ہوئی ہو۔ بزرگوں نے اس بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ تو کسی کو برا

نہ کہو جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔ توبہ کا دروازہ ابھی تو بند نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی کو برا نہ کہو۔ اگر برائی دیکھو تو اپنی نیکی یوں بنا لو کہ اس کی پردہ پوشی کر دو۔ تم سماج کے Responsible نہیں ہو کہ یہ کام کرو' یہ نہ ہو کہ لوگ تمہاری خامیاں بیان کرتے پھریں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اگر ہم اس کے منہ پہ کہہ دیں تو کیا یہ غیبت تو نہ ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ بے حیائی ہے۔ کسی آدمی کے منہ پہ' کانے کے منہ پہ کہہ دو کہ تیری آنکھ اگر ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا' تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ خامی دور کرو' خامی دور کرنے کے لیے کوشش کرو اور اس کے ساتھ جو بھی تعاون کر سکتے ہو وہ تعاون کرو اور اس کے منہ پر بے حیائی نہ کرو کہ تم یہ ہو' وہ ہو۔ اس طرح تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ جب سے یہ بات ختم ہو گئی ہے لوگ گمراہی میں کنفرم ہوتے جا رہے ہیں۔ تو لوگوں کو نیکی کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم نیک ہو جاؤ۔ سچ کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم سچے ہو جاؤ۔ تو پہلے اپنے آپ کو سچا کر لو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آدمی سچا ہو جائے اس کے منہ سے جھوٹ بھی نکلے تب بھی سچ ہو جاتا ہے کیونکہ جھوٹ نکلتا نہیں ہے۔ وہ سچ ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثال دوں کہ ایک مائی صاحبہ کا ذکر کرتے ہیں' ایک مائی صاحبہ اپنے بیٹے کو نماز کی عادت ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی پڑیا شکر کی اس کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ جب وہ نماز پڑھتے پھر وہ مصلّٰی اٹھاتے تو نیچے شکر پڑی ہوتی اور وہ سمجھتے کہ اللہ شکر دے رہا ہے۔ اور بچپن اسی شکر کی خوشی میں چلتا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مائی صاحبہ مصلّے کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں اور بچہ مصلّے پر چڑھ گیا۔ اب مائی صاحبہ نے کہا یا اللہ اب شکر نکلنی نہیں ہے'

میں نے رکھی نہیں ہے اور بچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نماز سے بدظن نہ ہو جائے' اب تُو کوئی مہربانی فرما۔ ماں کی غفلت اور پھر ماں کی دُعا کرامت بن گئی مصلٰی اٹھایا تو نیچے شکر موجود تھی۔ جب وہ بچہ بزرگ بنے تو انہیں گنجِ شکر کہا گیا اور وہ پاک پتن شریف میں رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ماں کی دعا ایک کرامت بن گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ماں نے سچ نہیں کہا کہ شکر ہے لیکن ماں کا ایمان اور ماں کی دعا جو ہے وہ شکر ساز ہو گئی۔ یہ بھی بعض اوقات ہوتا ہے کہ سچے بندے کی دعا جو ہے وہ پھر ہر شئے کو ٹھیک کر دیتی ہے۔ بابا صاحبؒ کا دوسرا واقعہ جو ہے وہ بھی اسی کے بارے میں ہے یعنی شکر کے بارے میں ہے کہ اونٹوں والے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ مَست رہتے تھے۔ شکر لدی ہوئی تھی' شکر لے کے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا لا رہے ہو؟ وہ شکر سے لدے ہوئے تھے' انہوں نے سوچا کہ فقیر مانگ ہی نہ لے۔ اس نے کہا نمک ہے بابا۔ انہوں نے فرمایا کہ جاؤ نمک تو نمک ہی سہی۔ گھر جا کے دیکھا تو سارا ہی نمک' چیخ چلائے۔ کسی بزرگ کے پاس گئے۔ اونٹ والوں نے کہا کہ راستے میں بابا جی نے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ' اس کا علاج اور کوئی نہیں ہے' یہ گرفتاریٔ کرامت ہو گئے ہو تم۔ وہ نمک لے کر پھر وہاں سے گزرے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے؟ کہتے ہیں مہاراج شکر ہے' انہوں نے کہا کہ شکر ہے تو پھر شکر ہی سہی۔ اور پھر نام رکھا گیا گنجِ شکرؒ۔ تو بات یہ ہے کہ سچے کی زبان سے کچھ نکل جائے' وہ ہو جائے گا۔ اس لیے حالات سے پریشان ہونے کے لیے ہم نے منع کر دیا۔ مایوسی' پریشانی' اب کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ لوگوں کو اپنے وقت پر موت آئے گی'

اپنے وقت پر زندگی پیدا ہوگی' بچے اتنے مہینے کے بعد پیدا ہوں گے جتنے مہینے کے بعد پہلے پیدا ہوتے تھے' سارے واقعات ویسے ہوں گے' جھوٹے کا حشر بُرا ہوگا' سچے کا حشر اچھا ہوگا' یہ دنیاوی واقعات آپ کے سامنے چلتے رہیں گے اور آپ نے ہزار بار حالات کو بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ قائداعظمؒ کے بعد لیاقت علی خان اور پھر اس کے بعد کیا ہوا' وہ جو کہتے تھے کہ میرے بعد سورج کو یہ ہو جائے گا اور یہ کہ ہم جائیں گے تو پہاڑ روئیں گے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا! پہاڑوں کو رونے کی نہ کوئی فرصت ہے اور نہ کوئی اور واقعات ہیں۔ باپ گیا تو کدھر گیا اور بیٹی گئی تو کدھر گئی۔ اور اب جو آ رہے ہیں یہ کدھر گئے۔ ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ۔ ہمارا کیا کام ہے؟ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ' جدھر جا رہے ہیں جاتے جائیں اور نیکی کا راستہ آپ طے کرتے جائیں۔ ایمان کا راستہ طے کرتے جاؤ۔ رہ گئیں حکومت سازیاں تو الارض للہ۔ جب تک تم زمین لوگوں کے حوالے نہیں کرتے' جاگیرداری کو بند نہیں کرتے تو مسئلہ نہیں حل ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے غریبوں کی راہنمائی کی کہ میں تمہارے حقوق دلاؤں گا' پیسہ لاؤں گا۔ غریب آدمی کو تو پیسہ چاہیے' پھر آنے والا ہمارا دَور غریبوں کا دَور ہوگا۔ تو جب اس کو پیسہ ملا تو آپ ہی کھا گیا۔ غریب پھر دیکھتا رہ گیا۔ ادھر سے اسلام نواز گروپ آتا ہے اور یہ بوریوں میں پیسہ بند کر کے رکھ دیتے ہیں اوپر لکھ دیتے ہیں ''اسلام''۔ تو یہ سارے کا سارا واقعہ ہے۔ اوپر سے عالِم دین ہوتے ہیں اور اندر سے پیسہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو سارا اسلام تو بتا رہا ہے لیکن یہ تو بتا کہ تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے۔ جب تک پیسے کی محبت سے انسان بچتا نہیں

ہے اور لذتِ وجود سے نہیں بچتا تو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ وجود کی لذت سے بچو' پیسے سے بچو۔ سیاست تو آپ کرتے جاؤ گے' سچ کی سیاست کرنا اگر تم کرنا چاہو تو۔ اللہ کا فضل اگر آپ دیکھو تو پھر آپ خود ہی فضل ہو۔ آپ کا خیال بدل جائے تو فضل نہیں ہوتا' خیال بدل جائے تو پھر تباہی ہو جاتی ہے۔ خیال کی تبدیلی کا نام ہے تباہی۔

سیاسی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ جو بھی گروپ کامیاب ہو جائے اس کے بعد اس کو مخالف گروپ کے ساتھ مل کر رہنے کی عادت ہونی چاہیے بلکہ ایک جماعت ایسی کامیاب ہو کے آئے کہ جب وہ کامیاب ہو جائے تو جماعت توڑ دے اور پھر سب جماعتیں متفقہ ہوں۔ جیسے ہی کامیابی ملے' مل جل کے رہو' انسانوں کی طرح رہو۔ ایک گروپ اپنے آپ کو پالتا رہتا ہے اور دوسرا گروپ آہستہ آہستہ باغی ہوتا جاتا ہے' پھر وہ توڑ دے گا۔ یہی واقعہ ہوتا رہتا ہے آپ کے سامنے۔ حکومت آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اگر مرکز کا پنجاب کے ساتھ رابطہ بحال رہتا' اچھے واقعات رہتے تو ٹھیک تھا۔ مگر سارے Offend ہو گئے' جہاز سمندر میں کھڑا کھڑا سوکھ گیا' کیا نام تھا؟ جونا تھن۔ کچھ تجاوزات ہو گئے' کچھ لوگوں کو اور واقعات پتہ چل گئے۔ اگر تحمل مزاجی سے سارے چلتے چلے جاتے تو پھر چلتے رہتے۔ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ کسی کو تنگ کریں۔ تو بس یہی دِقت ہے۔ جب آپ کسی انسان کو یا گروپ کو دیکھنا گوارا نہ کر سکو تو سمجھو کہ تباہی کا وقت آ گیا' تمہاری تباہی کا۔ تو یہ بات ہے۔ اس لیے سیاست میں اختلافات نہیں ہونے چاہئیں۔

ہاں جی چغتائی صاحب بولو ـــــــ یوسف بولو ـــــــ آپ ہی بولو

ڈاکٹر صاحب ـــــــ

سوال :

آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو فقی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

جواب :

اسلام میں اکٹھے رہنے والے جو ہیں وہ اسلام کی وجہ سے بھی لڑتے ہیں اور ویسے بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ اَنا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جو آدمی اَنا رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یا تو سارے جھوٹے ہیں یا ساروں میں سے ایک کے علاوہ سارے جھوٹے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ لڑنے والے بھی سارے سچے ہو جائیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست جو ہے یہ کاروبار ہے' کاروبار میں انویسٹمنٹ اور اس کے ریٹرن کی بات ہے۔ اگر خدمتِ خلق ہو تو لڑائی کیا؟ پھر آپ بھی خدمت کرو اور وہ بھی خدمت کرے۔ الیکشن سے پہلے خدمت کوئی نہیں کرتا' خدمت کرو تو سارے لوگ ہی خوش رہیں مگر خدمت تو کوئی نہیں کرتا' صرف ووٹ۔ کے لیے ہر جگہ لڑائی کرتے ہیں مثلاً خدا کی نماز ہونی ہے' جماعت کرانی ہے' اب امامت کا جھگڑا ہے کہ امامت کون کرائے؟ مسجد کے اندر ایک جلسہ تھا جمعیت المشائخ کا۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں یعنی پیر صاحبان' دو تین نشستیں تھیں' ایک نشست پر ایک پیر صاحب کرسی صدارت پر بیٹھے' دوسرے پیر صاحب نے کہا کہ میں اس کی صدارت میں بیٹھنا نہیں پسند کرتا۔ تو فائدہ کس کو پہنچے گا؟ غیر اسلامی شعور کو ـــــــ یہ سارا واقعہ

ہو رہا ہے آپ کے ملک میں۔ میرا خیال ہے کہ اس ملک کے اندر منافقت بڑھ گئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ اب آپ پریشان نہ ہونا اور دعا کرتے رہنا اپنے حق کے لیے۔ جب میں کسی کو پریشان ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ یہ تیرے اندر کی شرارت ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ بات ایسے ہے اور میں یہ خبر دے رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ پر بھروسہ رکھ لیا اور یقین کے ساتھ اللہ کو مان لیا اور اُس تعاون کے اندر شامل ہو گئے' عبادت میں شامل ہو گئے' ان لوگوں پر یہ وقت مشکل نہیں ہوتا۔ مشکل جو ہے یہ ہے اعتماد کی کمی کا نام ہے آپ کو اُس کی ذات پر اعتماد نہیں رہ گیا' کیونکہ اندر فساد زیادہ مچ گیا' یہ شعر سنو' مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

مطلب ہے کہ آپ لوگ ہی بھٹک گئے ہو' آپ کو خدا کی ذات پر شک ہو رہا ہے آپ ایمان والے ہیں' تو ایک پیغمبر سے اُمت بنی ہے' ایک ہی ذات سے اُمت ساری بن گئی ہے' ایک کلمے سے ساری اُمت وحدت میں آ گئی ہے اور اب آپ کو شک پیدا ہو گیا' فرق آ گیا ہے' اینٹ' اینٹ تقسیم ہو جائے تو بلڈنگ کدھر رہے گی۔ اس لیے پاکستان میں یہی کچھ ہوا پڑا ہے۔ اب اس کے علاج کا میں نے آپ کو کہا ہے کہ فکر نہ کرو۔ اب اس کا علاج تمہارے بس میں نہیں ہے' شکر کرو' اگر تو تمہارے بس میں ہوتا تو تم پریشان ہوتے کہ ہم کیا بنائیں گے اور بلڈنگ کیسے بنائیں گے؟ اب تو اللہ کا فضل آ رہا ہے اور وہ خود بخود ہی کرے گا' توڑے

گا' بنائے گا' دیکھتے جاؤ' جلوے تمہارے نہیں ہیں' اب جلوہ قدرت کا ہے۔ اب وہ بات ہے کہ ؎

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

آپ کا کام ہے اللہ سے فریاد کرنا' سو وہ آپ کر چکے' دعائیں مانگ لیں۔ خواب ہی جھوٹے بنا ڈالے ہیں لوگوں نے' میں آپ کو کیا بتاؤں؟ خواب اور بیان جھوٹے' مشاہدات جھوٹے اور مکاشفات بھی جھوٹے ______

ایک کو خواب آیا کہ میری جماعت کامیاب ہو گئی ہے مگر وہ جماعت فیل ہو گئی۔ دوسرے کو خواب آیا کہ ایسا واقعہ ہو جائے گا۔ الیکشن کا حکم مجھے مل گیا ہے اور وہ بھی انشاءاللہ فیل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اپنی ذات قابل اعتماد نہ رہی تو پرانی قابلِ اعتبار ذات کو حوالہ بنا لیا گیا۔ جس کا کہنا مانتا کوئی نہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم آیا ہے تمہارے لیے' میری طرف تمہارے لیے اطلاع ہو گئی ہے اور حکم یہ ہے کہ تم برباد ہو جاؤ گے اگر میرا کہنا نہ مانو گے۔ یہ صرف پیغمبر کی شان ہے' وہ کہہ سکتے ہیں' جو اس کام کے لیے نامزد ہیں۔ دنیا کا کوئی بندہ اگر خدا سے اس طرح کا رابطہ بیان کرتا ہے کہ مجھے حکم ہوا کہ تمہیں میں بتا دوں تو وہ جھوٹا نبی ہے جس پر وحی آتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ رات کو جبرائیلؑ سے ملاقات ہوئی' وہ کسی کام کو جا رہے تھے' میں نے کہا کہ تھوڑی دیر بات ہی کر لو ______ جبرائیلؑ کے ساتھ ملاقات چاہے کتنی ہی خوب صورت ملاقات ہو' یہ جھوٹ ہے' یہ سارا شاعری والا مبالغہ ہے۔ آپ لوگ سارے کلمہ

پڑھنے والے ہیں' پھر کلمہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم . لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ اب آپ لوگوں کا رابطہ بحال ہے کیونکہ یہ کلمہ ہے۔ ایک آدمی
مسلمانوں کو حضور پاک ﷺ کا حکم سنائے تو وہ کون ہو گیا؟ حضور پاک ﷺ کی
طرف سے سفیر ہو گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لیے کسی سفیر
کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہمارا براہِ راست کلمہ ہے' میں گواہ ہوں ہم نے ابھی پڑھا
ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ ہمارا اللہ موجود اور ہمارے حضور پاک ﷺ بھی موجود ہیں
اور کلمہ ہمیشہ موجود ہے۔ یہی تو اسلام نے بات کی تھی کہ درمیان میں کاہن'
پروہت' پنڈت نکال دیا' نجومی نکال دیا' دست شناس نکال دیا' ستارہ شناس نکال
دیا۔ پھر کہا کہ یہ اللہ ہے' دیکھے بغیر اس کی عبادت کرو ______ محبت کی بات جو
ہے وہ الگ بات ہے۔ جہاں توحید ہے' وہاں توحید میں گڑبڑ نہیں کرنی ہے۔ اگر
یہ کہو گے کہ حضور پاک ﷺ کا آستانہ بھی کعبہ ہے تو پھر گڑبڑ ہے کیونکہ یہ حضور
پاک ﷺ کے بیان کے علاوہ بات ہے' انہوں نے یہی تو منع کیا تھا۔ آپؐ بیان
کرتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔ کیا سمجھ گئے ہو؟ آپؐ خود ہی
ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے آیت آ گئی ہے انا
بشر مثلکم یوحی الیّ کہ اللہ نے مجھے فرمایا ہے کہ یہ کہہ دو کہ میں ہوں انسان
تمہاری طرح اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ انسان تمہاری طرح ہوں یعنی کہ میں اللہ
نہیں ہوں۔ ایک ثبوت تو یہ دیا کہ میں اللہ نہیں ہوں۔ لوگوں نے اس طرح بھی
کہا کہ میم کا گھونگھٹ ہے' احمد اور احد کی بات ہے' ساری میم کی مَروڑی ہے۔
آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔ اس میں انہوں نے کہا کہ دیکھو میم کی مَروڑی اپنی

جگہ پہ رکھو لیکن یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمانے والی ذات کا نام ہے اور ہم بذریعہ جبرائیل امینؑ وحی وصول کر رہے ہیں۔ ہم آئے ہیں ایک وقت پر اور ایک وقت کے بعد ہم چلے جائیں گے' اللہ جو ہے ہر وقت میں آیا اور ہر وقت میں رہے گا اور اس کا آنا جانا کوئی نہیں ہے' اس کا ہونا ہی ہونا ہے۔ الآن کما کان وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے' وہ ہمیشہ سے ہے جو کچھ ہے۔ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ میں اللہ نہیں ہوں' اللہ قہار بھی ہے اور ہم قہار نہیں ہیں' اللہ جبار بھی ہے' ہم نہیں ہیں' منتقم بھی ہے انتقام بھی لے لیتا ہے مگر ہم نہیں لیتے۔ ہماری صرف رؤف و رحیم کی صفت اللہ سے ملتی ہے باقی سب اللہ کی اپنی ہیں۔ اور تیسرا ثبوت یہ دیا کہ اللہ اپنی عبادت نہیں کرتا' ہم اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' یہ دیکھو "اللہ اکبر" سر سجدے میں۔ تو بندے کی شان یہ ہے کہ سجدے میں سر رکھ دے اور اللہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا Meaning thereby کہ اللہ مسلمان بھی نہیں ہے' اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ اس کا کسی پر ایمان رکھنے کی کیا بات ہے۔ کیا اللہ کوئی نمازیں پڑھتا ہے۔ بہر حال وہ اللہ ہے۔ میں صرف یہ نہیں کہ میں بندہ ہوں بلکہ بہت قریب ہوں اور میں ہی میں ہوں' ناں! اللہ کا حکم ہے کہ میں فانی ہوں اور وہ جو میرا آستانہ شریف ہے اس کو خبردار اپنا مرکز وہ نہ بنا لینا جیسے عبادت گاہ' سجدہ نہ کر لینا' اس لیے سجدہ بشر کو منع کر دیا اور سارے ثبوت عطا کر دیئے کہ ہم آ رہے ہیں' ہم جا رہے ہیں اور باقی جو ہے یاد کرنے والے کے لیے ہم موجود ہیں' وہ راز ہے اور وہ روحانی راز ہے' جو یاد کرے گا اس کے لیے ہم موجود ہیں' جو نہیں مانے گا اب بھی نہیں مانے گا' کافرکا

کافر رہے گا۔ اس لیے یہ بات ذرا غور والی ہے کہ مسلمان جو ہیں اگر مانتے ہیں تو کچھ اور ہو جاتے ہیں اور نہیں مانتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

سوال:

تو یہ جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی طرف آیا تھا اور حضور پاک ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میرا پیغام لانے والا جو ہے فلاں ہوگا یا وہ ہوگا۔ کیونکہ پیغام مکمل آ چکا ہے۔ رہ گئی بات محبت کی تو فقراء یا بزرگانِ دین نے یہ کام کیا کہ حالاتِ زمانہ کی ترقیوں کی وجہ سے جب انسان کے دل جو ہیں کجلا گئے تو ان کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا۔ لوگوں کو محفلوں میں بلانا، انہیں حضور پاک ﷺ کی محبت کی باتیں سنانا اور پیار کے قصے بیان کرنا۔ وہ آدمی جو اپنی ناکامی کو یا اپنی خامی کو دور کرنے کے لیے اس ذات کا حوالہ دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جیسے ایک مرتبہ "نظامِ مصطفیٰ ؐ" آ گیا، نازک نام، محبت والا نام استعمال کر لیا اور اس کا نام نظامِ مصطفیٰ ؐ رکھ دیا۔ نظامِ مصطفیٰ ؐ کے اندر نو آدمی یا نو جماعتوں کا اکٹھا ہونا بھی مانتا ہوں کہ یہ نظامِ مصطفیٰ ؐ کے لیے ہی تھا۔ چلو مان لو۔ مگر اس کے ٹوٹنے کا نام منافقت ہے۔ وہ ٹوٹے کیوں؟ تو ثابت یہ ہوا کہ یہ لوگ جو ہوتے ہیں، اولیاء قسم کے بنے ہوئے، علماء قسم کے بنے ہوئے، یہ بہت ظالم لوگ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ ہوتے ہیں جو غریبوں کو امیر کرنا چاہیں۔ امیر کیا اور غریب کیا، آپ اپنا ایمان پکا رکھو اور چلتے جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا واقعہ جو ہے یہ سارا

ہی غلط ہے۔ اتنی گڑبڑ ہوگئی ہے کہ اب اس کا ایک ہی علاج ہے۔ کیا علاج ہے؟ یا اسے Uproot کردو' یا اُسے Destroy کر کے Reconstruct کردو یا کوئی فضل کی ہوا ہی چل جائے۔ اب یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ فضل کی ہوا آ جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ یا پھر 25 سال تک سیاست معطل کر دو۔ پھر سیاست کس کی ہو گی؟ میرا خیال ہے طالب علموں کی ہوگی۔ یہ بھی جھوٹے ہو گئے' طالب علم بھی جھوٹے ہو گئے کیونکہ یہ کلاشنکوف سے کم بات نہیں کرتے' پڑھنے میں فیل ہو جاتے ہیں اور ان کا کام اپنا کام نہیں ہوتا۔ کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں صداقت موجود ہو اور وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔ تو کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں مکمل صداقت موجود ہو اور جس کو آپ کہہ سکتے ہوں کہ یہ سچے لوگ ہیں۔ اب اس آدمی کی تلاش کرو یا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام فرمائے کسی سچے آدمی کا یا سچے گروپ کے آنے کا' اس وقت جو موجود ہیں وہ تو کوئی قابلِ ذکر نہیں ہیں۔ اس لیے یا اللہ تو آپ ہی سبب بنا۔ یہ تو جتنے ہیں ساری سیاسی وابستگیاں ہیں۔ میں تو بڑا خاموشی سے گمنام ہوں' مجھے تین جماعتوں کی طرف سے' چار علاقوں کی طرف سے الیکشن لڑنے کی Request آئی ہے' کہتے ہیں ہمیں Candidate ہی نہیں مل رہے' آپ بن جاؤ قربانی کا بکرا' ہم کیوں لڑیں؟ میں لڑائی کرتا نہیں ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ بے شمار لوگ کہتے ہیں یہ کرلو وہ کرلو اور اس طرح الیکشن ہو جاتے ہیں۔ کہیں غلطی سے ہم ہاں کر دیں اور خدانخواستہ Elect بھی ہو جائیں' میرے جیسے تو سیاست کی بالکل ہی توڑ پھوڑ کر دیں۔ یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ ایک بچے سے کسی نے پوچھا کہ تجھے پاکستان کا صدر بنا دیں تو تُم پہلا کام

کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ تو ہم ایسے ہی لوگ ہیں کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ آپ کو پتہ ہے ظلم کسے کہتے ہیں؟ ظلم جو ہے فطرت کے خلاف کام کرنے کو اور فطرت کے خلاف کام لینے کو کہتے ہیں اور جو تمہارا منصب نہیں ہے وہ اختیار کر لینا۔ اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں کہ جو آپ کا منصب نہیں تھا وہ منصب آپ اختیار کر گئے یا بیان کر گئے' کہ میرا یہ مقام ہے' جب کہ اللہ نے وہ مقام نہیں بنایا۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے' اللہ آپ ہی حیران ہے کہ اس کو میں نے ولی بنایا نہیں ہے اور یہ ولی Claim کر رہا ہے' یہ قصہ کیا ہے؟ وہ پھر لمبی کہانی میں ڈال دیتا ہے۔ آخری وقت میں وہ چیخیں مارتا ہے کہ مجھے انسان ہی رہنے دو۔ تو بات یہ ہے کہ ظلم سے بچو۔ مبالغہ ظلم ہے' مبالغہ ظلم ہے۔ جو آپ کو نہیں بنایا گیا وہ بننا ظلم ہے' کسی آدمی کے خلاف بلا سبب بولنا بھی ظلم ہے۔ اور سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گروپ کے خلاف بولتے ہیں' میں نے آپ کو بات سنائی تھی کہ سیاست کی سب سے بڑی تقریر کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ ہم کیا کریں گے لیکن ہم وہ نہیں ہونے دیں گے جو وہ چاہتے ہیں۔ تو سیاست ہے دوسروں کی بات کی مخالفت کرنا۔ تو آپ لوگ اپنے ایمان کو درست رکھو' آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں' کیا کہا؟ کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں۔ بُروں کے لیے بُرے آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے یا اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں' یہ براہِ راست واقعہ ہو رہا ہے' اس پر تمہارے الیکشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اب ساری بات لیٹ ہو گئی ہے' اب پانی جو ہے وہ سر کے اوپر ہی ہے' اس لیے فکر نہ کرو۔ جس مکان کی

دیوار نہیں بنی اس کی چھت آپ کہاں سے ڈالو گے' یہ چھتیں بنا رہے ہیں جب کہ دیوار ہی کوئی نہیں ہے۔ اب دیوار کے بغیر چھت ڈالنا جو ہے وہ نیلی چھت والا ہی کرتا ہے' یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ دلوں کی کدورتیں دور کرے اور دلوں میں کسی سے محبت پیدا ہو' رحم پیدا ہو' ورنہ آج جو لوگ آ رہے ہیں یا آ جائیں گے' وہ آدھے لوگوں کو پھانسی لگانے کے لیے تیار ہیں' اور اگر دوسرے آ گئے تو وہ بھی پھانسی لگا دیں گے اور سو گناہ گاروں کے ساتھ پانچ سو معصوم پھانسی لگ جاتے ہیں۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن آپ نے دیکھا کہ دنیا میں ایسے ہوا ہے' مسلمان کے ساتھ ہوا ہے' ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ ہوا' پھر ایک کا اور کے ساتھ ہوا۔ پھر سارے واقعات ہو گئے۔

یہی کہو گے ناں آپ کہ مسلمان' مسلمان کے خون کا دشمن ہو گیا ہے۔

اس سے قدرت کو کوئی فرق نہیں پڑتا' قدرت کا اور ہی واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ بھروسہ رکھو اپنے مستقبل پر۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں کسی جھوٹے گروہ کے ساتھ ملنے کی توفیق نہ دینا اور ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' اگر ہم تمہیں اپنا نہیں بنا سکے تو تُو ہی مہربانی فرما' ہمیں اپنا بنا۔ تو مہربانی کر اور ہمیں اپنے قریب رکھ۔ جب ہمارے حالات ایسے ہو جائیں یعنی ہماری سمجھ سے باہر ہو جائیں' جب دلوں میں مایوسی ہو جائے' جب خوف پیدا ہو جائے' جب نگاہوں کے آگے اندھیرا آ جائے اور جب تیرے فضل کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے تو تُو ہی فضل فرما' اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہماری عقل پر پردے پڑ چکے ہیں' ماؤف ہو گئی عقل سوچ سوچ کے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر اور روشنی عطا فرما' سکون عطا فرما اور

اس ملک پر اپنا رحم عطا فرما' اس کے جغرافیائی بارڈر بھی محفوظ کر اور خیال کے بارڈر بھی اور نظریاتی بارڈر بھی محفوظ فرما' اس قوم کو بھی اور ملت کو بھی عزت عطا فرما۔ یا اللہ اس کو وحدت عطا فرما' تو چاہے تو یہ قوم پھر واحد ہو جائے۔ اس لیے اپنا کرم فرما اور فضل فرما۔

دعا کرو کہ جن لوگوں کو کوئی پریشانی ہے صحت کے بارے میں' حالات کے بارے میں' ذاتی بارے میں' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دینے والا ہے' تو ہی صحت عطا فرما' تو رحم فرمانے والا ہے' تو اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے

رحمت دا دریا الٰہی - ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم ہو جاندا اے میرا

تو مہربانی فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

سوالات

1. ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟
2. آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؓ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔
3. فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں' خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے؟
4. یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟
5. زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟
6. آپ سے دعا کی درخواست ہے۔
7. بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔
8. جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟
9. یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟

جواب:

انسان اپنی پیدائش اور وجہِ تخلیق سے آشنا نہیں ہو سکا۔ جب تک اُسے اپنی پیدائش یا وجہِ تخلیق سے آشنائی نہ ہو تو اس کا ہر عمل کسی نہ کسی چیز سے منسلک ہوتا رہتا ہے۔ اب جن چیزوں سے اس کا عمل منسلک ہوتا ہے اس کے نام آپ نے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک تقسیم آتی ہے کہ اہلِ دانش، اہلِ دین، اہلِ ظاہر، اہلِ باطن، اہلِ عقل، اہلِ دل اور اہلِ نفس۔ تو یہ اسماء ہیں یعنی کہ نام۔ یہ انسان کی پہچان کے ابواب ہیں۔ اس کو ہم انسان کو پہچاننا کہتے ہیں۔ اب انسان کے نصیب پہ غور کریں۔ زندگی میں داخل ہونے اور زندگی سے نکلنے کے درمیان انسان نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ اس کا نصیب ہے۔ یعنی کہ جب وہ زندگی میں آیا تو کچھ چیزیں لے کے آیا تھا اور جب وہ زندگی سے رخصت ہو رہا ہے تو اس نے کچھ چیزیں زندگی میں حاصل کیں، عمل کی شکل میں، قواء کی شکل میں Development کی شکل میں، ارتقاء کی شکل میں۔ بہر حال اس راہ کو آپ

دیکھیں کہ یہاں سے لے کر وہاں تک کا فیصلہ زندگی میں طے کیا تو اس کو نصیب کہیں گے۔ اب اگر یہاں یہ بات سمجھ آ جائے تو نصیب کو حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں' ایک یہ ہے کہ اپنی ذاتی کوشش یعنی نصیب حاصل کرنے کا طریقہ ہے کوشش' ایک ایک اینٹ لگاؤ اور مکان بنتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیدا کرنے والے کا کیا منشا ہے۔ جب اس کا حکم ہو جائے کہ مکان بننا ہے تو وہ بن کے رہے گا۔ اب اس میں آپ کی مرضی یا لیبر کا دخل ہی نہیں ہے۔ اگر یہ عقیدہ کہیں کمزور ہو جائے تو زندگی پریشانیوں کی زد میں آ جاتی ہے۔ اگر آپ نے یہ کیا کہ کبھی کوشش کر لی' دوڑتے بھاگتے رہے اور پھر کبھی کہا کہ جو اس نے نصیب میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چیز کنفیوز ہو جائے گی۔ اب آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے مطابق کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کس کے مطابق کر رہے ہیں۔ کام کے پیچھے عقل ہے یا دل ہے' یہ خود آپ کو معلوم نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ عقل سے کام کر رہا ہے یا دل سے کام کر رہا ہے۔ حقیقت میں کام کرنے والے کو خود پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کے پیچھے کتنے ہی محرکات عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ کام عقل سے ہو یا دل سے ہو' یہ دونوں صفات پیدائش سے عطا ہو جاتی ہیں یعنی آپ نے عقل سے کوئی کام کر لیا تو عقل بھی تو اُدھر سے ہے اور دل سے کوئی کام کر لیا تو دل بھی اُدھر سے ہے۔ اس لیے یہاں ایمان کا قائم ہونا بہت آسان ہے۔ اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ زندگی میں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ الاّ باذن اللہ کوئی کام اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ ہے کہ الا ما سعٰی جو آپ کوشش کریں وہی آپ

کا حاصل ہوگا۔اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو آپ کو اللہ کا حکم ہوگا وہی حاصل ہوگا۔ حالانکہ آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ یہ سب آپ کو سمجھانے کے لیے ہے تا کہ آپ اس مقام پر اپنے یقین کو اتنا پختہ کر لیں کہ عمل آپ کا ہو اور اس کا نام منشائے الٰہی ہو۔ تو عمل آپ کا ہی ہے مگر نام اس کا منشائے الٰہی ہو گا۔ حاصل آپ کا ہے' جو بھی آپ نے حاصل کیا اور نام اس کا کیا ہے؟ اللہ کا احسان۔ وہ حاصل کیا ہے؟ آپ ہی کا' کیونکہ کوشش آپ نے کی۔ اگر آپ اپنی زندگی کو کسی طریقے سے منشائے الٰہی ثابت کر دیں یا اپنے حاصل کو کسی طریقے سے اللہ کا احسان ثابت کر دیں تو آپ کی زندگی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو کچھ حاصل کیا وہ کیا ہے؟ اس کا احسان۔ اب یہاں پر فقر کے درجات آتے ہیں۔ اچھائی کو تو سارے ہی احسان کہتے ہیں مگر نقصان کو احسان کہنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون یعنی جب آپ یہ کہیں کہ ہر چیز اُدھر سے ہی ہے' احسان ہے تو پھر تکلیف کیا ہے' یہ بھی احسان ہے۔ پھر باپ سے بیٹے کی جدائی کیا ہے؟ احسان ہے۔ پیغمبر کا کنوئیں میں گرنا کیا ہے؟ یہ بھی احسان ہے۔ پیغمبر پر خدانخواستہ کوئی الزام آ جائے تو؟ یہ بھی احسان۔ یعنی کہ اپنی زندگی کو اس کا احسان ہر حال میں ماننے والا تکلیف تو اٹھاتا ہے مگر درجے میں قریب ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اپنی کوشش مانتے جاؤ تو کوششیں ختم ہوتی جائیں گی مگر آرزوئیں پوری نہیں ہوں گی۔ اس طرح آپ پریشان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ اس کی بنیاد ہے کہ آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں؟ زندگی کے اندر ایک عمل ہوتا ہے

زندگی میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ ابا جان سے پوچھو یا ان کے ابا جان سے پوچھو' بزرگوں سے پوچھو____میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دس سال کے بعد شہر بھرے رہتے ہیں لیکن چہرے بدل جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ پچاس سال کے بعد شہر میں کوئی پرانا بندہ رہتا ہی نہیں۔ شہر کی آبادی بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور پرانا بندہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ اگر انسان کی ایوریج عمر ساٹھ سال ہے تو ساٹھ سال بعد آپ کو آج کا بچہ بھی نہیں ملے گا' لیکن شہر بھرا ہوا ہوگا' آبادی زیادہ ہوگی۔ گویا کہ آپ کی تمام کوششوں کے باوجود زندگی نے ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور آپ کی محنت کس کام کی ہوتی ہے؟ یہاں ٹھہرنے کی۔ مگر آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کی زندگی کی کوشش ہوتی ہے خوشی کے لیے مگر آپ جانتے ہیں کہ انسان غم سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنا غم تو ہوتا نہیں انسان کو بلکہ جب بھی غم آئے گا دوسرے کا آئے گا مثلاً آپ آرام سے گھر بیٹھے ہوتے ہیں اور اچانک کسی دوست کے انتقال پر ملال کی خبر آ جاتی ہے۔ یعنی کہ پیارا دوست کیا بنے گا؟ غم کی خبر بنے گا۔ تو زندگی غم سے نہیں بچ سکتی' زندگی موت سے نہیں بچ سکتی' زندگی زوال سے نہیں بچ سکتی' بینائی کمزور ہونے سے نہیں بچ سکتی اور آپ کی صحت جو ہے وہ ناقص ہونے سے بچ نہیں سکتی۔ ان باتوں کے بعد اب آپ یہ دیکھو کہ اب آپ کا سوال آتا ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں اس میں ہمیں کیا مسئلہ ہو جاتا ہے؟ کہ ہمیں وہ اور طریقے سے کرنا چاہیے تھا مگر اور کر بیٹھتے ہیں۔ اگر عقل سے کرنا چاہیے تھا تو کسی اور طریقے سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ہمارے کام آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اس کے پیچھے کیا

ہے اس کے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ آپ کیونکہ زندگی سے آشنا نہیں ہیں دل اور دماغ آپ نے عمل کے نام رکھے ہوئے ہیں ورنہ تو دل اور دماغ الگ نہیں ہوتے کہ دماغ الگ سے کوئی کام کر رہا ہو اور دل الگ سے کوئی کام کر رہا ہو۔ ہر کام میں دونوں شامل ہوتے ہیں بلکہ دل دماغ نگاہ احساس اور قواء سارے کے سارے شامل ہوتے ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا کہ آپ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سمجھیں اپنی کوشش سے نہ سمجھیں بلکہ اس کے احسان سے سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و عسٰی ان تحبوا شیاً و ھو شرلکم و عسٰی ان تکرھوا شیاً و ھو خیرلکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو وہ چیز جو نقصان دہ ہو تمہارے لیے اور ممکن ہے تم ناپسند کرو کوئی چیز جو تمہارے لیے مفید ہو۔ گویا کہ انسان کے اندر مفید چیز ترک کرنے کا امکان ہے۔ انسان کی پسند جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ ایسی چیز کو پسند کرے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ اگر انسان ایسا عمل کر بیٹھا جو نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خواہش نفس کی تھی۔ اپنے ساتھ دشمنی کا عمل نہ دل کا ہوتا ہے اور نہ دماغ کا ہوتا ہے بلکہ وہ بدنصیبی کا ہوتا ہے اور یہ بدنصیبی نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ غلط عمل کس کا ہوتا ہے؟ نفس کا۔ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نفس تھا خواہش نفس تھی نفسانی خواہش تھی۔ تو جو نفس ہوتا ہے وہ دماغ بن کے بھی عمل کرتا ہے اور دل بن کے بھی عمل کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحبِ نفس ہے یعنی نفس کا بندہ اگر وہ مسجد میں جائے تو بھی نفس والا ہوگا۔ وہ مسجد میں اس وقت جائے گا جب دکھاوے کا وقت ہوگا۔ تو یہ صاحبِ نفس ہے اور یہ جو کام کرے گا اس میں نفسانی خواہش ہوگی۔ اور جو نیک آدمی ہے دل والا آدمی ہے وہ ہر کام

میں نیکی کا انداز رکھے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا کہ اگر ایک آدمی بنیادی طور پر جھوٹا ہے' صاحبِ نفس ہے' وہ اگر نماز پڑھ رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' حج کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' تبلیغ کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹا ہے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹ ہے۔ اس کے سچ کے پیچھے بھی شرارت ہو گی۔ اب آپ اللہ کا حکم دیکھو کہ جب جھوٹے لوگوں نے مسجد بنائی تو اللہ کریم نے حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دو اس کے پیچھے شرارت ہے۔ تو جھوٹے نے سچ کہا مگر وہ بھی جھوٹ تھا۔ ایک اور جگہ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ جب یہ جھوٹے منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور آ کے یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اے میرے حبیبؐ! میں تو جانتا ہو کہ آپؐ سچے رسول ہیں مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یعنی اگر جھوٹا آدمی رسالت کی گواہی دے دے تو بھی جھوٹا ہے۔ گویا کہ بنیادی طور پر Emphasis ہوتا ہے انداز پر۔ اسی طرح اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو صاحبانِ نصیب جو ہیں اگر ان کا عمل بظاہر کمزور ہو تو بھی ان کا نصیب بلند ہے' عروج پر ہے۔ جیسا میں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے تو بظاہر یہ گرنے کا عمل ہے مگر یہ عروج کا عمل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ان کو آواز آئی کہ مبارک ہو' پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا۔ کیونکہ آپؑ کی پیغمبری کا سفر کنوئیں میں گرنے سے تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صاحبِ عروج جو ہے وہ بظاہر زوال میں بھی صاحبِ عروج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جو جنگ ہوتی ہے اگر اس میں کوئی پارٹی شکست کھا جائے تو اسے شکست ہی کہیں گے اور جیتنے والے کو فاتح کہیں

گے لیکن صاحب نصیب اگر کوئی جنگ ہار جائے تب بھی وہ تا قیامت فاتح ہے۔
اس کی مثال واقعہ کربلا ہے۔ کربلا میں حضرت امام عالی مقامؑ نے بظاہر جنگ نہیں جیتی لیکن تا قیامت' ہمیشہ کے لیے آپ فاتح ہیں۔ گویا کہ اصلی اور ازلی فاتح جو ہے وہ اگر شکست سے گزرے تو بھی فاتح ہے۔ تو عمل کی نیت آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ عمل میں افادیت نہ دیکھو کہ فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے بلکہ عمل میں نیت کو دیکھو۔ اگر یہ عمل اپنی خوشی کے لیے ہے تو یہ نیت ہے اور یہ عمل اگر کسی کی رضا کے لیے ہے تو اس کی جزا وہی ہے جس کی رضا آپ چاہتے ہیں۔ مثلاً آپ کوئی سا عمل کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ عمل سے کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی خوشی نفس ہے' کسی اور کی رضا' آپ کے عمل کی جزا ہے۔ تو آپ کی جزا کون ہے؟ جس کی آپ رضا چاہتے ہیں۔ تو اپنے عمل کی بنیادی بات یہ دیکھیں کہ اس کے پیچھے نیت کیا ہے۔ نیت کو نفس کہہ لیں' دل کہہ لیں' دماغ کہہ لیں یا روح کہہ لیں۔ عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ عمل کے پیچھے نیت کیا ہے۔ آپ اس سے خود ہی محرم ہوتے ہیں' دوسرا نہیں جانتا۔ لوگ آپ کے عمل کو نتیجے سے پہچانیں گے اور اللہ آپ کے عمل کو نیت سے پہچانے گا۔ یعنی کہ آپ کا عمل جو مستقبل میں نتیجہ دے گا۔ دنیا والوں کے لیے یہی عمل ہے اور اللہ تعالیٰ عمل سے پہلے جو کچھ خیال میں ہے اس پہ انعام دے گا۔ یعنی ابھی عمل شروع نہیں کیا گیا لیکن اللہ نے جزا دے دی۔ مثلاً ایک آدمی حج کی نیت سے ذہنی طور پر تیار رہا' اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا حج ہو گیا اور اگر نیت دنیاداری ہے تو حج کر لینے کے بعد بھی نامُراد واپس آیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ یہ آپ کی نیت کی بات

ہے۔ یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ یہ دل ہوتا ہے یا دماغ ہوتا ہے' آپ اس بحث میں نہ پڑنا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دل کے اعمال کیا ہوتے ہیں اور دماغ کے اعمال کیا ہوتے ہیں؟ صاحبِ دل کون ہوتا ہے اور صاحب دماغ کون ہوتا ہے؟ کیسے جانیں گے کہ یہ دل والا عمل ہے یا دماغ والا عمل ہے۔ یہ تو آسان بات ہے۔ جس میں آپ کچھ لینا چاہیں تو یہ دماغ کا عمل ہے اور جب کچھ دینا چاہیں تو یہ دل کا عمل ہے۔ اہلِ دل ایثار کرتے ہیں اور اہلِ دماغ حاصل کرتے ہیں۔ تو اہلِ ظاہر کون ہیں؟ حاصل کرنے والے۔ انہیں کہیں گے اہلِ دماغ۔ اہلِ دماغ سے اگر اللہ میاں یہ کہے کہ تجھے دوزخ میں بھیجیں یا جنت میں تو اس نے کہنا ہے کہ جہاں پیسے زیادہ ملیں۔ یہ اہلِ دماغ ہوتا ہے۔ اہلِ دل کہتا ہے کہ جو تیری رضا ہے۔ تو اہلِ دل حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ رضا چاہتا ہے' ایثار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تیری مہربانی ہے کہ تو نے میری زندگی کی قربانی قبول کر لی۔ اور اہلِ دماغ کیا کہتا ہے؟ تو نے میری زندگی ضائع کر دی۔ اب دونوں احکام اللہ کی طرف سے ہیں' ایک تو یہ کہ جان بچانا فرض ہے' دوسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جان دینا فرض ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کے ذمے کون سا کام فرض ہے۔ تو ایک مقام یہ ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایک جگہ یہ حکم ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جان نثار کریں۔ یہ آپ کی اپنی ذاتی واردات کے مطابق ہے۔

گویا کہ آپ کے سوال کا جواب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال جو آپ نے کرنے تھے اور کہتے ہیں کہ نہیں کیے' تو وہ ہے نفس' جو صحیح کام نہ کرنے دے۔ اور بعض اوقات ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان صحیح ہو' بنیادی طور پر سچا ہو اور عمل غلط ہو جائے تو

پھر وہ یہ انتظار کرے کہ آگے کوئی اچھی خبر آ رہی ہے۔ اگر اُسے لگے کہ ایسا کام آج تک نہیں ہوا' یہ بندہ سچا ہے' آخر یہ کیا حرکت کر گیا _____ تو آپ دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی جواز ہوگا۔ ایک آدمی' بہت مشہور اور نیک آدمی کسی بستی میں جانے لگا۔ روزوں کا مہینہ تھا۔ اسے پتہ چلا کہ بستی کے لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہیں تو ان کے سامنے اس نے پانی پینا شروع کر دیا' کھانا شروع کر دیا _____ لوگوں نے کہا یہ کیا فقیر' درویش ہے۔ ان کے مریدوں نے کہا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے لیے ساٹھ روزے رکھنا بہتر ہے لیکن نفس کی جو خوراک ہے یعنی تعریف' تو میں اس سے بچ گیا ہوں' روزے تو ہم رکھتے ہی رہتے ہیں مگر یہ جو مقام آیا تھا کہ اپنی تعریف اپنے منہ پہ سننا' اس مصیبت سے ہم بچ گئے۔ تو اپنی تعریف سُننا ایک مصیبت ہے۔ اور عذاب کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ تو اپنی تعریف سُننا کیا ہے؟ مصیبت۔ اور اپنی تعریف خود کرنا کیا ہے؟ عذاب۔ ان سے بچنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اعمال کریں جو اعمال ٹھہرنے والے ہیں' جن سے آپ زندگی کو ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ یہ عام طور پر دنیا کی بات ہے' ظاہر کی بات ہے' دماغ کی بات ہے۔ اور وہ عمل جن سے آپ دنیا سے نکلنے کی بات کریں' وہ ہے دین' وہ ہے دل اور وہ ہے نیکی۔

اب اور کوئی سوال _____ بولیں _____ پوچھیں۔

سوال:

آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے ''مولائے کائنات'' استعمال کیا ہے۔

جواب:

یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے لفظ "مولائے کائنات" استعمال ہوا ہے تو کچھ لوگ اسے کہیں گے کہ مولا تو آپ اللہ ہی ہے' پھر یہ کیا۔ یہ جو حضور داتا صاحبؒ کے بارے میں شعر کہا گیا ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

کیا آپ کو پتہ ہے کہ اصل میں یہ شعر کیا تھا؟

گنج بخشِ ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا

تو خواجہ غریب نوازؒ سے لوگوں نے کہا کہ تھوڑی رعایت کر دیں اور بات کو سمجھ سے ذرا قریب کر دیں تو آپؒ نے کہا کہ ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

اب "گنج بخشِ فیضِ عالم" ایسی جامع ترکیب ہے کہ آپ اسے اپنے مشائخ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں' داتا صاحبؒ پر' داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ پر' مولا علیؓ پر' سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر۔ تو حضور پاک ﷺ کی ذات گرامی گنج بخشِ فیضِ عالم ہے اور مظہرِ نورِ خدا تو آپ ﷺ ہیں ہی سہی۔ مطلب یہ کہ یہ اتنی جامع بات ہے کہ آپ جہاں بھی چاہیں اسے استعمال کرتے جائیں لیکن اس شعر کا ایک جواز ہے۔ آپ لوگوں کا عالم آپ کی ذات ہی ہے۔ جب آپ فیضِ عالم کہتے ہیں تو فیضِ عالم میں آپ کافروں کو نہیں گنتے بلکہ یہ آپ کا اپنا ہی عالم ہے۔ ورنہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے سارے

جہاں کو اپنے دور میں اسلام کا فیض دے دیا ہو۔ اور یہ اللہ کی منشا میں بھی نہیں ہے۔ میں سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا انسان مظہرِ نورِ خدا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ انسان ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھنا کہ یہ بات کہنے والے خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ کیا کوئی انسان غریب نواز بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی انسان مشکل کُشا ہو سکتا ہے؟ اہلِ ظاہر کے لیے یہی دِقت ہے اور اہلِ باطن کے لیے بڑی آسان بات ہے کہ جس کو آپ الفاظ کا تاج پہنا رہے ہیں یہ دراصل آپ کی عقیدت کا نام ہے۔ آپ کا نام اگر اللہ کے پروگرام میں ہے کہ مسٹر سعید کو بھی ہم نے فلاں سال پیدا کرنا ہے تو آپ کے ساتھ اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو آپ اللہ کے امر سے آئے ہیں، کبھی اُس کے اَمر میں تھے۔ آپ وہ ہیں جو اُس کے اَمر میں رہ گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ونفخت فیه من روحی اس میں ہم نے اپنی روح کو داخل کر دیا۔ اب مظہرِ نورِ خدا کو سمجھنے کے لیے اور کیا چاہیے۔ ہر آدمی یہ وابستگی رکھتا ہے لیکن ہر آدمی اس کو Discover نہیں کرتا۔ ''نُور'' کا مطلب نور ہی ہے، روشنی ہے۔ مثلاً فرشتے نُور ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ فرشتے وابستہ ہیں؟ دو کراماً کاتبین ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا جبریل امینؑ فرشتہ ہیں؟ کیا جبریل امینؑ حضور پاک ﷺ کے غلاموں میں سے ہیں؟ یعنی کہ اگر نورانی فرشتہ غلام ہو تو پھر آپؐ کی ذات مظہرِ نور ہی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس شعر کی ترکیب کیا ہے۔ گنج بخشِ فیضِ عالم جو ہیں وہ مظہرِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ ''گنج بخش'' کا مطلب ہے باطنی خزانہ دینے والے اور ''فیضِ عالم'' سے مراد آپ کے وجود کا عالم ہے۔ تو وہ

فیض دینے والے ہیں۔ ہیں کون؟ نورِ خدا ﷺ کے مظہر ہیں۔ یعنی کہ یہ حضور پاک ﷺ کے مظہر ہیں۔ تو آپؐ نورِ خدا کے مظہر ہیں۔ سرکارؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ اگر پیدا نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر حضور پاکؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں تو علیؑ اس کا مولیٰ ہے۔ اگر حضور پاکؐ مولائے کائنات ہیں تو حضرت علیؑ مولائے کائنات کیسے نہیں ہوں گے۔ حضور پاکؐ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ اللہ کائنات کو تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ دو الگ ذاتیں نہیں ہیں۔ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے حضور پاکؐ تشریف لائے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ایک نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ مقام آپ کو سمجھ آنا چاہیے؟ کب سے درود بھیج رہے ہیں؟ کب تک بھیجتے جائیں گے؟ جب سے وہ درود بھیج رہے ہیں تب سے حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ اور اللہ کا کوئی عمل درمیان سے شروع نہیں ہوتا۔ اللہ کا جو عمل ہے وہ ہمیشہ سے ہے، درود ہمیشہ سے بھیج رہے ہیں، قرآن ہمیشہ سے ہے کیونکہ یہ لوحِ محفوظ سے ہے۔ تو اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ کب سے بھیج رہے ہیں؟ ہمیشہ سے۔ یہ مقام اگر سمجھ آجائے تو پھر پتہ چلے گا کہ آپؐ کی ذات اگر وجود کے ساتھ موجود نہیں ہے تو پھر آپؐ کی موجودگی اور انداز سے ہے۔ تو وہ جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں وہ اور انداز سے ہیں۔ تو آپ ان باتوں پر پریشان نہ ہوا کرو۔ اگر مولائے کائنات کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اپنا مولاؑ مولائے مَن کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ آپ ادب میں رہیں۔ آپ اپنے والد کو مولیٰ کہہ دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ آقا اور مولا کے لفظ

ہیں۔ آپ جس کے غلام ہیں اس کو مولیٰ کہتے ہیں یعنی غلام' بندہ ہے اور آقا' مولیٰ ہے۔ اور معبود اللہ ہے' عبادت اس کی کرنی ہے' سجدہ اس کو کرنا ہے اور وہ قدیم ہے' باقی سب حادث ہیں۔ اس کے علاوہ سب باتیں ہیں' بحثیں ہیں۔ اس لیے ''مولیٰ'' کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے' شرعی طور پر اس میں کوئی فرق نہیں ہے' دِقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ عقیدت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ اور غیر اللہ کا مسئلہ ہے۔ اللہ کے علاوہ سب غیر اللہ ہے لیکن اللہ کے علاوہ غیر اللہ ہے ہی نہیں' کائنات کے اندر کوئی غیر اللہ نہیں ہو سکتا۔ پھر شرک کیا ہے؟ شرک تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ کیا اللہ کے برابر کوئی اور اللہ کوئی بنا سکتا ہے؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو اللہ تم بناؤ گے وہ نظر آئے گا اور اصل اللہ جو ہے وہ نظر نہیں آتا۔ لہٰذا کوئی بھی برابر کا اور اللہ نہیں بنا سکتا۔ شرک تو صرف یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی اور حکم لگا دینا۔ تو یہ شرک ہے۔ اور اس کو ہم شرک کہتے ہیں۔ اللہ ہمیں خود ہی سکھاتا ہے کہ مجھ سے یہ کہو ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔ پھر یہ کہو کہ ''راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا''۔ اللہ کہتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت ہو۔ اس طرح شرک ہو جاتا ہے۔ اور ایک باپ جب اپنے بیٹے کی جدائی میں آنکھوں سے محروم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قصّے کو احسن القصص فرمایا۔ یعنی کہ پیغمبر باپ اور پیغمبر بیٹا' باپ جدائی میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اللہ کو مائنڈ کرنا چاہیے تھا کہ بیٹے کی جدائی میں' محبت میں ہمارا خیال بھول گیا لیکن نہیں ____

اس قصّے کو احسن القصص کہا' کہ یہ بڑی محبت کی بات ہے۔ گویا کہ وہ محبت جو اس راستے پر چلنے والوں کو آپس میں ہو جاتی ہے' وہ محبت بھی الٰہیات کا حصّہ ہے۔ مسافر کی مسافر سے محبت سفر کا حصّہ ہے۔ ٹھہرنے والے سے محبت نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے' جو زندگی کو حجاب بناتا ہے' اس سے محبت نہ کرنا۔ تو شرک کی یہ بات ہے کہ دنیا دار کا خیال ہی شرک ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپؐ فرمائیں کہ ہم دین سے کس طرح محبت کریں؟ آپؐ نے برملا جواب ارشاد فرمایا کہ جیسے دنیا دار اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے۔ دنیا دار دنیا سے ایسی محبت کرتا ہے کہ وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرتا' تم دین سے ایسی محبت کرو جیسی دنیا دار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیا دار ہر موقع پر اپنے فائدے کا سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی طرف رجوع کریں گے اور تمہی میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی طرف رجوع کریں گے۔ زندگی سے نکلنے کی تمنا' زندگی کو چھوڑنے کی آرزو' زندگی سے بچ نکلنے کی آرزو' یہ الٰہیات کا حصّہ ہے۔ تو سفر کے دوران مسافروں کی آپس میں محبت غیر نہیں ہے بلکہ جائز ہے ___ تو "مولائے کائنات" ٹھیک لفظ ہے۔ اس کو اللہ نہ سمجھنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ؎

علیؑ کو میں علیؑ کہہ دوں ، و لیکن
علیؑ سجدے میں خود تسبیح خواں ہے

تو "علیؑ" بہت بلند ذات ہے اور علیؑ جس ذات کا سجدہ کرتے ہیں تو آپ اُسے اللہ کہیں۔ تو جو مقام بیان فرما دیا گیا آپ وہی مقام سمجھیں۔ حضور پاکؐ سے

لوگوں نے بڑی وابستگی کی اور کہا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ مثل تمہارے ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جب آپؐ معراج پہ آئے تو "پھر ہوا جو ہوا" قاب قوسین او ادنیٰ تو ایسے مقامات تھے اور یہ فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ جو کنکری آپؐ نے پھینکی وہ آپؐ نے نہیں پھینکی ہے بلکہ ہم نے پھینکی ہے۔ تو جب ایسے ایسے مقامات آئے تو لوگ ذرا سا چونکے۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ ______ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا خیال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ 'وہ' وہ ہے اور میں 'میں ہوں' کہیں مجھے "وہ" نہ سمجھ لینا' یہی میری تعلیم ہے۔ تو آپؐ کو انسانوں کے بھیس میں دیکھا گیا' ایک تاریخ وصال ہے اور ایک تاریخ پیدائش ہے۔ اس طرح حادث اور قدیم کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور محبت کی دنیا میں یہ لگتا ہے کہ آپ لوگوں کے اندر اُس ذات کا وجود ایسے ہے جیسے آپ ﷺ لوگوں میں موجود ہوں' گویا کہ وہ وجود موجود ہی ہے لیکن بیان میں نہیں ہے۔ بیان میں حادث ہی ہے لیکن عمل میں قدیم ہے۔ وہ ذات ہمیشہ سے رہنے والی ہے اور ہمیشہ تک رہنے والی ہے۔ لیکن اگر بیان کرو گے تو "انسان"۔ کہیں بات کو کنفیوز نہ کرنا۔ تو حادث اور قدیم کو کنفیوز نہ کرنا۔ حادث وہ ہے جس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد ہو۔ قدیم اللہ کی ذات ہے۔ اللہ بھی قدیم' اللہ کی محبت بھی قدیم اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی قدیم۔ لیکن بیان کرنے میں حادث ہیں' کہ ایک مقام پر

تشریف لائے' ایک مقام کے بعد چلے گئے' آپ کا ایک آستانہ ہے' روضہ ہے' مزار شریف ہے۔ سارے واقعات وہی ہیں لیکن بالکل نہیں۔ اگر کوئی شخص زندگی سے نکل کے کائنات کے دل میں اُتر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے ناں؟ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مگر بیان میں نہیں ہے۔ کیوں؟ کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ مجھے ایسا نہ کہنا۔ بس یہی حد ہے۔ حد وہ ہے جو آپؐ نے ارشاد فرما دی۔ آپ بات سمجھ گئے۔ شرک کے ساتھ پھر غیب کا مسئلہ بھی آتا ہے غیب کی بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اللہ کا غیب ہے ہی کوئی نہیں۔ کیا اللہ کی نگاہ میں کوئی غیب ہو سکتا ہے؟ اللہ کے سامنے کیا غیب ہوگا۔ جو خالق ہے اس کا کیا غیب ہو سکتا ہے۔ رہا آپ لوگوں کا غیب' تو وہ درجہ بدرجہ ہو گا۔ بچے کا غیب ماں باپ کا نہیں۔ جو جتنا جانتا ہے اس کا غیب اتنا کم ہوتا جاتا ہے۔ غیب جو ہے یہ اللہ جانتا ہے اور انسان یہ جان نہیں سکتا۔ انسان جتنا جانتا ہے تو یہ جاننا یا غیب اس انسان کا مسئلہ ہے۔ باقی یہ کہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کتنا جانتے ہیں' اللہ نے آپؐ کو کتنا دکھایا' آدم علیہ السلام کو کتنے اسماء سکھائے' کیا کائنات کے سارے علوم سکھا دیئے' کیا ساری زبانیں سکھا دیں ____ اللہ چاہے اور اپنے محبوبؐ کو سیر کرائے تو کیا پتہ کون سے جہان کی سیر کرا دے' ماضی کی کرا دے' مستقبل کی کرا دے' حال کی کرا دے' ہر شے کے اسماء کی کرا دے' ہر شے کے جوہر کی کرا دے' باطن کی کرا دے ____ اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس اتنا علم ہے کہ ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ غیب جانتے ہیں یا غیب نہیں جانتے۔ اس بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے

مقامات پر کبھی بحث نہ کرنا۔ ہمارے لیے دونوں بہت ہی بلند مقامات ہیں۔

اب آپ بولیں _____ اور کوئی سوال _____

سوال :

فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں' خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے۔

جواب:

فیض کا آپ ایک ابتدائی مسئلہ دیکھ لیں۔ جب تک آپ اپنی زندگی اور زندگی کے دفتر کی فائلیں' ساری کی ساری کسی بزرگ کے پاس پیش نہیں کر دیتے اوران سے دستبردار نہیں ہوتے تو فیض کا تصور نہیں ملے گا۔ فیض آپ کی منشا کے مطابق نہیں ملتا۔ آپ Assistance نہیں لے رہے بلکہ فیض لے رہے ہیں۔ Assistance لینے کا کیا مطلب ہے؟ کہ جناب اس وقت بہت سخت پریشانی ہے' میرا خیال ہے کہ آپ اس میں میری یہ مدد کر دیں۔ تو وہ فیض نہیں ہوگا۔ فیض کا معنیٰ یہ ہے کہ جو وہ کرے۔ اور یہ جو "گنج بخشی" ہے یہ کسی ظاہر مال کی گنج بخشی نہیں ہے بلکہ یہ باطن ہے' نور ہے۔ تو داتا صاحبؒ کے پاس فیض کے لیے جانے والا یہ سمجھے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیض مانگنا بھی گستاخی کے باب میں ہے۔ کسی بزرگ سے یہ مانگنا ٹھیک نہیں ہے کہ ؎

لا اپنا ہاتھ دے میرے دستِ سوال میں

فیض ملتا ہے عطا کے باب میں۔ آپ اگر محبت کرتے جا رہے ہیں اور اپنی دنیاوی آرزوؤں سے نجات پاتے جا رہے ہیں اور محبت کے ایک سلسلے میں شامل ہو گئے ہیں تو فیض خود بخود ملے گا۔ فیض کیا کام کرتا ہے؟ آپ کو آپ کے اعمال

کی عبرت گاہ سے نکالتا ہے۔فیض کا سوال نہیں ہوتا۔فیض ان کی اپنی عطا ہوتی ہے۔عام طور پر فیض مانگنے والے کو یہ بتایا جاتا ہے کہ مانگنے والا آدمی اگر محرم نہ ہو تو غلط چیز مانگ جائے گا۔تو وہ فیض کے بغیر محرم ہو نہیں سکتا۔جس دوکان سے آپ کوئی چیز لینا چاہتے ہوں، تو پہلے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اندر کیا پڑا ہے، پھر ہی وہ چیز مانگیں گے۔پھر یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس چیز کی افادیت کیا ہے۔اس لیے جب تک آپ عالم نہ ہوں آپ فیض نہیں مانگ سکتے اور علم کا فیض جو ہے یہ عطا ہے۔اس لیئے آپ وہاں جا کے حاضر ہو جائیں، درود شریف پڑھیں اور خاموش بیٹھیں۔نہ فیض مانگنے کا شور مچائیں، نہ کوئی اپنی آرزوئیں مانگنے کا شور مچائیں کہ ہمیں یہ دے دیں اور ہمیں وہ دے دیں۔ یہ کہو کہ ہم حاضر ہیں۔صرف جا کر حاضری لگا دو، وہاں پہنچ جاؤ اور چپکے سے واپس آ جاؤ۔کبھی نہ کبھی، کچھ نہ کچھ، جلد ہی کوئی واقعہ ہو جائے گا۔سوال کرنا بارگاہِ بلندی میں، گستاخی ہوتا ہے۔تو سوال نہ کرنا۔وہ خود بخود ہی عطا فرمانے والے ہوتے ہیں اور عطا فرما دیتے ہیں۔اور یہ فیصلے ازل کے ہیں، آج کے نہیں ہیں۔جو فیض ہوتا ہے وہ پیچھے سے مقرر شدہ ہوتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے۔اس لیے آپ خاموشی کے ساتھ وہاں چلے جائیں اور وہاں بیٹھ جائیں۔

آہ نہ کر لبوں کو سی

پھر فیض ہی فیض ہے۔سوال نہ کرنا وہاں کسی قسم کا۔تو جس آدمی پر فیض ہوتا ہے وہ سوال سے آزاد کرا دیا جاتا ہے۔عام طور پر ان آستانوں پر آپ کو سوال ہی لے جاتا ہے، تکلیف لے جاتی ہے، کوئی واقعہ ہو تو آپ چلے جاتے ہیں۔جب آپ

وہاں جاتے ہیں تو سوال بھول جاتا ہے۔جس آدمی پر فیض ہو جائے وہ سوال ہی بھول جاتا ہے' وہ واقعہ ہی بھول گیا۔اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کیا بات ہوگئی۔وہ گیا کسی کام اور مل کچھ اور گیا۔فیض اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام آگ کے خیال سے گئے اور پیغمبری لے کے آ گئے۔تو فیض اس طرح عطا ہوتا ہے ۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

چاہے کسی خیال میں گئے' کسی ضرورت سے گئے' وہاں جا کے خیال اور ضرورت بھول گئے۔سب اس کے حوالے کر دو اور وہ جو عطا فرمائے وہ ٹھیک ہے۔فیض مانگنے کے سلسلے میں آپ کو ایک حدیث شریف سناتا ہوں۔یاد رہے کہ یہ بڑے راز کی بات ہے۔سرکارؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم دعائیں مانگو تو دعا میں کسی ملک کی بادشاہت نہ مانگ لینا' اگر دعا کے ذریعے تمہیں بادشاہت مل گئی تو چلانے میں ذمہ داری تمہاری ہوگی۔اور یہ بڑی دِقت والی بات ہوتی ہے۔اور جب وہ خود عطا فرمائے تو ذمہ دار وہ آپ ہے۔اس لیے یہ جو بات بادشاہی کے بارے میں ہے دراصل یہ باقی ہر چیز کے بارے میں بھی ہے۔ایک واقعہ سناتا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو دعائیں پوری کی ہیں وہ زندگی بھر قائم رہیں اور آپ کا نصیب خوش رہے۔واقعہ جو سنا رہا ہوں وہ ذرا سخت ہے۔ایک آدمی کو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ تم حج کرنے جا رہے ہو' ایک کام کرنا کہ وہاں دعا نہ مانگنا۔اس آدمی نے کچھ ہاں' کچھ ناں کہہ دیا۔تو

وہاں جا کے اس نے دعا مانگ لی جو دعا اس کے دل میں تھی۔ دعا پوری ہوگئی اور بیٹا پیدا ہوگیا۔ اب وہ آدمی زندہ ہے جس نے یہ بات بتائی۔ پیر صاحب کا اس دوران وصال ہوگیا۔ آٹھویں جماعت میں جب وہ بیٹا تھا تو کسی حادثے میں فوت ہوگیا۔ خواب میں پیر صاحب ملے' انہوں نے کہا ہم نے یہ چیز Avoid کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ لکھا ہوا تھا' اب کیا کر سکتے ہیں' ہم نے تو یہ کہا تھا کہ مانگنا ناں' اب تو غم سے بوجھل ہوگیا ہے' اب غم کیوں کرتا ہے' جس طرح تو نے بیٹا لیا اب اس طرح برداشت بھی لے _____ اس لیے اللہ تعالی سے دعا مانگنے کا شعور یہی ہے کہ یا رب العالمین تو اپنی منشاء پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہماری منشاء بھی تیری منشاء کے مطابق ہوجائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی ایسی چیز مانگ لیں جس کے بعد ہمیں افسوس ہو' عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ دعا یہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' تیرے فیصلوں پر ہم راضی رہیں _____

اب اور کوئی سوال _____

سوال:

یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

جواب:

بات یہ ہے کہ میر کا ایک شعر ہے کہ ۔

دور بیٹھا غبارِ میؔر اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

تو محبت ادب سکھاتی ہے۔اور اگر محبت میں محبوب کے ناراض ہونے کا خوف نہ ہوتو پھر محبت کیا ہے۔وہ جو ڈر ہوتا ہے وہ ڈر ہے محبوب کی محبت سے محروم ہونے کا۔اس لیے آپ ضرور ڈرو۔اور جو محبت میں داخل ہو گیا اس کے لیے تو اللہ کا اپنا ارشاد ہے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو خوف اور حُزن نہیں ہے۔خوف سے مراد یہ ہے کہ کسی آنے والے وقت کا ڈر نہیں ہے اور حُزن سے یہ مراد ہے کہ کسی جانے والے وقت کا ڈر نہیں ہے۔وہ ڈرتے تو ہیں مگر ڈر یہ ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ذات ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بھری کڑاہی دودھ کی غیب کر دے۔تو وہ مالک ہے' کہیں ساری محنتیں برباد نہ کر دے۔اس لیے اللہ سے ڈر ہوتا ہے۔ورنہ اللہ سے آپ نہیں ڈرتے بلکہ اللہ سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔آپ اپنے خیال سے ڈرتے ہیں۔کبھی آپ نے اللہ کو دیکھا؟ پھر ڈر کس بات کا؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کے ساتھ ہے۔جتنا آپ کا یقین ہے۔اتنا ہی اللہ آپ کو سمجھ آتا ہے۔تو آپ اپنے خیال کی Development کے مطابق اللہ کو جانتے ہیں۔تو اللہ سے محبت کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں محبت سے محروم نہ کر دیئے جاؤ۔محبت ادب سکھائے گی۔محبت تقرب سکھائے گی۔اور اللہ کے قریب رہنے والا اس سے زیادہ ڈرے تو بہت بہتر ہے۔وہ یہ کہے کہ اگر میں ایک لمحہ' ایک قدم بھی آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔جیسا کہ جبریل امینؑ نے کہا۔آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں' ایک حال

بتاتا ہوں۔ اگر سمجھ آجائے تو بڑی بات ہے۔ ساری کائنات میں اللہ کے مستند محبوب حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ کے مستند محبّ بھی حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ محبت کرنے والی حضور پاکؐ کی ذات ہے اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والی بھی حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ آپؐ ساری رات جاگتے اور روتے تھے' یہ آپؐ کا کام تھا۔ اور یہ ساری محبت بالکل مستقل ہے۔ لوگوں نے حضور پاکؐ سے کہا کہ آپ اتنے مقرب ہیں' پھر بھی ڈرتے ہیں اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر ادا نہ کروں کہ جو اس نے محبت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے یہ جو ڈر ہے یہ تقرب کی نشانی ہے۔ ڈر کیا ہے؟ قریب ہونے کی نشانی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ابلیس بے خوف ہو گیا تھا۔ اس نے کہا یا اللہ کل آپ نے اور حکم دیا تھا' اب اور حکم دے دیا ہے۔ وہ بحث کرنے لگ گیا۔ اور جو ڈرنے والے تھے انہوں نے سجدہ کر دیا۔ اس لیے سب سے اچھی بات کیا ہے؟ یہ ڈر۔ اور یہ ڈر کبھی محروم لطف نہیں ہوتا۔ جو اللہ کے زیادہ قریب ہوگا وہ ڈر میں رہے گا اور لطف میں رہے گا اور جو نڈر ہے وہ دور ہے اور گستاخ ہے۔ کافر کیوں کہ ڈرتا نہیں ہے اس لیے کافر ہے اور مومن چونکہ ڈرتا ہے اس لیے مومن ہے۔ آپ کا ایمان جتنا قوی ہوتا جائے گا اتنا ڈر پیدا ہوتا جائے گا۔ تو محبت کا ڈر اور ہے' یہ عبادت کے خوف سے آزاد ہے۔ محبت جو ہے یہ اور طرح کا نشہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ محبوب کا مزاج کیسا ہے' وہ تخت سے اُٹھاتا ہے' تخت پہ بٹھاتا ہے' وہ مالک الملک ہے تـوتـی الـمـلـک من تشاء وتـنـزع الـمـلـک ممن تشاء تعز من تشاء و تذل من

تشاء۔وہ کہتا ہے کہ جس کو چاہوں میں بادشاہ بنادوں اور جس کو چاہوں معزول کر دوں' جس کو چاہوں جو کروں _____ خبردار ہم جو بھی کریں۔تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے بہت ہی ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ جو محبت کرنا ہے اور ڈرنا ہے' اصل میں یہ ایک ہی چیز ہے۔جس نے آپ کو یہ کہا ہے اس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ محبت بھی کر اور ڈرتا بھی رہ۔اللہ سے ڈرنے والا غیر اللہ سے کبھی نہیں ڈرتا۔ یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔اگر غیر اللہ کا ڈر نکال دو تو یہی اللہ کا ڈر ہے۔تو آپ غیر اللہ کا' دنیا کا اور خاص طور پر غریب ہونے کے اندیشے کا ڈر نکال دیں۔اللہ کے تقرب کی یہ ایک نشانی ہے کہ اللہ کے قریب رہنے والے غریب ہونے سے نہیں ڈرتے۔وہ کبھی نہیں ڈرتے کیونکہ ان پر اللہ کی مہربانی ہے۔

سوال:

زندگی کا زیادہ حصّہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

؎ آدھی سے زیادہ شبِ غم کٹ بھی گئی ہے
اب بھی اگر آ جاؤ تو یہ رات بڑی ہے

یہ ٹھیک ہے' ان کی بات ٹھیک ہے۔زیادہ وقت تو گزر چکا ہے اور وہ وقت ؎

کچھ وقت تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

راز کی ایک بات یاد رکھنا کہ جب انسان کو اپنے عمل اور نیکی کی کمزوری کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھو کہ وہ رحمت کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ دعا سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ جب معاف ہونے لگ جائے تو انسان دعا کی طرف چل پڑتا ہے۔ دعا کی طرف چلنے والا انسان اپنے گناہ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور جب انسان کو یہ سمجھ آ جائے کہ میرے عمل کے دامن میں کچھ نہیں ہے تو سمجھو کہ اب اس کے اوپر احسان ہو گیا۔ اور جتنے صاحبانِ فضل آئے ہیں سب نے یہی کہا کہ ہمارا دامن تو خالی ہے' ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر ایک نے یہی کہا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب تم دنیاوی غرور کی بجائے انکساری اور عاجزی میں آتے ہو تو میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر انسان زندگی کے ننانوے سال ظلمات میں رہے اور آخری ساعت نور میں داخل ہو جائے تو اس کا خاتمہ نُور میں ہوگا۔ یعنی کہ ایک آدمی' حضور پاکؐ کے خلاف جنگ لڑنے والا' اگر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمان ہی گِنا جائے گا۔ اکثر جو بزرگ تھے وہ اس وقت غیر اسلامی دنیا سے آئے تھے اور آپؐ نے ان کو بلند مقصد عطا فرمایا۔ اس کو میاں محمد صاحبؒ نے یوں کہا ہے ؎

بھر لے پانی ہاریے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

تو بات آخری قدم کی ہو رہی ہے۔ آخری قدم اگر اس کے گھر کی طرف چلا گیا تو بخشش ہو گئی۔ اس لیے جس دن آپ کو اپنے عمل کا سہارا ختم ہو گیا تو اس

کے فضل کے دائرے میں داخل ہو جائیں گے۔اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ کہو کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں بلکہ عبادت سے بھی توبہ کرتے ہیں اس عبادت سے جو ہم نے کی' پتہ نہیں وہ ریا کاری تھی کہ کچھ اور تھا۔تو اس کا فضل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ایک اور جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ان کے سیئات کو حسنات میں بدل دیتے ہیں یعنی کہ اس کو بالکل Inverted بنا دیتے ہیں اور اس کی برائیوں کو ہم نیکی میں Convert کر دیتے ہیں۔ دل بدل جائے تو سارا اعمال نامہ بدل جاتا ہے۔ بات دل کی ہے۔دل سے مراد یہ ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی تمنا ختم ہوئی ہے یا نہیں' دنیا حاصل کرنے کی تمنا اگر ختم ہوگئی تو سمجھو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر ایثار کرنے کی تمنا ہو گئی تو سمجھو کہ آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر آپ میں عاجزی پیدا ہوگئی تو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ جو آدمی کمزور سے ڈرتا ہے' وہ دل والا ہے۔ وہ طاقت ور سے نہیں ڈرتا بلکہ کمزور سے ڈرتا ہے تو وہ دل والا ہے۔تو آدمی اپنے نوکر سے ڈرتا ہے' کمزوروں سے ڈرتا ہے اور چھوٹوں سے ڈرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دل والا ہو گیا اور اللہ کی رحمت میں آ گیا۔ جب اللہ کی رحمت میں آتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جو لوگ کسی کو ڈرا نہیں سکتے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے' اللہ کا احسان ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنے اعمال نامے کے مطابق نہ دیکھنا۔اس کا فضل Independant ہے۔وہ تو

قطرے کو اگر چاہے سمندر ہی بنا دے

یہ اس کی مرضی ہے۔بار بار وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

یعنی کہ آپ اپنے اعمال کے درجات کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اللہ کے فضل سے رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انّ رحمتی وسع علی غضبی کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جن لوگوں پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے ان لوگوں کو اللہ کریم نے رحمت اللعالمین ﷺ کی نسبت عطا فرما دی۔ جس کو یہ نسبت عطا فرما دی، کہ حضور پاک ﷺ سے نسبت ہے، وہ ان کی امت سے ہے تو اس پر رحم ضرور ہوگا۔ تو رحمتہ اللعالمین ﷺ سے نسبت دراصل اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب حصول کا کیا طریقہ ہے؟ جب کبھی اعمال نامے میں دِقت ہو جائے تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ ۔

اب احتساب چھوڑ یئے میرے گناہ کا

جب آپ کی پیشانی بارگاہِ حُسن و نُور میں جھکتی ہے، جو حضور پاک ؐ کے نام کی ہے تو

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب چھوڑیئے میرے گناہ کا
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

پھر یہ کہو کہ یا اللہ اب جانے دے، پکڑ دھکڑ والی بات جانے دے اور اپنے حبیب پاک ؐ کے واسطے ہمیں جانے دے، ہم غریب لوگ ہیں۔ تو یہ نام یاد رکھو کیوں کہ اگر حضور پاک ﷺ کا نام ورِدِ زباں ہو تو عذاب نہیں آتا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب بھیجوں جب کہ آپؐ ان میں ہوں۔ جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو، جس زبان پر حضور

پاکؐ کا نام ہو' جس آنکھ میں ان جلووں کی پیاس ہو' وہ آدمی فضل کے باب میں نظر انداز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے آپ اپنا خود ہی فیصلہ کرلو کہ آپ کے اندر اس نام کی محبت کس حد تک ہے۔ پھر فضل ہی فضل ہے۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا ہوتا ہے اس کو اپنے حبیب پاکؐ کی محبت عطا فرما دیتا ہے اور جس کو عذاب آنا ہوتا ہے وہ اس نام کے لیے گستاخ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کی معافی نہیں ہوتی جو حضور پاکؐ کا گستاخ ہو۔ اس لیے آپ کی جو عمر گزر گئی سو گزر گئی۔ اب توبہ کی جائے' حضور پاکؐ کو یاد کیا جائے۔ پھر سب ٹھیک ہے' نیکی ٹھیک ہے۔ یہاں سے کچھ لے کے نہیں جانا بلکہ صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ اللہ بخشنے والا ہے۔

اور کوئی سوال ____ پوچھو ____ کچھ پوچھو ____ کچھ نہ کچھ بولو ____

سوال:

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

جواب:

ضرور دعا کرتے ہیں ____ سوال پوچھو ____

سوال:

بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

جواب:

یہ پسند کرنے یا ناپسند کرنے کی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کسی کو ناپسند کرتے ہیں اس کے ماضی کے عمل کے مطابق۔ ناپسند کرنا

دراصل یہ اعلان ہے کہ اس آدمی کا مستقبل درست نہیں ہوگا۔ تو جس آدمی کا عمل خراب تھا اور آپ نے اُسے ناپسند کیا تو کیا اللہ اس کو معاف کر کے اُسے اچھا پھل دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو پھر آپ کی ناپسند غلط ہے۔ آپ اُسے اللہ کے حوالے کریں۔ ناپسند کرنا دراصل آپ کا یہ اعلان ہے کہ اس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس لیے عام دنیادار باقی انسانوں کو ان کے ماضی کے حوالے سے ناپسند کرتا ہے اور دین والے لوگ مستقبل کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اُسے ناپسند نہیں کرتا۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ اس نے دین کے لیے بڑا کام کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو آدمی تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اس کو "سیف اللہ" بنا کے اسلام کے حق میں کر دیا گیا۔ اگر آپ کو معافی دینے میں مشکل ہو رہی ہے تو یہ تباہی ہے۔ اب جو سیاست کا وقت آ رہا ہے' جو حالات ہیں تو دل میں ہمیشہ یہ سوچنا کہ آپ کی نسبت ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو اللہ کے رحم کے اندر ہوں۔ یہ اپنے طور پر ضرور پتہ چل جاتا ہے۔ کبھی کسی کو اللہ کی منشاء کے بغیر اچھا' بُرا نہ کہنا۔ تو نہ اچھا کہنا اور نہ بُرا کہنا بلکہ جو اللہ کو منظور ہے وہ کہنا۔ اگر سمجھ نہ آئے تو خموشی سے اس محلے سے گزر جاؤ' سیاست کے محلے سے چپکے سے نکل جاؤ۔ اگر سمجھ نہیں آئی تو نہ سہی۔ اس لیے انسان کو کبھی برا نہیں کہنا' پتہ نہیں اب کیا ہو جائے۔ اگر اچھا انسان ہو تو اس کی قدر ضرور کر لو۔ برا انسان ہو تو اس کی تحقیر نہ کرو' عین ممکن ہے کہ اس کو توبہ نصیب ہو جائے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:

جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

ہر کام کو Exhibit کرنے کے لیے ایک انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہم کتاب سے الجبرا پڑھ لیتے ہیں لیکن وہاں میدان میں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ راستہ بتاتے ہیں حل کر کے۔ شریعت ظاہر ہے۔ قرآن مجید اتنی بڑی حقیقت ہے' کوئی بندہ آج تک زیر زبر بدل نہیں سکا مگر تمہارا کمال یہ ہے کہ اس میں 72 تاویلیں ہو گئیں۔ حالانکہ اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی مگر پھر بھی اس میں اختلاف اور فرق ڈال دیا۔ اس لیے کہ انسان کے اندر یہ دِقت ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے خیال کو بھی اپنے علم میں شامل کر دیتا ہے۔ جس طرح اگر ریفری نہ ہو تو کھیلنے والا قانون جاننے کے باوجود فاؤل کھیل لیتا ہے۔ وہ سیٹی بجائے گا تو پتہ چلے گا۔ اس لیے پیر اس وقت سیٹی بجائے گا جب تم فاؤل کر رہے ہو گے' کہیں پہ نیکی کی شاباش دے دے گا' Encourage کر دے گا' آپ کو یاد دلاتا رہے گا کہ ایسا کرنا ہے۔ یہ اس لیے ہے تاکہ آپ کا باطن روشن رہے۔ کبھی کبھی زندگی کی ابتلا میں رہنمائی بھی کرے گا۔ تو راہنما بنانا جائز ہے۔ اس کی کیوں ضرورت ہے؟ تاکہ وہ آپ کو آپ کے موجودہ زمانے کی مشکلات' مجبوریوں اور حالات کے ساتھ دین کا انطباق کر کے دکھائے۔ ورنہ تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ کے ایک طرف انگریزی سکول ہیں اور دوسری

طرف درس نظامی ہے۔ درمیان میں مِلنا بڑا مشکل ہے۔ تو پیر صاحب کا یہ کام ہے کہ دنیا کے اندر آپ کیسے گزریں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے اس لیے کہ زندگی ایک بار مِلتی ہے اور اس میں کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ پیر صاحب کے بغیر کامیاب ہوسکنا ناممکن نہیں ہے اور پیر صاحب کی موجودگی میں بھی ناکام ہونا ممکن ہے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیر صاحب کی موجودگی میں کامیاب ہونے والا بہت ہی زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی بڑی ضرورت ہے' وہ وسیلہ ہے' سبب ہے' وہ بتاتا ہے اور پھر پہچان ہو جاتی ہے کہ کون سا کیا مقام ہے۔ وہ آپ کو آپ کی ذات سے آشنا کراتا ہے۔ جاگنے والے کو سونے والے کا مقام بتاتا ہے اور سونے والے کو جاگنے والے کا مقام بتاتا ہے' تا کہ آپ کو باطن سمجھ آئے' زندگی کا مفہوم سمجھ آ جائے۔ اب تو کافر دنیا بھی مان گئی ہے کہ ایک گرو ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی اہمیت ہے۔ تو مسلمان کیوں نہ گرو کو مانے۔ مگر تمہارے ہاں جھگڑا ہو گیا ہے' سارے پیر الگ الگ ہو گئے ہیں' پتہ نہیں چل رہا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ میں کہتا ہوں کہ سچے جھوٹے پیر کی بات چھوڑ و' مُرید کو سچا ہونا چاہیے۔ سچا مُرید جھوٹے پیر کو بھی صداقت سکھا دے گا۔ مرید سچا ہونا چاہیے' مسافر سچا ہونا چاہیے' سفر ٹھیک ہے۔ وہ آدمی بدقسمت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی گرو نہیں ملا۔ وہ جھوٹا مسافر ہے۔ سچا مسافر جو ہے وہ جھوٹے پیر کو بھی سیدھا کر دیتا ہے۔ اس لیے سفر کی کامیابی کے لیے رہنما ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اگر آپ ریگستان کے سفر میں جا رہے ہیں تو ایک آدمی بتائے گا کہ راستے میں کوئی نخلستان آئے گا' پانی آئے گا۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اس میں

نخلستان کوئی نہیں ہے' تیرے اپنے پاس پانی ہونا چاہیے۔ دانا آدمی وہ ہے جو چھاگل بھر کے جائے۔ اگر نخلستان آ گیا تو تیرا کیا نقصان' پانی گرا دینا۔ اور اگر نخلستان نہ آیا تو تُو پیاس سے نہیں مرے گا۔ تو یہ ایک وسیلہ ہے اور وسیلہ پکڑ لو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ آپ تھکے ہوئے ہوں اور بازار بھی جانا ہو تو مشکل لگتا ہے۔ اگر آپ کا دوست کہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں' اگر گاڑی بھی نہیں ہے تو صرف چلنے سے آسرا ہو گیا' تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اگر دو آدمی پیدل چلیں تو تھکتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی ساتھ نہ ہو تو ہاتھ میں چھڑی پکڑ لو۔ تو چھڑی بھی ساتھی ہوتی ہے اور انسان تھکاوٹ سے بچ جاتا ہے۔ تو دو آدمیوں کا سفر آسان ہو جاتا ہے' یہ ساتھی' رفیقِ طریق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دوسرا آدمی صرف باتیں کرتا جاتا ہے اور آپ کو زندگی کا لطف آتا جاتا ہے ____ پیر کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ آپ کو مؤدب کر کے ادب سکھاتا ہے کہ جب آپ پر جلوے آشکار ہو جائیں تو کہیں آپ گستاخ نہ ہو جائیں۔ تو وہ ادب سکھاتا ہے۔ یہاں پر ادب کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس میں ایک ایسا مقام آ جاتا ہے کہ جس ذات کے ہم سب ماننے والے ہیں اس ذات کے سامنے رومی' رازی' غزالی سارے کے سارے ادب کے ساتھ دور بیٹھنے والے ہیں۔ تو پیر صاحب اگر بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ عبادت کا مفہوم سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ تو یہ دل والی بات ہے ____

سوال:

یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

جواب:

اس کو یہ بتانا کہ برے کام سے رُکو اور اچھے کام کا حکم دینا' یہ اس وقت آپ کریں جب آپ لم تقولون ما لاتفعلون وہ کام کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یعنی جس وقت آپ میں وہ اچھائی آ چکے اور آپ میں وہ برائیاں ترک ہو جائیں جن کا حکم دے دیا گیا ہے' جب آپ عمل والے ہو چکے ہوں' صرف کہنے والے نہ ہوں۔ جب کوئی انسان اللہ کے ارشادات پر چلنے والا ہو جائے تو اس کی زبان میں تاثیر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس لیے برے آدمی کو محبت سے سمجھا کے اس کی برائی کو دور کرنا ہے' نفرت سے نہیں۔ نفرت اُسے اور بُرا کرے گی۔ بتایا یہ گیا ہے کہ برے آدمی سے نفرت نہ کرو۔ برے آدمی سے اس لیے محبت کرو کہ آخر وہ انسان ہے لیکن عمل اس کا برا ہے۔ اس سے محبت کرو اور اس کے ساتھ دوستی کرو۔ اس طرح اسے اپنی راہ پر لے آؤ۔ لوگ ایک دوسرے کا کہنا ماننے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہ کہ محبت میں انسان ایمان ترک کر دیتے ہیں۔ تو کیا وہ محبت میں اپنا ایمان نہیں بچائیں گے۔ آپ اس سے محبت کریں تو وہ برا آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھے کی محبت ہی برے آدمی کو برائی سے بچائے گی۔ آپ پہلے اچھا بن کے اس سے محبت کرو' ڈانٹ ڈپٹ بعد میں کرنا۔ تو پہلے اُسے محبت کا پیغام دو۔ لوگ تو محبت میں اچھائی ترک کر دیتے ہیں' محبت کے باب میں گناہ بنا لیتے ہیں' اور لوگ دین کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کی محبت اس بے دین کو دین پر لا سکتی ہے۔ جس طرح برے آدمی کی محبت ایک اچھے آدمی کو برائی پر مائل کر سکتی ہے اسی طرح اچھے آدمی

کی محبت برے کو اچھائی کی طرف لے آئے گی۔ تو اس طرح اسے سمجھاؤ۔

____اور کوئی بات ____ کوئی سوال ____

ایک بات نصیحت کے طور پر یہ ہے کہ کوئی جان دار انسان کسی بے جان چیز سے معزز نہیں ہو سکتا۔ بے جان اشیاء' جان دار انسانوں کو معزز نہیں کر سکتیں۔ تو آپ اپنی عزت کو اپنے عمل کے مطابق Judge کرو' اللہ کے فضل کے مطابق Judge کرو' اپنی عزت کو اشیاء سے Judge کرنے والا شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اشیاء سے Judge نہ کرنا' مثلاً اشیاء پیسہ' حالات' واقعات وغیرہ۔ اس لیے آپ ذرا خیال رکھنا۔ جس نے لوگوں کو معاف کر دیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ والعافین عن الناس لوگوں کو معاف کرتے رہا کرو' اور یہ کہ واللہ یحب المحسنین اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ تو احسان کرو۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حق نہیں تھا مگر آپ نے مہربانی کر دی۔ بُرے آدمی کا حق تو نہیں ہے کہ آپ اس سے محبت کریں مگر یہ احسان ہے کہ محبت کریں۔ اگر بُرے سے بھی محبت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں جنت میں جاؤں تو وہاں کوئی اور میرا بہن بھائی نہیں ہونا چاہیے۔ تو آپ عبادت بھی کرتے ہیں تو اس قدر تنہا کہ بہن بھائی کو ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ اگر کوئی بُرا آدمی آپ کا بھائی ہے' چچا کا بیٹا ہے' رشتے دار ہے' شہر میں رہنے والا ہے' دفتر میں ساتھ کام کرتا ہے تو یہ نہ کہنا کہ یا تو جنت میں وہ جائے یا میں جاؤں۔ اس لیے جنت میں جانے کے لیے صرف اپنے آپ کو مخصوص نہ سمجھو' عین ممکن ہے کہ اللہ اس کو بھی جنت میں لے جائے۔ نفرت نہ کرنا'

ضد نہ کرنا۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے لے جائے' جس کو چاہے وہ پہنچا دے۔ ہم دخل دینے والے کون ہیں۔

اب آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ آپ پر زندگی آسان ہو جائے' زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین! اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' اور ہم تجھ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی آخری سوال ہے۔ یا اللہ تمام حاضرین مجلس کی نیک تمنائیں پوری فرما۔ زندگی کی آسانی دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ــــــ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

سوالات

1. بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔اس کی کیا وجہ ہے؟اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟
2. کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟
3. وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟
4. ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟
5. میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

سوال:

بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔اس کی کیا وجہ ہے؟اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

جواب:

سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کی محفل میں ابھی اور بیٹھیں۔پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔صرف سوال سے بات سمجھ نہیں آئے گی۔ وہاں شریعت کی پابندی ہے' شریعت کی پابندی ہوتی ہے۔ ہوا یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ کہیں یہ شریعت کی پابندی کے باوجود دین کے بارے میں جھگڑا ہے' مثلاً یا رسولؐ اللہ کانفرنس اور محمدؐ رسول اللہ کانفرنس الگ الگ ہو گئیں تو پھر ان لوگوں نے بات کو خفیہ رکھ لیا۔ورنہ تو وجہ نزاع بن جاتی' جھگڑا ہو جاتا۔ دین کے نام پر دین کے اندر جھگڑے موجود ہیں۔نام دین کا ہے اور لڑتے جا رہے ہیں۔مثلاً محرم دین کا نام ہے لیکن جھگڑا آج تک چلا آ رہا ہے۔آج کے دور میں پیدا ہونے والوں کے درمیان جھگڑا کیوں ہے؟ ہوا یہ کہ دونوں ایک گھر میں پیدا ہوئے' ایک نے اپنی کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے اور کتاب پڑھ لی' پھر آپس میں بحث کرنے لگ گئے اور جھگڑا پیدا ہو گیا۔اللہ کو شریعت مقدم ہے۔

اگر ایک آدمی کو آواز دی جائے' حضور اکرم ﷺ نے آواز دی' اس کو بلایا اور وہ کہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اس لیے آپ کی آواز کا جواب نہیں دیا تو آپ بتائیں کہ کیا یہ صحیح ہے' کیا ایسا ہونا چاہیے۔ تو آپ کی آواز پر لبیک ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پہچان کی بات ہے۔ اگر فارمولا استعمال کیا جائے اور وہ محبت کے بغیر ہو اور اطاعت کے بغیر ہو تو فارمولا جو ہے وہ فارمولا دینے والے کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا۔ فرشتوں کو اس بات پہ پکا کر دیا۔ تب شریعت یہ بن گئی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفه میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو تم اس کو سجدہ کرو۔ فسجدوا الا ابلیس تو سب نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے' وہ جو فارمولے والا تھا' اُس نے کیا کیا؟ وہ پچھلے فارمولے پہ رہا کہ یا اللہ' آپ کے حکم کے مطابق آپ کے علاوہ سجدہ تو نہیں ہے۔ اتنی سی بات پہ وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ تو فارمولا قائم رہنا چاہیے مگر اس فارمولے کا مقصد ضائع نہ ہو اور مقصد جو ہے وہ اطاعت بالمحبت ہے۔ اگر اطاعت رہ جائے اور محبت نہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ اطاعت نہ کی جائے۔ مثلاً ایک فارمولا ہے مسجد بنانے کا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک مسجد کو گرانے کا حکم فرما دیا۔ وہ فارمولے کے مطابق صحیح تھی' مسجد تھی مگر مقصد میں صحیح نہیں تھی۔ تو دین کے نام پر دین میں مل جانے والے کئی لادین عناصر تھے' وہ جب شامل ہو گئے تو بزرگوں کو بہت ساری بات مخفی کرنی پڑ گئی۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ مگر یہ ان کی اپنی اپنی مصلحت ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ کا تقرب

دیکھنا چاہیے کہ وہ کہاں پر ہے۔ وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے دین پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی وجوہات ہوں کہ جن کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہونا چاہیں تو پھر یہ ان کی اپنی مصلحت ہے۔ تو یہ ان سے پوچھا جائے۔ اگر آپ لوگوں کو فارمولا مل گیا ہے' شریعت مل گئی ہے تو اب آپ کی تلاش کیا ہے؟ مثلاً یہ دین ہے' یہ قرآن شریف ہے اور یہ حدیث شریف ہے۔ اب اس کے بعد تلاش کی کیا ضرورت ہے۔ اگر بعد میں تلاش کی واقعی ضرورت ہے تو سمجھو کہ ساری بات بیان نہیں ہوئی۔ یہ باریک نکتہ ہے' ایسے سمجھ نہیں آئے گا۔ یعنی اگر ساری بات بیان ہوگئی تو پھر Further کسی اور واقعے کی ضرورت نہیں ہے' کسی رومیؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی اقبالؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور آدمی کا نام' اسلام میں قابلِ ذکر ہوتا' اس کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سارے اسماء قابلِ ذکر ہیں بلکہ واجبِ ذکر ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ غیر کا تو نام ہی اللہ نے مِٹا دیا۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یا اللہ' ہمیں اپنی راہ دِکھا' سیدھی راہ دکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ اے اللہ صرف اپنی راہ دکھا یعنی کہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اس کا انعام ہوا۔ اب وہ انعام کیا ہوتا ہے؟ اگر ایک آدمی شہید ہو گیا' اس کے عمل میں کچھ کمی تھی مگر اب شہادت مل گئی۔ یہ آدمی کس مقام پر چلا گیا؟ وہ مقربین میں شامل ہو گیا۔ اب مقربین کی جو راہ ہے وہ بعض اوقات فارمولے سے باہر بھی ہے۔ ایسا

واقعہ ہو سکتا ہے ناں۔ وہ نفس کے گنجلک سے آزاد ہو گئے۔ تو ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ دیکھنے والا صرف یہ سوچتا رہتا ہے کہ نفس کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے' اس شخص میں یہ خامی کیا ہے ____ بجائے اس کے کہ وہ محبت سے بات کو سمجھے۔ سوال تو آپ کا مشکل ہے مگر آپ جواب پہ غور کریں تو سمجھ آ سکتی ہے۔ شریعت جو ہے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ پیغمبر کے حکم کا بھی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ خود ہی بیان فرمایا ہے کہ اپنے دور کے ایک نامزد پیغمبر' اللہ کے حکم سے ایک انسان سے ملے۔ اللہ نے ان کو ملایا۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ اس انسان نے ایک بچے کو قتل کر دیا۔ پیغمبر کا فرض کیا تھا؟ مقدمہ اور اس کو وہیں شوٹ کرا دینا' کہ تم نے شریعتِ نافذہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا راستہ ویسے نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ شرعی حکم کیا ہے؟ قتل نہ کرنا۔ اور اخلاقیات میں بھی یہی ہے۔ ایک آدمی سے قتل ہوتا ہے اور وہ عمداً بھی ہے' وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں' شریعت میں یہ جائز نہیں ہے' اور یہ واقعہ پیغمبر کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اور پھر وہی آدمی پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا ھٰذا فراق بینی وبینکم " آپ چلیں اب' تشریف لے جائیں۔ حالانکہ پیغمبر وہ ہیں مگر وہ شخص یہ کہہ رہا ہے۔ اور پیغمبر ان کے کہنے پر چل رہے ہیں۔ شریعت اپنی جگہ پر بالکل مصدقہ ہے' فائنل ہے اور اس کے اندر وہ لوگ محبت اور سوز و گداز پیدا کرتے ہیں۔ وہ شریعت کو ترک نہیں کرتے کیونکہ شریعت ہی کو تو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ لیکن وہ تشددانہ شریعت سے گریز کرتے ہیں۔ مثلاً مکان میں آگ لگی ہوئی ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ پہلے شریعت کے احکام کی پابندی

کرلو۔ تو پہلے آگ کو بجھا لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر پیٹ کی آگ لگی ہے تو اسے بھی بجھا لو' پہلے کھانا لو پھر نماز پڑھنا۔ یعنی اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہو تو زیادہ ڈسٹرب نہ ہونا۔ تو اولیائے کرام نے کبھی شریعت کو مجروح نہیں کیا' نہ اُسے بائی پاس کیا ہے' نہ اسے Violate کیا ہے۔ بزرگوں کے جتنے بھی آستانے ہیں کوئی ایسا آستانہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا جہاں مسجد نہ ہو۔ ہم نے تو کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے شاید کوئی دیکھا ہو' مگر نہیں۔ لاہور میں داتا صاحبؒ کا آستانہ دیکھیں تو مسجد سارے لاہور میں سب سے اچھی ہے۔ مسجد شریعت ہے' آستانے کو طریقت سمجھ لو۔ تو انہوں نے طریقت کو مختصر کیا ہے اور شریعت کو زیادہ کیا ہوا ہے۔ ہر جگہ ایسا ہے۔ میاں میر صاحبؒ کی مسجد دیکھ لو' شاہ جمالؒ کی مسجد دیکھ لو۔ تو یہ لوگ شریعت کا احترام کرتے تھے بلکہ اپنے آستانے سے پہلے مسجد بنایا کرتے تھے۔ تو وہ شریعت کو Violate نہیں کرتے۔ آپ نے اس بات کا خیال نہیں کیا' غور نہیں کیا' اُن لوگوں کی محفل میں بیٹھا کریں' وہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بتائیں گے' کوئی نہ کوئی بات سمجھائیں گے۔ وہ کس طرح Violate کر سکتے ہیں۔ جہاں بظاہر ترک ہے' وہاں کوئی اور بات ہوگی۔ مثلاً کسی زمانے میں کوئی دل کا کافر ہو اور وہ مسجد کا نظام سنبھال کے بیٹھا ہو تو جو جاننے والا مومن ہے اُس سے اگر پوچھیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ میں تو اسلام سے باہر ہوں۔ اس طرح وہ جان بھی بچاتا ہے اور ایمان بھی بچاتا ہے بلکہ ایمان کے کاغذات بچاتا ہے کیونکہ آنے والے دور کو اُس نے دینے ہیں۔ اس کے پاس وہ پرزے ہوتے ہیں۔ اگر ایک آدمی تلوار لے کے کھڑا ہوتا کہ وہاں سے کوئی صحیح مسلمان گزرے تو

اسے ذبح کر دے تو اس بزرگ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں تو ایسے ہی ہوں۔

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں

تو وہ کاغذات لے کے آگے چلا گیا اور پھر اگلے دور میں جا کے ساری بات کھل گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ آنے والے دور کے لیے بات سنبھال کے رکھتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو بڑے غور سے دیکھا کرو۔ اگر انہیں احترام سے دیکھو گے تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر تنقید سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی۔ آپ کو بہت سارے اولیائے کرام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں داخل کرے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے اولیاء کا انکار کیا ان کو نور سے نکال کے ظلمات میں رجوع کرا دیتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے کسی کو اولیاء کہہ دیا' ولی کہہ دیا' بزرگ کہہ دیا اور پھر اس پر تنقید کر دی ہو۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی بات وہ جانے اور تو اپنی تو نبھا۔ تو ہر ولی سے وابستگی کی بجائے ایک سے وابستگی ہو اور وہ پوری ہو۔ وہ لوگ تو ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ بہت لوگوں سے نہ ملیں بلکہ ایک آدھ ہو۔ وہ کسی وجہ سے' کسی دور میں' کسی حساب سے کوئی بات مخفی رکھتے ہیں۔ باقی تو ہر جگہ مسجد کا احترام ہے' جماعت ہوتی ہے' ذکر ہوتا ہے' فکر ہوتا ہے' درس قرآن ہوتا ہے اور باقاعدہ ہوتا ہے۔ یہ ہر جگہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

اب آپ اور پوچھو _____ بولو _____

سوال:

کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

جواب:

پہلے بنیادی باتیں دیکھ لیں۔ پیدا ہونا ہے' یہاں کچھ عرصہ رہنا ہے اور پھر یہاں سے چلے جانا ہے۔ اور جانے سے پہلے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے ان میں سے کچھ چیزیں تو یہیں کی یہیں چھوڑ جانی ہیں' ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک بڑھیا رو رہی تھی۔ اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ کہتی ہے وہ میری گٹھڑی لے گیا۔ تو اتنی زور سے کیوں رو رہی ہو؟ رو اس لیے رہی ہوں کہ وہ وہاں جا کے پھینک گیا' اگر اس نے پھینک جانی تھی تو پھر مجھ سے کیوں چھینی ہے۔ یہ بڑھیا جو ہے وہ دنیا ہے۔ اس سے آپ سامان چھینتے ہیں اور تھوڑی دور جا کے نامعلوم موڑ پہ پھینک جاتے ہیں اور آگے چلے جاتے ہیں۔ سامان کو آگے آپ لے جا نہیں سکتے۔ لوگ تو مرنے کے بعد آپ کا نام بھی چھین لیتے ہیں اور مَیّت کہتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ ساری عمر آپ اپنا نام اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ نام کی حد تک بھی یہ امانت آپ کو واپس لوٹانی ہے۔ باقی کیا کام رہ گیا؟ انسان نے ضرور جانا ہے۔ دوسری گنجائش آپ کے پاس یہ نہیں ہے کہ ساٹھ سال کی زندگی میں کم از کم بیس سال سونا ضرور ہے۔ عام طور پہ آپ ون تھرڈ یعنی آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ کچھ سال نوکری میں بیچ دیتے ہیں تا کہ باقی کے سال گزریں۔ اس میں بچپن کی تعلیم اور بیماری کا وقت بھی نکال دیں۔ آپ کے پاس کچھ بنانے کے لیے چند سال ہیں کہ ان سالوں

میں کچھ بنتا ہے۔ آپ کا لہجہ اور زبان عربی نہیں ہے۔ آپ اگر حلق سے بولیں تو آپ کے لیے ویسے ہی مشکل ہو جائے گی۔ کوئی عربی دان آئے گا اور اس میں ساری غلطیاں نکالے گا' کہے گا کہ کوئی بھی قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد اب تعلق باللہ کی ضرورت ہے اور تعلق بالدنیا کی ضرورت ہے' ماں باپ کے احکامات ہیں' اولاد کی ضروریات ہیں۔ تو اس زندگی میں آپ الجھن نہ ڈالیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق اگر مفرد ہوتا' خالی توحید کا تعلق ہوتا تو شیطان بھی اس کے جلوے میں گم ہے' اللہ کو تو وہ مانتا ہے' سجدہ کے روپ میں۔ بہت سے اور لوگ ہیں جو رسالتؐ کے بغیر خدا کو مانتے ہیں۔ تو پھر آپ نے صرف اللہ کو ہی نہیں ماننا بلکہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ہی رسالتؐ کو ماننا ہے۔ اب آپ اللہ کے ساتھ یک لخت انسان کے پاس آ گئے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اگر مجھ سے محبت چاہتے ہو تو آپؐ سے محبت کرو' پھر میں تم سے محبت کروں گا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ تو اللہ اس محبت کی راہ دکھا رہا ہے یعنی محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی راہ اللہ دکھا رہا ہے۔ پھر اللہ کا یہ بیان ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ اللہ ہو کر مخلوق پر درود بھیجنا' مخلوق میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اور اس پر درود بھیجنا' بڑے غور والی بات ہے۔ تو تعلق بنانے سے پہلے یہ باتیں جاننی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک فرد کا انتخاب کیا اور اتنا انتخاب کیا کہ ان کو باعثِ تخلیقِ کائنات کہا۔ یہ بات خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اور اپنے فرشتوں سمیت درود بھیج رہے ہیں۔ پھر اللہ کا یہ کام ہے کہ ایک وقتِ مقررہ کے بعد آپؐ کو بلا لیا' دنیا چھوڑنے کو کہا' اور تکلیف سے بھی

گزارا، فتح سے بھی سرفراز کیا، کمزوری بھی دکھائی ______ اور لگاتار درود بھی بھیج رہا ہے۔ آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ حضور پاک ﷺ فاقہ سے بھی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ درود بھی بھیج رہا ہے اور فاقہ بھی بھیج رہا ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھنی چاہیے کہ تعلق کی انتہا والے لوگ کون ہیں۔ جن کا اللہ سے سب سے بڑا تعلق ہے وہ یہ مقام رکھتے ہیں کہ فاقہ بھی ہے، یتیمی بھی ہے، منافقوں سے بھی معاملہ ہے، دشمن بھی ہیں، مشکلات بھی ہیں اور اللہ کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ تو یہ ہے تعلق باللہ کی شان۔ تعلق باللہ کی ایک اور شان یہ ہے کہ پیغمبر کو کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ایک پیغمبر کے بیٹے بھی تھے۔ بیٹا بھی ایسا کہ بہت پیارا، اور وہ بھی پیغمبر۔ یہ ہے تعلق باللہ والوں کی بات۔ یعنی جن کا اللہ سے تعلق ہے ان کا سفر کنوئیں سے شروع ہو رہا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کنوئیں سے شروع ہو رہی ہے، پھر غلاموں کی طرح بکے۔ وہ حسن و جمال کا ایسا پیکر تھے جس کی تعریف اللہ خود فرماتا ہے۔ پھر اپنی مملکت میں غلام ہو کے جانا۔ اپنے دیس میں پردیسی ہو کے جانا، یہ خاص بات ہے، راز کی بات ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلق والوں کی بات بتائی ہے کہ تعلق ہوتا کیا ہے اور تعلق والے کس راہ سے گزرتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ تو آپ سب کو پتہ ہی ہے۔ تو یہ دیکھیں کہ تعلق باللہ کو کس راستے سے گزارا جاتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور دیکھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلق اور تذبذب اکٹھے ہو جائیں۔ پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تعلق یہ ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو اپنے سے زیادہ لگن ہو، اس کے حکم پر لبیک کہنا۔ اس تعلق والے شخص کی Contribution صرف یہی ہے۔ یعنی اس کا تعلق ایک انسان کے ساتھ

ہے' جو اللہ کی طرف اس کا وسیلہ ہے' اللہ تعالیٰ انسانوں کو وسیلہ بنا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ انعمت علیہم ____ جن لوگوں کی راہ اللہ کی راہ ہے' ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہو کے چلنا' ان کو وسیلہ بنانا' ان کے ساتھ تعلق بنانا۔ آپ نے تعلق کے جو فرائض پوچھے ہیں تو وہ یہ ہیں' مثال کے طور پر آپ کو ایک بیماری ہے' ڈاکٹر صاحب نے بیماری کے لیے ایک ایسا علاج تجویز کیا جو عام خیال کے مطابق بیماری کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر تو وہ ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ ڈاکٹر کا تعلق بیماری سے ہے' لہٰذا وہ دوائی کھاؤ۔ دِقت وہاں ہوتی ہے جب آپ کتاب سے کچھ شریعت پڑھ لیتے ہیں اور تعلق پیر صاحب سے بنا لیا' اس نے آپ کو ایک بات بتائی ہے جو آپ نے کتاب سے ابھی نہیں پڑھی' آپ کہیں گے کہ جو بات آپ کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ قرآن کے علاوہ ہے۔ تو آپ پیر صاحب کو بھی نصیحت کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تعلق آپ کو نہیں ملے گا۔ تو راز کیا ہوا؟ اُس سے اللہ کے لیے تعلق ہو۔ مولانا رومؒ کہتے ہیں ؎

ہر کہ پیر و ذات حق را یک ندید
نے مرید و نے مرید و نے مرید

اور یہ کہ ؎

پیرِ کامل صورتِ ظلِ اِلٰہ

تو یہ بات مولانا رومؒ کہہ رہے ہیں۔ تو اللہ کی راہ میں جس سے تعلق ہے' اس کے احکام کی اتنی اہمیت ہے جیسے کہ وہاں سے ہوں۔ اللہ کی بات اللہ جانے۔ اور حضور پاک ﷺ کی بات آپ لوگوں کے لیے کتنی اہم ہے؟ آپ کہیں گے کہ اتنی

ہی اہم ہے۔ تو آپ فرق بیان نہیں کر سکتے۔ جہاں آپ کے ذہن میں فرق آ گیا وہاں آپ کا ایمان ختم۔ اس طرح کا آدمی گمراہ ہو جائے گا' جو اللہ کو حضور پاک ﷺ پر فوقیت دے یا حضور پاک ﷺ کو اللہ پر فوقیت دے۔ اس لیے یہ بڑی نازک بات ہے۔ یہ فوقیت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف ماننے کی بات ہے۔ یہ جاننے کی بات بھی نہیں ہے۔ آپ جان نہیں سکتے کہ یہ مقامات کیا ہیں۔ پھر حال پر جس شخص کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس کی بات مانو۔ یہ کہتے ہیں بزرگ۔ وہ شریعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ شریعت وہ لفظ ہے جو تمہارا شیخ تمہارے کانوں میں چپکے سے کہہ دے۔ اب یہ بات بتانے والی نہیں ہے' یہ بات کتابوں میں نہیں ہے۔ کسی صاحب طریقت کا بیان سنو ۔

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈِسے
تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

تو وہ چاچڑاں شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرے لیے مدینہ ہے اور وہ بیت اللہ ہے۔ اور سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ۔

مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ہُو

انہوں نے حج کو جو "حجّاں" کہا ہے اس میں بڑے معانی ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اُس شیخ کی بات اہمیت رکھتی ہے۔ تو خواجہ غلام فریدؒ نے کہا کہ میرا عشق بھی تو ہے' ایمان بھی تو' دیدار بھی تو' میرا اللہ بھی تُو ہے اور دین بھی تُو ہے۔ تو وہ شیخ جو بات کہے گا وہ پوری ہوگی۔ تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملنے سے' اس کے ساتھ سفر کرنے سے' اس کی بات سننے کے لیے' اس سے پہلے کا علم ترک کر دو۔

شریعت کا آپ لوگوں کا جو Concept ہے یہ مفروضہ ہے اور وہ جو Concept دے گا' وہ وہاں سے ہو گا۔ وہاں پہ ابتدا سے کلمہ پڑھنا پڑتا ہے۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ

کلمہ پیر پڑھایا باھوؔ تے میں سدا سہاگن ہوئی

تو وہ شروع سے بتاتے ہیں۔ ان لوگوں سے تعلق لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی بات سے اپنی بات کا آغاز کرو۔ ورنہ تو آپ انہیں سکھانے لگ جائیں گے کہ پیر صاحب آپ بتائیں کہ آپ کیا کرتے ہیں' یہ بتائیں کہ یہ کیوں نہیں کرتے ___ ایک بات یاد رکھنا کہ مسلمانوں کے کسی بھی گروہ کے خلاف مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی گروہ موجود ہے۔ اس طرح آپ بڑی مشکل میں ہیں۔ تو ہر گروہ کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی گروہ بنے گا۔ اصل میں ہوا یہ کہ دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہوا' وہ گروہ ساز بن گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کش مکش شروع کرا دی۔ فرض کرو کہ لوگ ''یا رسول اللہؐ'' کہتے ہیں تو دوسرے کو کیا تکلیف ہے جو نہیں کہتا۔ ان سے پوچھو کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ تو رسولؐ کا نام لیتے ہیں' اپنے پیارے نبیؐ کا نام لیتے ہیں' کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور ادب سے بات کرتے ہیں۔ تو کرنے دو۔ تمہیں ان سے کیا بحث ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ماضی ہیں اور انہیں حال نہ سمجھو۔ اگر حال نہ سمجھیں تو پھر کلمہ نہیں بنتا آپ کا۔ پھر کلمہ ہے ہی نہیں۔ آپ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضورؐ اللہ کے رسولؐ تھے۔'' ''تھے'' سے تو ایمان نہیں بنتا بلکہ ''ہیں'' سے ایمان بنتا ہے۔ اور ''ہیں'' کو بھی آپ نے دیکھنا ہے۔ اپنے ایمان

کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں یقیناً اندھا ہوگا۔ گویا کہ آپ اپنے ایمان کی صورت یہاں سے دیکھ کے جاؤ' کہ جو ایمان آپ نے رکھا ہوا ہے وہ کیسا ہے' جس کو آپ مان رہے ہیں وہ کیسی بات ہے؟ آپ مستقبل کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مستقبل کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کو مستقبل میں یہ یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب آپ نہیں ہوں گے' یا ''نہیں'' ہونے والے ہوں گے۔ مستقبل کے بارے میں دانا آدمی اتنا ضرور سوچے کہ وہ آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھ کے جائے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تعلق کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو اس کا آخری وقت اس کے آخری وقت سے پہلے دکھائے۔ اگر آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھا جائے' یہ پتہ چل جائے کہ یہ آخری وقت ہے تو اگر اُسے کہا جائے کہ دشمن کو معاف کر دے تو وہ کہے گا کہ میں جا تو رہا ہوں' لہٰذا اب اسے معاف کر دوں۔ تو آپ اُسے اگر زندگی میں معاف کر دیں تو کتنی اچھی بات ہے۔ یعنی کہ یہ غصہ تو آپ ساتھ لے کے جا نہیں سکتے۔ غصہ' نفرت' لالچ اور دوسری غیر اخلاقی باتیں جو ہیں دین والوں کو یا اخلاق والوں کو کیا ضرورت ہے کہ انہیں روکیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے منع کر رہے ہیں کہ عاقبت کے سفر میں غصہ کرنے والا عافیت حاصل نہیں کر سکتا۔ غصہ خود ہی رکاوٹ ہے۔ ایسا آدمی اگر مر رہا ہو تو وہ کہے گا کہ میں اس کو معاف نہیں کرتا بلکہ روزِ محشر اس آدمی کے خلاف حساب ہوگا' اس کو ہم اللہ کے حوالے کریں گے۔ تم اس کے خلاف مقدمہ دائر کرنا اور پڑوسی تمہارے خلاف مقدمہ کرے گا۔ اگر اس کو معاف کر کے جاؤ تو

وہ تمہیں معاف کر کے جائے گا۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

نہیں بے گانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شررِ ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

دو مسافر اگر دشمن بھی ہوں' ایک سفر پر جا رہے ہوں' ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور جب دونوں کو یقین ہو جائے کہ کشتی ڈوبنے لگی ہے تو گلے مل مل کے روئیں گے۔ گرچہ وہ ہیں دشمن لیکن انہیں یقین آ گیا کہ کشتی اب ڈوبنے والی ہے' تو ڈوبنے کا اندازہ یا اندیشہ جو ہے وہ دشمنوں کو دوست بنا تا ہے۔ اور سب زندگیاں تہِ ڈوب رہی ہیں مگر پھر بھی انا اور غصہ موجود ہے۔ یہ جو لالچ ہے اور خوف ہے' تو اللہ تعالیٰ نے بار بار تعلق والوں کو بتایا' ارشاد فرمایا کہ الآان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون میرے بندے ہیں ہی وہی جن کو خوف اور حزن نہیں ہے۔ خوف ہوتا ہے آنے والی چیز کا اور ملال ہوتا ہے گئی ہوئی چیز کا۔ گویا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آنے والی زندگی میں اللہ کی ذات پر اعتماد ہے اور جانے والی زندگی میں استغفار سے معافی ہو گئی۔ جو ہو چکا ہے اس پر ملال نہ کر' اس پہ توبہ کر اور جو آنے والا ہے وہ اللہ بہتر فرمائے گا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو ہوا صحیح ہوا' جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے اور جو ہو گا وہ بھی بہتر ہو گا۔ تو انہیں ملال اور حزن نہیں ہے' اور یہ اللہ کے دوست ہیں۔ تو اللہ کے دوست کون ہیں؟ جن کو اللہ پر بہت زیادہ بھروسہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت خود کہہ رہی ہے کہ مجھ سے مایوس نہ ہونا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ اگر رحمت انسان کو اس کے اعمال کی زد سے نہ بچائے تو پھر رحمت کیا ہوتی ہے۔ رحمت

انصاف تو نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ انصاف کرنے پر آ جائے اور آپ کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہو جائے تو یہ تو غضب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انا انذرنکم عذابا قریباً یوم ینظر المرء ما قدمت یدہ ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا۔ ہم تمہیں اس وقت سے ڈرا رہے ہیں' ایسا وقت آئے گا جو عذاب کا وقت ہوگا جب انسان کو اس کے اعمال دکھا دیے جائیں گے' تو کافر کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ گویا کہ اگر آپ اپنے اعمال کے حوالے سے اپنا نتیجہ لینے جائیں تو یہ تو بڑے عذاب کی بات ہوگی۔ اور رحمت کیا ہے؟ یہ عذاب سے بچاتی ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کے نتیجے سے بچاتی ہے۔ اعمال کے نتیجے سے بچانے والی شے کیا ہے؟ توبہ ______ تعلق میں توبہ کا ہونا تعلق کی ابتدا ہے۔ تعلق کی شرط یہ ہے۔ وہ جو توبہ کرائے' وہ جو آپ کو آپ کا مستقبل دکھائے' Ultimate مستقبل دکھائے' وہ جو بھی کہے آپ اُسے پورا کرو۔ تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں اس طرح آ جائیں جیسے آپ اللہ کے حکم میں ہوں۔ تعلق قائم رکھنا اسی بات کو کہتے ہیں کہ اس کا خیال ہو اور اس کا عشق ہو ؎

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام\
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

گویا کہ نماز Sufficient نہیں ہے بلکہ نماز میں عشق Sufficient ہے' ضروری ہے۔ اقبال نے کہا ہے کہ ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

وہ کہتے ہیں کہ نماز میں اگر غیر کا خیال آ جائے تو نماز فسخ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آسانی فرمائی کہ نماز میں اپنے ساتھ سب کا خیال دیا۔ سجدے میں اس کا خیال ہے اور ابتداء ہو رہی ہے رب العالمین کے نام سے' ہم سب پر رحم فرما' ہمیں راستہ دکھا' ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا اور ان کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا۔ پھر عبادِ الصالحین کا ذکر آتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے' ان کی آل کا ذکر آتا ہے' حضور پاک ﷺ کا ذکر آتا ہے' آپ کی آل کا ذکر آتا ہے' نمازی کے والدین کا ذکر آتا ہے' اولاد کا بھی ذکر آئے گا۔ اب اس میں یکسوئی کی بات ہی کوئی نہیں۔ نماز تو ہے احوالِ واقعی۔ گویا کہ اللہ کے ساتھ آپ دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میرے ماں باپ پر رحم کر اور خود ان پر رحم نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ جو اللہ سے کہتا ہے کہ میری اولاد کو نمازی بنا اور خود انہیں نماز نہیں سکھاتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں جاننے کے بعد تعلق کی ابتداء قوی دلیل سے ہونی چاہیے۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ بغیر قوی دلیل کے کسی انسان سے تعلق مت بناؤ۔ یہ یاد رکھنا کہ اللہ کی تلاش کرنے والا جب بھی پہنچے گا بندے کے پاس پہنچے گا۔ یعنی تلاش اللہ کی ہے مگر پہنچے گا بندے کے پاس۔ Throughout یہی واقعہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ہے تعلق کا سارا راز۔ تو تعلق کو آپ کیسے Define کرو گے؟ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو' اُس کی بتائی ہوئی بات کو Follow کرو' اس کی خدمت بھی کرو' اس کا نام یا اس کا مضمون بھی چلاؤ کہ اس نے یہ فرمایا اور اس نے ہمیں یہ بتایا اور اس کی یہ بات ہے۔ اس طرح بتاتے جاؤ کہ اس روز

یہ ارشاد ہوا' پھر یہ ارشاد ہوا ـــــــــ اس طرح کتاب بن جائے گی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے راستے میں اس وقت کا ضرور کوئی نہ کوئی ساتھی مل جاتا ہے جو آپ کے ساتھ سنگت بناتا ہے اور پھر آپ کے ساتھ واقعات ہوتے ہیں۔ تو تعلق جو ہے یہ ضروری ہے۔ آپ تعلق والوں کی حالت کو ضرور دیکھنا' تعلق والوں کی حالت کسی آسودگی کی وجہ سے نہیں ہے' غریبی ہو تب تعلق قائم ہے' دولت ہو تب تعلق قائم ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ تعلق قائم ہو جانے کے بعد دنیاوی حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں میں ہر حالت کر کے دکھائی ہے۔ پیغمبروں کو تکلیف دے کے بھی دکھائی ہے' دوسرے واقعات بھی کر کے دکھائے ہیں تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ میرے ساتھ تعلق جو ہے اس میں نہ غریبی رکاوٹ ہے اور نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی جواز ہے اور نہ دولت جواز ہے۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو غریبی مبارک ہے۔ ارشاد ہے کہ الفقر فخری مجھے غریبی پر فخر ہے۔ اور اگر غریبی میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو جائے تو کاد الفقر ان یکون کفراً عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ اگر دولت تمہیں اللہ کی طرف جھکا دے تو اس سے بڑی رحمت کوئی نہیں ہے اور دولت تمہیں باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ اور شیخ سے تعلق بھی حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہی تھی مگر کام نہیں ہو رہا۔ وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا مگر تعلق تو تعلق ہے۔ اگر آپ کے ابا حضور آپ کا کہنا نہ

مانیں تو بھی وہ ابا تو رہیں گے' تعلق قائم رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہر کہنا مان لیتے تو پھر تمام کافر ختم ہو جاتے' یہودی بھی فی النار والسقر ہو جاتے اور پھر کائنات میں کوئی شے رہ نہ جاتی۔ مسلمانوں نے تو دعائیں مانگی ہوئی ہیں کہ ان کو دریا میں غرق کر' ان کی بستیوں کو غرق کر' ان کی آل کو غرق کر' یہودیوں کو تباہ کر دے بلکہ ہنود و یہود کو تباہ کر دے' مسلمانوں کو سرفراز کر دے' مسلمانوں کو دنیا کا بادشاہ بنا دے ـــــ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا۔ یا تو مانگنے میں غلطی ہے' یا پھر اس نے دے دیا ہے' مگر سمجھ نہیں آ رہا۔ کوئی تو ایسی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ اللہ کی بات اور آپ کی سمجھ میں فرق ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو اور آپ بار بار مانگتے ہو مگر وہ پوری نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ آپ بتاؤ کہ وہ "کہیں نہ کہیں" کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ضروری نہیں کہ دعا پوری ہو۔ عین ممکن ہے کہ نہ پوری ہو۔ اللہ کے ایک پیغمبر نے نو سو سال اللہ کی خدمت کی یعنی نوح علیہ السلام نے۔ اُنہوں نے محنت کی' خدمت کی اور ان پر اللہ کے احسانات بھی تھے۔ بیٹا طوفان کی نذر ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے خواہش کی' دعا کی' دل میں ملال تھا۔ اللہ نے کہا کہ کیوں ملال کرتے ہو اب اس کے لیے پریشان ہو رہے ہو جو تم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارا کہنا ماننے والا نہیں ہے۔ اللہ سے یہ تو کہہ سکتے تھے کہ اگر ہم میں سے نہیں ہے لیکن بیٹا تو ہے' اُسے دعا کے طور پر دے دے۔ لیکن پیغمبری کسے کہتے ہیں؟ پیغمبر آزردہ نہیں ہوتے' پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیتے' تو انہوں نے کہا کہ جو تیری رضا ہے وہی

میری رضا ہے۔ تو تعلق کی یہ خوبی ہوتی ہے۔ اگر پیغمبر کوئی Ordinary آدمی ہوتا تو وہ کہتا کہ نوسو سال تک ہم دنیا کو بتائے جا رہے ہیں کہ اللہ ہمارا کہنا مانتا ہے اور لوگوں کے سامنے یہ بڑی Insult والی بات ہے کہ اللہ نے ہمارا کہنا نہیں مانا۔ لیکن ایسا نہیں۔ پیغمبر ایسا نہیں کہتے۔ ایک پیغمبر نے یہ کہا کہ کل عذاب آئے گا اور اگر عذاب نہیں آیا تو بھی پیغمبر سچے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ Domain ہی اور ہے' وہاں چلنا اور ہے' وہاں تعلق کا کسی اور سے اظہار نہیں کرنا کہ میرا یہ تعلق ہے' ہم اس کی بات مانتے ہیں' وہ ہماری بات مانتا ہے ____ پتہ نہیں وہ کل کو مانے یا نہ مانے' کچھ اور ہی واقعہ ہو جائے۔ اس لیے تعلق کی حفاظت پورے خلوص سے کرنی ہے۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اس کا فیصلہ آپ کی ذات ہی کر سکتی ہے' آپ کی روح ہی کر سکتی ہے۔ اس کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے' اور کوئی فارمولا نہیں ہے۔ تو اللہ کے ساتھ تعلق کا کیا فارمولا ہے؟ غریبی میں بھی اللہ' دولت میں بھی اللہ۔ اور اللہ بھی وہ اللہ ہے کہ کبھی وہ دیتا ہے کہ ہم نے یہ دے دیا اور پھر کہتا ہے کہ قرضِ حسنہ دو۔ تو وہ اللہ ہے۔ اُس سے کوئی پوچھے کہ آپ کو کیا چاہیے' پیسے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ کہتا ہے کہ وقرضو اللہ قرضا حسناً اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے نام پر اڑھائی پرسنٹ دو کیونکہ میں نے تمہیں سو دیے ہوئے ہیں۔ تو یہ تمہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم اپنے مال سے اپنے بھائی کو دو۔ اللہ کو تیرے بھائی کا اتنا احساس ہے کہ وہ اپنا سوال بنا کے تیرے بھائی کا کام کر رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرا سوال ہے' میرے حصے کا پیسہ ہے۔ کس کو دینا ہے؟

اپنے بھائی کو دو۔ گویا کہ آپ کی بخیلیوں میں وہ سخاوت پیدا کرتا ہے تا کہ آپ کو
رحمت حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی جواز مل جائے۔ آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہوتا ہے
کہ ایک سائل آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہتا ہے دو اللہ کے نام پر۔ آپ نے کہا کہ
معاف کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ معافی نہیں ہے' معاف کس بات پہ کروں' یہ سمجھو کہ
میں کون ہوں؟ آپ پوچھیں کہ تم کون ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تیرے جیسے کنجوس کو سخی
بنانے آیا ہوں' تمہیں بات سمجھ نہیں آ رہی؟ تا کہ تیری عاقبت ٹھیک ہو جائے ورنہ
تو تُو بخیل کا بخیل ہی مر جائے گا۔ آپ کہیں کہ ضرور پیسے لے جا۔ تو اس طرح
بڑے بڑے سائل آ جاتے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطارؒ کے پاس ایک سائل آیا۔
سائل نے آ کے سوال کیا کہ دے اللہ کے نام پر۔ انہوں نے کہا ابھی ٹھہر۔ اس
نے پھر مانگا تو کہتے ہیں کہ ٹھہر جا۔ کافی دیر گزر گئی تو فقیر غصے میں آ گیا اور کہتا ہے
کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مصروف ہوں۔ فقیر نے کہا کہ تُو تو اتنا
مصروف ہے' پھر مرے گا کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جیسے تُو مرے گا۔ فقیر
نے کہا کہ ہمارا کیا مرنا ـــــــ اس نے چادر بچھائی' کلمہ پڑھا اور مر گیا۔ تو اُن پر
ایسا اثر ہوا کہ ہر چیز چھوڑ دی اور پھر فریدالدین عطارؒ اولیائے کرام میں شامل
ہو گئے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ کبھی چھوٹی ادا پہ دے دیتا ہے' کبھی لمبی عبادت کے
بعد بھی نہیں ملتا' دینا چاہے تو جگا کے دیتا ہے اور نہ دینا چاہے تو جاگنے والوں کو
محروم دو عالم کر دیتا ہے۔ تو یہ اُس کے کام ہیں۔ ایک مرتبہ ایک آدمی کے لیے
ولایت کا اعلان ہو گیا۔ صبح صبح اس کے پاس ولیٔ وقت آئے۔ انہوں نے کہا کہ
تمہارا نام ولیوں کی لسٹ میں لکھا گیا' یہ تو بتاؤ کہ کون سی نیکی کی ہے۔ اس نے کہا

میں تو گناہ گار آدمی ہوں' شراب پیتا ہوں' میرا نام اولیائے کرام کی لسٹ میں کیسے آ سکتا ہے' آپ تو اتنے بڑے بزرگ ہیں' آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں بزرگ ہوں' تبھی تو کہہ رہا ہوں' میں سچ کہہ رہا ہوں' تیرا نام رات کو Announce ہو گیا ہے ____ کیا تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ تو اس نے کہا میں نے تو نیکی کوئی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ کچھ یاد کر۔ سوچ کے کہتا ہے کہ رات کو میں نے شراب پی ہوئی تھی' نشے کے عالم میں تھا' راستے میں ایک کاغذ پڑا ہوا تھا' اس پہ اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' میں نے وہ کاغذ اٹھایا' اُسے خوشبو لگائی اور اونچی جگہ پہ رکھ دیا۔ تو بزرگ نے فرمایا کہ اب اس کا جواب سنو' اللہ نے فرمایا ہے کہ تو نے میرے نام کو خوشبودار کیا' میں تیرے نام کو خوشبودار کر دوں گا' جا تجھے ولایت دی۔ تو اللہ تعالیٰ کبھی کسی طرح راضی ہوتا ہے' کبھی کسی طرح عطا کرتا ہے اور کبھی کسی اور طرح سے عطا کرتا ہے۔ تو تعلق کی حفاظت ضرور کرنا اور بڑے حساب کتاب سے کرو۔ تعلق سے وفا ہی عاقبت ہے۔ جس آدمی کا تعلق ٹوٹتا رہتا ہے تو اس آدمی کا ایمان آری کے دندوں کی طرح چلتا ہے' کبھی ہے اور کبھی نہیں ہے۔ اور اسی ''ہے'' اور ''نہیں ہے'' کے درمیان زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس بات کی بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔

آپ بولو ____ سوال کرو ____ ناظم صاحب پوچھیں آپ ____

سوال:

وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟

جواب:

اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ ہر وہ خیال جو یہاں ٹھہرنے کے باب میں ہے وہ نفس ہے اور ہر وہ خیال جو یہاں سے نکلنے کے بارے میں ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ومنکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ اللہ کا فرمان ہے کہ تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو دنیا کا ارادہ آپ کا ہے اور ارادۂ آخرت جو ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ چیزوں کو "جپھا" مارنا آپ کا ارادہ ہے اور چیزوں کو چھوڑنا' یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ معاف کرنا' اللہ کی طرف سے ہے اور غصہ کرنا تمہاری طرف سے ہے۔ انسانوں سے نفرت کرنا تمہارا ہے اور انسانوں سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ اپنے آپ میں غرور کرنا' یہ تمہارا ہے اور اپنے آپ سے نجات پانا' یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو یہ وہ خیال ہے۔ اگر ایسا خیال آ جائے کہ ؎

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

تو یہ خیال اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی طرف سے خیال جو ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کی طرف لے جاتا ہے۔ آپ لوگوں کا اپنا خیال تو یہ ہے کہ جمع مالا و عددہ مال گننا اور جمع کرنا۔ یہ انسانی خیال ہے' یہ وسوسہ ہے' غصہ کرنا' لالچ کرنا' لوبھ کرنا' ناراض ہونا' اَنا کی تسکین کرنا' شہرت کی تمنا رکھنا' سلام کرانا اور اپنے آپ کو بہت بڑا بنانا ______ یہ سب آپ کے نفس کی باتیں ہیں۔ نفس جو ہے وہ

خیال کرتا رہتا ہے ماضی کی طرف' حال کی طرف اور مستقبل کی طرف۔ اللہ کریم کی طرف سے جو خیال آتا ہے وہ احسان کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر آپ کو احسان کا خیال آجائے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو وہ خیال اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تو ایسا خیال اللہ کی طرف سے ہے۔

اب اور پوچھو ______ فاروقی صاحب ______ بولیں ______ جو بھی بات ذہن میں آئے۔

سوال:

ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟

جواب:

سوال تو مصنوعی ہو نہیں سکتا۔ جو سوال کا موسم ہو گا وہی جواب کا موسم ہو گا۔ یہ میں نے پہلے دن بتایا تھا۔ کیا بتایا تھا؟ کہ جو سوال کی کیفیت ہو گی وہی جواب کی کیفیت ہو گی۔ جواب کی کیفیت پہلے ہوتی ہے اور سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ آج کی بات آپ یہ سمجھیں کہ خوش نصیبی صرف اتنی ہے کہ آپ اپنے حال میں راضی رہیں۔ راضی رہنے کی تعریف یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اگر آپ صاحبِ اختیار ہو جائیں تو زندگی میں کچھ شامل کرنے کی خواہش یا اس میں سے کچھ نکالنے کی خواہش نہ رہے تو سمجھیں کہ آپ راضی ہیں۔ تو زندگی میں راضی کون ہے؟ جو اس میں Improvement نہ چاہے اور اس میں سے تکلیف دہ کو نکالنا چاہے۔ تو وہ راضی ہے۔ یعنی اس کو نہ کسی Improvement کی ضرورت ہے اور نہ کسی شے کو نکالنے کی ضرورت ہے۔

زپادشاہ وگدافارغم بحمداللہ

اُسے نہ کسی بادشاہ کا ڈر ہے اور نہ کسی گدا کا فکر ہے۔ تو وہ اپنی زندگی پر As it is راضی ہے' ہر طرح راضی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی کائنات میں راضی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اگر کائنات کا اختیار مل جائے تو وہ جوں کی توں اللہ کے حوالے کر جائیں اور اس میں Improvement نہ کریں۔ تو یہ راضی آدمی کی بات ہے کہ اگر اُسے دعا کا موقع مل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگے گا؟ اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کو لسٹ لکھوائے گا تو مطلب یہ ہے کہ وہ راضی نہیں ہے۔ لسٹ نے تو پورا ہونا نہیں ہے' شاید آپ کی زندگی میں پوری ہو بھی ناں۔ اس طرح تو آپ مانگتے ہی چلے جائیں گے۔ آدھی زندگی حاصل کرنے میں لگتی ہے اور باقی زندگی اس سے نجات میں لگتی ہے' جان چھڑانے میں لگتی ہے۔ مَیں اولاد کا ذکر نہیں کر رہا مگر یہ ذکر بھی کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی داتا دربار پہ شور مچاتا جا رہا تھا کہ سولہ سال پہلے جو میری دعا قبول ہوئی تھی وہ واپس ہو جائے۔ اس سے پوچھا کہ ہوا کیا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا بیٹا نہیں ہوتا تھا' میں نے سولہ سال پہلے دعا مانگی تھی اور پھر بیٹا ہو گیا۔ پوچھا کہ اب کیا ہے؟ کہتا ہے کہ میں وہ منظور شدہ دعا نامنظور چاہتا ہوں' سولہ سال کا بیٹا مجھے تنگ کرتا ہے' میرا کہنا نہیں مانتا' بہت گستاخ ہے ——— آپ بات سمجھے ہیں؟ یہ ہے آدھی زندگی حاصل' اور باقی کی آدھی زندگی حاصل سے نجات۔ پہلے کچھ کیا اور پھر اُسے اب بھگت رہے ہیں۔ کتنے ہی لوگ بھگت رہے ہیں اپنے اعمال کی سزا۔ سچ پوچھو تو آپ کا سب

سے بڑا دوست کون ہے؟ آپ۔اور سب سے بڑا دشمن کون ہے؟ وہ بھی آپ۔
تمہیں کس نے آرام پہنچایا؟اس نے۔تمہیں کس نے تکلیف دی؟اس
نے۔اس میں آپ کے گھر والوں کا نام بھی ہوسکتا ہے۔سب سے زیادہ آرام
بھی اس نے پہنچایا اور سب سے زیادہ تکلیف بھی اس نے دی۔تو انسان کی یہ
حالت ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں جو چیز آرام دیتی ہے تکلیف بھی اُسی چیز سے
ہے۔تو راضی کون ہوتا ہے؟ جو آرام اور تکلیف کے باوجود کوئی Change نہ
چاہے۔تو اپنے نصیب پر راضی رہنے والا ہی خوش نصیب ہے۔تو آپ اپنے
آپ کو اپنی زندگی پر راضی رکھیں۔زندگی پر راضی ہونا خدا پر راضی ہونا ہے۔جو خدا
پر راضی ہوا اللہ اس پر راضی ہوگیا۔گویا کہ آپ زندگی پر راضی ہیں اور اللہ آپ پر
راضی ہے کیونکہ زندگی دینے والا وہ ہے۔آپ زندگی پر اگر پوری طرح راضی ہیں
تو پھر اس میں گلہ نہ کریں' تقاضہ نہ کریں' شور شرابہ نہ کریں' نفرتیں نہ کریں۔اس
میں ترقی کریں لیکن شور نہ کریں۔تو یہ زندگی پر راضی رہنے والے کی بات ہے اور
یہی اللہ پر راضی ہوتا ہے۔یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' اِن کو یاد رکھنا چاہیے۔زندگی
جو ہے اس میں ایک انسان ایک وقت کے بعد زیادہ کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔
تھوڑے عرصے کے بعد آپ کے پاس خوراک ہوتی ہے' آپ غریب نہیں
ہوتے لیکن آپ کا معدہ ''غریب'' ہوجاتا ہے۔کھانا موجود ہے مگر کھا نہیں
سکتے۔اب آپ غریب ہوجاتے ہیں' آپ اجنبی ہوجاتے ہیں۔پہلے آپ
کھانے کے بعد ہاضمے کے مالک تھے مگر اب کھانا تو ہے مگر ہاضمہ نہیں ہے۔اور
کچھ عرصہ کے بعد خواہش ہی نہیں ہوگی۔آپ کو جیسے الگ کردیا گیا ہو' آپ اجنبی

ہوتے ہوتے الگ ہوجاتے ہیں۔ایک وقت تھا جب نظارے بھی تھے اور نظر بھی تھی اور اب وہ وقت آ گیا کہ نظارے تو ہیں مگر نظر کمزور ہوگئی۔اب آپ کے لیے نظارے کمزور ہوگئے۔ پھر آہستہ آہستہ شناخت کمزور ہوجائے گی۔پھر انسان پوچھتا ہے کہ تُو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے چچا کا بیٹا ہوں۔کیا تم رشید ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں تو حبیب ہوں۔کہتا ہے اب تو نام بھی یاد نہیں رہتے۔گویا کہ یادداشت بھی گئی۔تو بصارت گئی' بصیرت گئی' یادداشت گئی' ذائقہ گیا' شکل مسخ ہوگئی' پہچاننا مشکل ہوگیا ____ اگر کوئی پرانا بندہ ملے اور وہ کہے کہ میں وہی ہوں تو یہ پوچھے گا کہ کون؟ وہ کہتا ہے کہ میں۔یہ کہتا ہے کہ جھوٹ نہ بول' تُو تو اس کا کوئی بھوت لگتا ہے' وہ کہتا ہے یہ میں ہی ہوں۔یہ کہتا ہے پھر کوئی ثبوت دو۔وہ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو۔تو یہ کہتا ہے کہ ہاں تم ہی ہو۔اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنا ثبوت بھی ختم کر بیٹھتے ہیں' پھر اپنی پہچان بھی مشکل ہوجاتی ہے۔ کبھی آپ اپنی پرانی تصویریں دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ مَیں ہوں۔دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے' یہ نہیں ہوسکتا ہے' یہ وہ نہیں۔گویا کہ وہ شکل بھی چھن گئی اور شکل کے واقعات بھی چھن گئے۔پھر کچھ دوستوں پر بھروسہ تھا' ایک ایک کر کے وہ بھی چلے گئے' رخصت ہوگئے۔پہلے بزرگ چلے گئے اور پھر دوسرے بھی۔تو ایسا ہوتا رہتا ہے۔وہ جو آپ کو بیٹا پکار کر بلانے والے تھے وہ ختم ہوگئے۔آپ بھولتے جارہے ہیں سارے واقعات کو۔اگر آپ کی یادداشت کمزور نہ ہوتی تو آپ تو ویسے ہی پاگل ہوجاتے۔بھول جانا' اللہ کی بڑی مہربانی ہے ورنہ کل کا دُکھ آج کا دکھ ہوتا اور کل کا غم آج کا غم ہوتا بلکہ غم کم نہ ہوتا اور غم

ہمیشہ ہی رہتا۔ تو غم کو کم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک آسان فارمولا رکھ دیا آپ کے اندر۔ وہ کیا رکھ دیا؟ بھول جانا۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی مہربانی ہے کہ اگر ابدی غم، مکمل غم ہو، ہمیشہ رہنے والا ہو تو وہ شام کو ختم ہو جاتا ہے اور نیند آ جاتی ہے۔ وہ پہلے رو رہا تھا، روتا جا رہا تھا مگر پھر نیند آ گئی۔ پھر کہے گا کہ اب بھوک لگ گئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی چائے تو پی لو، پھر رو لینا۔ تو وہ آرام سے چائے پی لے گا۔ آرام سے سو جائے گا اور صبح اُٹھ کے پھر رونا شروع کر دے گا۔ تیسرے دن کہے گا کہ میں کس کام میں لگا ہوا ہوں، جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فارمولا رکھا ہے۔ پھر یہ دیکھو کہ ایک شخص جنازے کے ساتھ جا رہا ہے جس کا باپ مرا ہے۔ بڑا مشکل وقت ہوتا ہے اور بڑی پریشانی ہوتی ہے لیکن اُسے کہتے ہیں کہ قُل کا اعلان کر دے کہ کب ہوں گے۔ وہ بے چارہ ہوش میں نہیں ہوتا، رو رہا ہوتا ہے۔ لوگ اُس سے کہلواتے ہیں کہ پرسوں صبح قُل ہوں گے۔ وہ بے چارہ غم کو بھول جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ کوئی دیگ وغیرہ بنوائی ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا تو پیو مرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ تو اس سے دیگ، چاول، کھانا پینا کرا لیتے ہیں۔ غم گیا کدھر اور یہاں دعوت کا سماں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کام رکھے ہوئے ہیں ورنہ تو آپ پاگل ہو جاتے۔ غم بھی ہمیشہ نہیں رہتا، خوشی بھی ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ آپ بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ ایک چیز ہمیشہ رہے گی اور وہ ہے آپ کے ہاتھ کی نیکی۔ آپ نے نیکی بھی انہی انسانوں سے کرنی ہے جو آپ کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہیں اور بدی بھی انہی انسانوں سے کرنی ہے۔ کوئی گناہ اور کوئی ثواب ان انسانوں کے علاوہ نہیں ہے۔ تنہائی کا گناہ

اور ثواب ہوتا ہی کم ہے۔ اس لیے آپ کا سارا گناہ ثواب ان انسانوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہی دیا ہے۔ کیا میٹیریل دیا ہے؟ لوگ۔ تو لوگوں کے ذریعے آپ اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ یاد رکھنا' یہ پہلا وظیفہ ہے کہ ربنا ماخلقت هذا باطلا یارب العالمین تو نے یہ جو کچھ پیدا کیا ہے یہ باطل نہیں ہے' حق ہے' برحق ہے بلکہ عین حق ہے۔ اتنی بات یاد کر لو تو سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ کہ جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ سب حق ہے' ساری کائنات حق ہے' برحق ہے۔ دشمن بھی حق ہے' دوست بھی حق ہے بلکہ پورا ہی حق ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا سفر کیسے ہو رہا ہے۔ تو اپنی زندگی میں اپنے آپ کو پہچانو' اپنے آپ کو دریافت کرو' آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھو۔ یہ نہ کہنا کہ اچانک مر گیا تھا' اس لیے پتہ نہیں چلا۔ کہتے ہیں کہ موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے۔ موت پہلے دن سے تمہارے ساتھ آئی ہے۔ بچپن مر گیا مگر تمہیں سمجھ نہیں آئی۔ جوانی مر گئی لیکن تمہیں پتہ نہیں چلا۔ باپ مر گیا' رشتے دار مر گئے' سارے مر گئے۔ تو یہ بھی تمہاری موت ہے۔ سانس کی موت تو کوئی موت نہیں' موت تو ہوتی ہے واقعات کی۔ سارے واقعات ختم ہو گئے' بزرگ چلے گئے' دوست چلے گئے' باپ چلا گیا' گاؤں چلا گیا' شہر آ گئے آپ لوگ' مکان بدل گیا' اب دوسرے مکان میں آ گئے' آپ کی عادتیں بدل گئیں' آپ کی شکل بدل گئی' مزاج بدل گیا' کھانا بدل گیا' کیفیت بدل گئی ____ اب اور کیا موت ہونی ہے۔ سانس کی ڈوری باقی رہ گئی ہے۔ وہ اگر اللہ مہربانی کرے تو پھر کاٹ دے۔ کیا یہ مہربانی ہے؟ ڈرو نہیں' آپ کو اللہ زندہ رکھے۔

سوال:

میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

جواب:

آپ وہ کام احسان کرنے کے لیے نہ کریں۔ آپ لوگوں کے سامنے بات ہی نہ کریں۔ اگر آپ نیکی کر رہے ہیں تو کرتے جائیں۔ یہ پچھتانے کی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ نے موقع دیا ہے تو بھی آپ کو دیا ہے۔ تو نیکی کا یہ موقع اللہ نے ہی دیا کیونکہ اللہ ہی توفیق دیتا ہے۔ تو توبہ کی توفیق اللہ نے دی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ گناہ کی توفیق بھی اُدھر سے ہے۔ تو نیکی کی توفیق کا شکر کرو اور اپنا کام کرو۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ اور نہ کرو تو کسی آدمی سے اچھے الفاظ میں گفتگو ہی کر لو یہ بھی بڑی نیکی ہے۔ تو اچھی بات کرنا بڑی نیکی ہے۔ تلخ بات نہ کرو۔ اگر انکار کرنا ہے تب بھی اچھے الفاظ میں انکار کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ حسنِ اخلاق ضروری ہے' حسنِ انتخاب ضروری ہے' حسنِ کلام ضروری ہے' حسنِ عمل تو ہے ہی سہی مگر حسنِ معاملات بہت ضروری ہے۔ دوسرے کا حق اس کے مانگنے سے پہلے دے دو۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اپنا حق معاف ہی کر دو۔ تو اپنے حق پر اس لیے اصرار نہ کرو کہ وہ بھی اس کا حصہ تھا۔ لیکن اس کا حق ادا کر دو۔ تو آپ سے پوچھا جائے گا اس پیسے کے بارے میں جو آپ نے اکٹھا کیا کہ یہ کہاں کہاں سے کن کن لوگوں کا اکٹھا کیا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تاکلوا اموالکم بین بالباطل تو ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ آپ سے یہ پوچھا جائے گا کہ کن کن لوگوں کے

دل آپ نے آزردہ کیے۔ یہ مفت کا گناہ ہے کہ دل کو زخمی کرنا۔ اس لیے دلوں کو
آسودہ بناؤ۔ دلوں کو راضی رکھو اور ہر روز سونے سے پہلے آپ اپنے لیے توبہ کا
دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ استغفر اللہ اور الحمدللہ کو ملا کے پڑھو۔
استغفر اللہ اس بات پہ جو آپ نے اپنے ساتھ کیا اور الحمدللہ اس بات پہ جو
اس نے کیا تمہارے ساتھ۔

اب آخر میں دعا کرو ــــــــ آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

سوالات

1 انسان کے حالات اس کے خیال کی رہنمائی کرتے ہیں یا اس کا خیال اس کے حالات بناتا ہے؟

2 حضور پاک ﷺ کے اُمّی لقب ہونے پہ اخبارات میں جو آ تا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

3 یہ جو فرمایا گیا کہ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز مل جانے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

4 میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے راستے بند ہو جاتے ہیں اور آ گے رکاوٹ یا کھائی آ جاتی ہے۔

5 میں سارا دن قرآن پڑھتا ہوں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سوتا ہوں تو پھر کیوں میرے رستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

6 بعض اوقات ہم کسی کو راضی کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں مگر نا کام رہتے ہیں۔

7 ہم جو بھی کوشش کرتے ہیں آخر وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔

سوال:

انسان کے حالات اس کے خیال کی رہنمائی کرتے ہیں یا اس کا خیال اس کے حالات بناتا ہے؟

جواب:

ہر انسان کا خیال اس کے حالات سے زیادہ تر وابستہ نہیں ہے بلکہ خیال سارے ماحول سے وابستہ ہے' آپ کی جو تعلیم ہے اس کے ساتھ وابستہ ہے' جو آپ کی فیملی ہے اس سے وابستہ ہے اور جو آپ کے حالات ہیں اس سے بھی وابستہ ہے مگر اس میں حالات کا تھوڑا عمل دخل ہے۔ کوئی ساتھی ہم سفر ہو تو اپنی قسمت کا حال پوچھنے سے پہلے اس کی قسمت کا حال پوچھ لو۔ اگر ساتھی خوش قسمت ہے تو آپ کو بھی کوئی نہ کوئی چیز مل جائے گی۔ ہمارا سارا کچھ اکیلا نہیں ہوتا' مثلاً اولاد خوش قسمت ہو تو ماں باپ کو خوش قسمت بنا دیتی ہے۔ اولاد کی اپنی قسمت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ماں باپ کی قسمت اولاد کے کام آ جاتی ہے اور بعض اوقات اولاد کی نصیحت ماں باپ کے کام آ جاتی ہے۔ بعض اوقات انسان اچھے ماحول میں چلا جائے تو خوشبو پیدا ہو جاتی ہے' ماحول کا فرق پڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات اتفاقیہ طور پر خوش قسمتی پاس سے گزر جاتی ہے اور اشارہ کر جاتی

ہے کہ یوں کرلو اور پھر مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی اچانک ایسا واقعہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے عام طور پر خیال اور حال کا تعلق دنیا میں بیان نہیں ہوسکتا۔ خیال اور حال اگر متعلق ہوجائیں تو وہ بہت Rare ہے اور اسے صاحبِ حال کہتے ہیں۔ یعنی جس کا حال اور قال' اور اس کی حالت برابر ہو۔ اس کی حالت بھی وہی ہے' اس کا حال بھی وہی ہے' اس کا قال بھی وہی ہے' اس کا ظاہر بھی وہی ہے اور اس کا باطن بھی وہی ہے۔ یہ Rare لوگ ہوتے ہیں جن کے ظاہر اور باطن میں فرق کم ہوجائے۔ ورنہ حالات جو ہیں وہ اور ذرائع کے ساتھ آتے ہیں' خیال اور ذرائع سے آتے ہیں۔ ایسا ہم نے دیکھا کہ ایک شخص جو کائنات کو خیال کی پاکیزہ دولت عطا کرنے والا ہو اور خود کمزور حالات سے گزر جائے۔ ایسے ہوا ہے۔ پیغمبروں پر فاقہ آیا ہے لیکن انہوں نے کائنات کے اندر خیال کی روشنی پھیلائی۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کربلاؤں سے گزرنے والے جان سے گزر گئے لیکن آسمانوں کی وسعتوں میں بلند تر مقام حاصل کرگئے۔ ثابت یہ ہوا کہ خیال' خیال ہے اور حالت' حالت ہے۔ حالت کا تعلق اور واقعات سے ہے۔ صاحبِ خیال جو ہے وہ اچھی حالت میں بھی صاحبِ خیال ہوسکتا ہے اور کمزور حالت میں بھی صاحبِ خیال ہوسکتا ہے۔ بادشاہ ہوکر بھی لوگوں نے اچھے خیال رکھے ہیں اور غریب ہوکے بھی لوگوں نے اچھے خیال رکھے ہیں۔ خیال کا تعلق جو ہے یہ کسی اور ایجنسی سے ہے۔ اور حال کا تعلق اور باتوں سے ہے۔ جب آپ راضی ہوجائیں تو وہاں خیال پروان چڑھ جاتا ہے' راضی آپ جہاں بھی ہوجائیں۔ تو کمزور حالات کے باوجود بھی صاحبِ خیال پریشان نہیں ہوتا۔ یہ ضروری بات

ہے۔تو حالات کے خراب ہونے سے صاحبِ خیال پریشان نہیں ہوتا جب کہ دنیادار اچھے حالات ہونے کے باوجود بھی پریشان رہتا ہے۔لہٰذا خیال اور حال کو ملانے کی کوشش نہ کرو۔یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ورنہ تو یہ ہوتا کہ ہم لوگوں کو پیسوں کے یا رزق کے حساب سے ماپتے مگر ہم نے غریبوں کو غریبی میں بادشاہی کرتے ہوئے دیکھا' غریبی کے اندر عزت حاصل کرتے ہوئے دیکھا' غریبی کے اندر دیکھا کہ لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ نصیب کی کہانی اور ہے' خیال کی کہانی اور ہے۔جیسے کہ حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ یا تو قرآن ہے یا پھر حدیث ہے۔تو جو لفظ آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہے وہ ہمارے لیے کیا ہے؟ یا تو وہ قرآن ہے یا حدیث ہے۔اور آپ کا نام ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ یہاں عمل کا کیا کام اور خیال کیا کرے گا۔بات سمجھ آئی؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کے نظام ہیں' جس کو جو چاہے نصیب عطا فرمادے۔نصیب کا نسخہ کوئی نہیں ہوتا۔یہ یاد کرنے والی بات ہے۔کوشش کا نسخہ ہوسکتا ہے لیکن نصیب کا نہیں۔نصیب جو ہے وہ چہرے کی طرح آپ کے ساتھ ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نسخہ کوئی نہیں ہے۔چہرے کی آپ بات دیکھیں۔ایک آدمی نے انٹرویو پہ جانا تھا' ابھی پہلی ملاقات تھی' اس نے کہا السلام علیکم۔تو انہوں نے کہا کہ آپ ہیں؟ چلو ٹھیک ہے جاؤ۔اس سے پوچھا گیا کہ تو نے انٹرویو کیوں نہیں لیا تو کہتا ہے کہ مجھے وہ آدمی اچھا لگا' اس لیے میں نے انٹرویو میں اسے کامیاب کردیا۔اور دوسرے کو دِقّت میں ڈال دیا۔پوچھا کہ اس سے اتنے سوال کیوں کررہے ہو؟ کہتا ہے کہ اسے

میں نے لینا نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اس کو دیکھتے ہی بیزاری پیدا ہو گئی اور وہ کہنے لگا کہ میں نے اس کو رکھنا نہیں ہے۔ گویا کہ آپ کا چہرہ جو ہے بعض اوقات یہ آپ کا نصیب ہوتا ہے بلکہ اکثر ہوتا ہے یا پھر ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔ زندگی آپ کے چہرے کا نام ہے اور موت بھی آپ کے چہرے کا نام ہے' اسی نے میت بن جانا ہے اور اسی نے زندگی بن کے رہنا ہے۔ یہی چہرہ ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ زندہ چہرہ میت بنے' اس کا اچھا استعمال کرلو۔ چار دن کا میلہ ہے۔ تو اسی چہرے کا نام میت ہے۔ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ کہتا ہے موت کی شکل وہی ہے جو تیری اپنی ہے۔ تو تیری موت کی شکل تیرا ہی چہرہ ہے اور تیری زندگی کی شکل بھی تیرا ہی چہرہ ہے۔ نام' وجود کا نہیں ہوتا بلکہ نام' چہرے کا ہوتا ہے۔ تو نام نہ ہاتھ ہیں' نہ پاؤں ہیں' نہ وجود ہے' نہ اجزاء ہیں' نہ اعضاء ہیں' بلکہ یہ چہرے کا نام ہے۔ چہرہ نہ رہے تو پھر نام نہیں رہتا _____ اور کوئی سوال پوچھ لو _____ بولو _____ یہ سوال جواب کا سیشن ہے۔ بعض اوقات سوال کرنے والا اپنے سوال کی زد میں رہتا ہے اور بات آگے نکل چکی ہوتی ہے۔ اس طرح پھر Debate بن جاتی ہے۔ تو ایک سوال ہوا' اس کا جواب آ گیا اور پھر بات آگے چلی گئی۔ اب اگلا کوئی سوال ہو تو اسے موقع دیا جاتا ہے' پچھلے سوال کو اگر دہرایا جائے تو پھر بات نہیں بنتی _____ رشید صاحب کا نمبر ہے' بولیں _____

سوال:

حضور پاک ﷺ کے اُمّی لقب ہونے پہ اخبارات میں جو آتا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب:

اس کا سوال بھی ہو گیا اور پھر جواب بھی ہو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ سوال کرنے والا بھی غلط ہے اور جواب دینے والا بھی غلط ہے۔ یہاں ادب کا تقاضا ہے' اس پہ زیادہ بحث ہی نہ کرو۔ اس کے علاوہ ایک بات بتاتا ہوں۔ انسان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کون سا واقعہ ہے جب ایک انسان' ایک سماج میں رہنے والے' لوگوں میں شب و روز بسر کرنے والے' اچانک انہی لوگوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ کون سا واقعہ ہو جاتا ہے جب ایک انسان' انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پیغمبر ہونے کا اعلان کر دیتا ہے؟ پیغمبر کہاں بنتا ہے؟ ایک آدمی کو کس طرح یہ حق پہنچ جاتا ہے کہ وہ پیغمبر کہلائیں؟ تو ان کا لقب پیغمبر ہے' مرتبہ پیغمبر ہے' تو پیغمبر کے مقام اور مراتب کیا ہوں گے؟ ایک پیغمبر ہوتا ہے اور دوسرا اُمتی ہوتا ہے۔ اُمتی ہو کے اگر وہ پیغمبر کے علم پر بحث کرے تو پھر ایمان میں خلل آ گیا۔ پیغمبر کے علم کو تو کوئی پیغمبر ہی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے۔ یا پھر خدا بتائے۔ خداوند تعالیٰ نے جتنا کچھ بتایا' اُتنا آپ کے لیے بہت کافی ہونا چاہیے۔ یہ جاننا کہ ان کا علم کیا ہے' گمراہی کی ایک بات ہے۔ یہ کہنا گمراہی ہے کہ یہ کیا ہے' پیغمبر کا وصال ہو گیا ہے' پیغمبر تو رخصت ہو گئے ہیں' موجود ہیں کہ نہیں۔ جب تک آپ موجود ہیں' وہ موجود ہیں' کیونکہ کلمہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس میں دقت والی کیا بات ہے۔ میرا کلمہ اگر میرے ساتھ ہے تو وہ موجود ہیں۔ کلمے کے حوالے سے ہم انہیں صبح شام پکارتے رہتے ہیں۔ اس میں موجود اور لاموجود کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ کیا اللہ موجود ہے' کبھی دیکھا کسی

نے؟ کبھی کسی آدمی نے اللہ کو دیکھا؟ ہم کہتے کیا ہیں کہ یا اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہو گئے' تیری نماز پڑھ رہے ہیں ایاک نعبد ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ ''تیری'' کا جو اسم ہے اس کو کبھی آپ نے اشارہ کیا؟ کیا یہ سوچا کہ ''تیری'' کیوں ہے؟ یا صرف ہوا میں ہی کہتے جا رہے ہیں؟ اگر کسی کو ہم ایڈریس کرتے ہیں تو پتہ ہوتا ہے کہ وہ وہاں ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ تیری عبادت کرتے ہیں تو لفظ ''تیری'' کا کوئی نہ کوئی مظہر تو ہونا چاہیے۔ کیا آپ میں سے کسی نے دیکھا کہ کسے کہہ رہے ہیں کہ ''ہم تیری عبادت کرتے ہیں''۔ ہے کوئی ایسی چیز؟ اب یہ بات علم سے سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لیے اسے علم کے ذریعے مت تلاش کرو۔ یہ علم نہیں عقیدہ ہے' یہ آپ کا یقین ہے' اور یقین کو مشاہدہ بنانے کے لیے مزید یقین چاہیے______ اس طرح کے بیان یقین کو کمزور کرنے والے واقعات ہیں۔ یہ ایک پیغمبر کی بات نہیں بلکہ کائنات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں' کسی پیغمبر نے کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ انہوں نے کیا تعلیم حاصل کرنی ہے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور تلمیذ الرحمٰن ہوتے ہیں۔ کئی شاعر اور رائٹر بھی ایسے ہیں' کئی اور لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی آدمی کا ایم اے انگلش لٹریچر نہیں ہو سکتا جب تک کہ شیکسپیئر کے ڈرامے نہ پڑھے جائیں۔ شیکسپیئر جو ہے یہ میٹرک پاس نہیں تھا۔ آپ کو پتہ ہوگا کہ شیکسپیئر چوتھی جماعت سے بھاگ گیا تھا' ہرن چرایا کرتا تھا' پھر فلاں جگہ چلا گیا تھا' تھیٹر کے پردے اُٹھایا کرتا تھا' ڈرامے دیکھتے دیکھتے ڈرامہ نویس ہو گیا' چھتیس ڈرامے لکھے' کیا بات ہے! لکھنے والے لکھتے ہیں کہ

فطرت کے اندر کوئی کردار ایسا نہیں ہے جو شیکسپیئر کے ڈرامے میں نہ آئے'
شیکسپیئر کے ڈرامے میں نہیں ہے تو فطرت میں نہیں ہوگا۔تو لکھنے والے یہاں
تک لکھتے ہیں۔کچھ لوگ یہ لکھتے ہیں کہ قدرت Dictate کرا رہی تھی اور شیکسپیئر
لکھ رہا تھا_____ اور شیکسپیئر خود اَن پڑھ تھا۔وہ اَن پڑھ تھا اور کوئی پڑھا لکھا
آدمی شیکسپیئر کے بغیر پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔شیکسپیئر کو چھوڑو وارث شاہؒ یہاں پر
ہیں۔وارث شاہؒ نے پنجابی کا ایم اے نہیں کیا۔کوئی آدمی بتا دے کہ کیا تھا' اس
وقت ایم اے ہوتا ہی نہیں تھا۔اور کسی آدمی کا پنجابی کا ایم اے کرنے کے لیے
وارث شاہؒ کے دروازے سے گزرے بغیر گزارہ نہیں ہے۔وارث شاہؒ کے رانجھے
پر اگر آپ تھیسز لکھیں تو پنجابی کی ڈاکٹریٹ مل جاتی ہے۔تو وارث شاہؒ کے گھر
میں رانجھے رُلتے پھرتے ہیں۔وہ جو مرضی کریں کیونکہ خیال کے بادشاہ ہیں' کسی
کو رانجھا بنا دیں اور کسی کو ہیر بنا دیں اور کہیں پہ کیدو بنا دیں۔سمجھ آئی آپ کو؟ گویا
کہ آپ تو صرف علم کی بات کر رہے ہیں۔امام غزالیؒ کو آپ دیکھو ان کی بہت
سی کتابیں ہیں۔ایک آدمی نے کہا کہ میں آج کل غزالیؒ کو پڑھ رہا ہوں' کیا
بات ہے' لاجواب علم ہے۔اس سے پوچھا گیا کہ کیا ان کتابوں میں غزالی بننے کا
علم ہے؟ کہتا ہے اس میں تو نہیں ہے۔غزالیؒ نے کس کو پڑھا کہ غزالی بنا کیونکہ
اس سے پہلے کوئی غزالی نہیں ہے۔کہتا ہے وہ خود بخود خدا بنا دیتا ہے۔خدا اگر
غزالی کو غزالیؒ بنا سکتا ہے تو کیا پیغمبر نہیں بنا سکتا۔غزالیؒ تو زیادہ سے زیادہ
خاکِ پائے پیغمبرؐ ہو سکتے ہیں۔علم والے انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔اب یہ
دیکھو کہ غالبؔ نے کون سا پی ایچ ڈی کیا تھا اردو کا۔آپ بھی کہیں گے کہ نہیں کیا

تھا۔کیا میرؔ نے کیا تھا؟یا سوداؔ نے کیا تھا؟انیسؔ و دبیرؔ نے کیا تھا؟نہیں کیا تھا۔مگر ان کے بغیر پی ایچ ڈی ؟ میرا کہنے کا مطلب ہے روز روز آپ کو اتنا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ حیران پریشان ہو جائیں مگر آپ سمجھتے نہیں ہیں۔اسی طرح مشائخ کرام کو دیکھیں۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی ایک نعت ہی لے لو تو وہ قیامت تک کہاں سے کہاں پہنچے گی۔ پوچھو کہ کیا وہ کسی یونیورسٹی کی پروڈکشن ہے؟ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کسی یونیورسٹی کی یا مدرسے کی پروڈکشن نہیں ہوتے۔اس میں دِقّت کی کیا بات ہے۔اب یہ صرف بحث کرنے والی بات ہے اور وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے علم کے مقابلے میں آپؐ بھی لا محدود ہیں اور آپؐ کا اللہ بھی لا محدود ہے'ہماری سمجھ سے دونوں بلند ہیں۔ ہم ایمان سے محروم نہیں ہیں کہ ہم آپؐ کے علم کو Guage کریں۔ ذرہ کہاں اور خورشید کہاں۔ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ ہوں اور فیصلہ تم لوگ کرو'تم تو مجھے پاگل لگتے ہو۔خورشید کے بارے میں اگر ذرہ کوئی فیصلہ کرے تو پھر بھی کوئی وابستگی ہے اور اللہ کے بارے میں بندہ کیا کہہ سکتا ہے۔ وہ تو خود روز ہی مرتا پھرتا ہے۔ لا محدود ذات کے بارے میں محدود نے کیا کہنا ہے'محدود اور وہ بھی محدود در محدود' خواہش کا مارا ہوا انسان کیا فیصلہ کرے گا۔ یہ فیصلہ بہت مشکل ہے۔اس لیے یہ فیصلہ کبھی نہ کرنا۔بس تم یہ کہنا کہ میں اس گمراہی میں نہیں پڑتا اور میں تو یہ جانتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو اپنے محبوب ﷺ کو اتنا علم دے سکتا ہے جتنا اس کے پاس ہے۔ دے تو سکتا ہے ناں۔کیا اس نے دیا؟ اللہ نے یہ مجھے نہیں بتایا۔ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جس سے محبت ہو انسان اس کے لیے اپنی ہستی سے بھی زیادہ کر دیتا

ہے۔تو یہ تو انسان کی محبت ہے اور جب اللہ کی محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں درود بھیجتا ہوں' میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ اللہ نے کب سے درود بھیجنا شروع کیا ہے؟ قرآن تو بہت پرانی کتاب ہے' اسلام سے پہلے کی ہے' اللہ نے فرمایا ہے کہ فی لوح محفوظ یہ لوحِ محفوظ میں ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے کب سے درود بھیجنا شروع کیا؟ غالباً شروع سے ہے۔اللہ کا شروع' شروع سے پہلے ہے' شروع سے بہت پہلے ہے اور وہ شروع سے درود بھیجتا جا رہا ہے' تو جس پر درود بھیج رہا ہے وہ بھی شروع سے پہلے ہے۔کیا آپؐ کے وصال کے بعد اللہ نے درود بھیجنا بند کر دیا ہے؟ نہیں بند کیا۔جیسے پہلے تھا ویسے ہے الآن کما کان تو دونوں ویسے ہیں اور ہم لوگ ایسے نہیں رہیں گے۔تو اللہ کی بات سمجھو' اور زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا اور جب تک قرآن ہے تب تک تو ایسا رہے گا' اللہ کا قرآن ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے بعد تک رہے گا اور ہمیشہ کے بعد کے بعد بھی۔اس لیے آپ ان باتوں میں یا بحثوں میں کیا پڑ گئے ہیں کہ آپؐ اُمّی ہیں' اُمّی لقب ہیں۔تم اندازہ لگاؤ کہ آپؐ اُمّی لقب اور فخر بیاں ہیں۔تو اُمّی لقب اور فخر بیاں میں کیا فرق ہے۔تو یہ سارا واقعہ ہے' کہ ہیں آپؐ بشر مثلکم مگر رہتے ہیں اللہ کے گھر جا کر اور لامکاں کے مہمان ہوتے ہیں۔تو آپؐ مثلکم ہی سہی مگر اتنے مثلکم تو نہیں ہیں جتنے تم سمجھ بیٹھے ہو۔اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ یہ مثلکم کیا ہے۔یہ اس وقت ہوا تھا جب لوگوں نے تحقیق سے غور کیا تو کہنے لگے کہ ہم پہچان گئے آپ کو' آپؐ وہی ہیں۔آپؐ نے فرمایا کہ

میں وہی نہیں ہوں بلکہ منسلکہ ہوں' تا کہ تمہارے عقیدے میں اصلاح قائم رہے اور یہ نہ کہہ دو کہ میں وہ ہوں۔ میں تو سجدہ کرتا ہوں۔ تو سجدہ کرنے والا بشر ہوتا ہے اور سجدہ کرانے والا معبود ہوتا ہے۔ معبود کو ادبا اور احتراماً باقی کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ باقی ____ یعنی کہ ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد۔ اور جو عبادت کرنے والا ہے اُسے کہتے ہیں باقی سے وابستہ۔ اس کا ایک آغاز ہے اور ایک انجام ہے۔ تو اِن کو وہ نہ کہو بلکہ "وہ" کا مظہر ہیں۔ تو جس طرح انہوں نے تمہیں تعلیم دی ہے اس طرح ساجد اور مسجود کا فرق قائم رہے۔ اور حضور پاک ﷺ اتنے بڑے ساجد ہیں کہ تم لوگوں کی نسبت سے بہت ہی بلند ہیں۔ نماز حضور پاک ﷺ بھی پڑھتے ہیں مگر تمہاری نماز اور حضور ﷺ کی نماز میں بڑا فرق ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ من رانی فقد رآ اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے' کہ یہ قصہ ہے کیا۔ پھر آپ معراج شریف والے واقعہ پر بھی غور کر لو تا کہ اصلاحِ احوال آ جائے۔ اس واقعہ کا راوی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ تو سیر کس نے کرائی؟ اللہ نے ____ کہہ کون رہا ہے؟ اللہ۔ کیا اللہ سیر کرا سکتا ہے؟ اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو اللہ یہ کرا سکتا ہے۔ اللہ سیر کرانا چاہے تو کہاں کی سیر کرائے گا؟ مستقبل کی کرائے گا' ماضی کی کرائے گا یا حال کی کرائے گا۔ تو یہ بیان وہ ہے جس کا راوی اللہ ہے اور اس میں بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی اور اللہ چاہے جہاں مرضی سیر کرا دے۔ پھر وہ لے گیا تو جو مرضی کرے' وہ اللہ ہے۔ یہ

ویسا واقعہ ہے جس طرح اللہ کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر بنایا۔ کلمے کی نسبت سے آپ یہ سمجھو کہ زمین سے آواز نکلتی ہے لا الٰہ الا اللہ اور آسمانوں سے آواز آتی ہے محمد رسول اللہ ۔ تو مسئلہ یہاں Complete ہوتا ہے۔ کہ زمین والے فیصلہ کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ہمارے پیغمبر ہیں۔ بس کہانی اتنی ساری ہے۔ اور ہم یہ بات ماننے والے ہیں' زمین کی آواز بھی برحق ہے اور آسمان کا فیصلہ بھی عین برحق ہے۔ ہمیں دونوں فیصلے منظور ہیں۔ بس اب آپ مسلمان ہو گئے۔ تو زمین سے جو بات گئی وہ ٹھیک ہے کہ اللہ ایک ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور آسمان کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ پیغمبرؐ ہیں۔ تو یہ ہمیں منظور ہے' مقبول ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے۔ تو مسئلہ حل ہو گیا۔ تو پیغمبرؐ پر علم نازل ہوتا ہے اور قرآن نازل ہوتا ہے۔ قرآن کو علم کہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ یہ علم ہے اور نورٌ مبین ہے۔ جب آپؐ پر یہ علم نازل ہوا تو گویا علم کا سرچشمہ ہی نازل ہو گیا تو اب کسی اور استاد کی ضرورت کیا ہے۔ قرآن جب نازل ہوا تو اس زمانے کے فصیح و بلیغ لوگ بھی اس کو نہیں پہچان سکے۔ تو پیغمبر کا علم کیسے آتا ہے؟ پیغمبر پر علم نازل ہوتا ہے۔ یہ ہر پیغمبر پر ہوتا ہے۔ تو آپؐ پر علم نازل ہوتا ہے۔ اور جس پر علم نازل ہوتا ہے اس کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اہلِ دنیا اس کے استاد نہیں ہوتے۔ ویسے اگر کوئی پیغمبر ذاتی طور پر کسی سے کوئی بات سیکھے تو اُسے کہتے ہیں کہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ یہ انکساری کا ایک مقام ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے مجھے نئی بات بتائی ہے' یہ تم لوگوں نے ٹھیک کہا ہے ______ پیغمبر اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ سادہ

زندگی بسر ہو اور اللہ ان کو بے شمار علم عطا فرماتا ہے۔ پیغمبر کے ساتھ عقیدت کا فیصلہ آپؐ کی رخصت کے بعد بھی ہوتا رہے گا اور تا قیامت ہوتا رہے گا اور یہ ہوتا چلا جائے گا۔ مطلب یہ کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ آج کے زمانے میں' اس دور میں' اتنے سال بعد بھی' آج نعت لکھی جارہی ہے۔ یہ بڑی بات ہے! تو نعت کا کہنا عجب بات ہے کہ ہندو بھی کہہ رہے ہیں اور مسلمان بھی کہہ رہے ہیں۔ اور یہ آپؐ کی اپنی ذاتی توجہ سے ہوتی ہے۔ کسی انسان کی اتنی تعریف نہیں کی گئی ہے کہ اللہ بھی تعریف کرے اور انسان بھی تعریف کرے اور تعریف ہوتی ہی چلی جائے۔ نعت کہتے ہی جارہے ہیں' نئی نعت بھی کہی جارہی ہے' نئے واقعات ہو جائیں گے' نیا خسرو بن جائے گا اور بنتے چلے جائیں گے۔ تو آپؐ کی ذات کے ساتھ اتنی وابستگی ہے۔ علم تو آپؐ کی ایک نگاہ سے پیدا ہوتا ہے' تو انہیں اور جگہ سے علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔ اللہ جانے' جانے والا جانے یا معراج پہ لے جانے والا جانے۔ لکھنے والے تو لکھتے رہتے ہیں' وہ اپنا مضمون یا کالم پورا کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال ہم تو ایک بات جانتے ہیں کہ غزالی کو غزالیؒ بنانے کے لیے کسی اور غزالی کی ضرورت نہیں ہے' غزالی" بیٹھے بیٹھے بن جاتا ہے اور تم پڑھ کے وہ نہیں بن سکتے۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے واقعات دیکھ لو _____ سقراط سے کوئی پوچھے کہ تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ کیا پہلے کوئی اور سقراط تھا؟ سقراط سے پہلے کوئی سقراط نہیں ہوتا۔ افلاطون سے پہلے کوئی افلاطون نہیں ہوتا۔ نہ شیکسپیئر سے پہلے کوئی شیکسپیئر ہوتا ہے' نہ غزالی" سے پہلے کوئی غزالی" ہوتا ہے' نہ وارث شاہؒ

سے پہلے کوئی وارث شاہ ہوتا ہے ______ اور اگر انہوں نے کوئی ظاہری علم سیکھا ہے تو اس کا حوالہ نہیں ہے' حوالہ اس علم کا ہے جو نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں بحث نہیں ہے۔ ادب کے ساتھ آپ فیصلہ کیا کریں' وہ صحیح ہوگا۔ اگر ادب سے محروم ہوگئے تو پھر ایمان ہی ختم ہوگیا۔ پھر بحث کیا رہ گئی۔ تو ادب ضروری ہے۔

______ اب اور کوئی سوال ______ پوچھیں ______

سوال:

یہ جو فرمایا گیا کہ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز مل جانے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب:

طریقہ تو یہی بتایا گیا ہے کہ ایسا فرض کرو۔ اور آپ کو اگر فرض کرنے سے بات سمجھ نہیں آتی پھر اس کا کوئی نسخہ ہونا چاہیے۔ ایک بات یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت ہوجائے کہ انسان کی نماز میں اس انداز کی وابستگی ہوجائے تو اس نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی کون گارنٹی دے گا۔ کوئی نہیں۔ پھر اس کے لیے نماز قائم ہونا لازم ہے اور زندگی ساری کی ساری اسی خیال میں گزرتی ہے' سارے واقعات اس طرح کے ہوجاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر بکری کو ایسا خواب نظر آجائے کہ شیر کا دیدار ہوجائے تو بیچاری مرجاتی ہے۔ اس کو صرف شیر کا دیدار ہوا ہے۔ اور بندہ اگر خیال میں بھی اللہ کے رُوبرو پایا جائے تو اس کے بعد اس کی زندگی اور طرح سے ہوگی۔ یا انسان اللہ کو رُوبرو کرلے تو بھی اس کی زندگی اور طرح کی ہوجائے گی۔ جب تک اللہ نے مہربانی کی ہوئی ہے' آپ کو تھوڑا تھوڑا

آزاد چھوڑا ہوا ہے تو یہ کاروبارِ زندگی آپ کرلو آسانی سے کرلو! اللہ کے جو مظہر ہیں ان کے ساتھ وابستہ رہو۔ جو اللہ کے مظاہر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں مثلاً استاد ہے' گرو ہے' ماں ہے۔ اور اللہ کی طرف سے جو فرائض ہیں ان پر پورا اترنے کی کوشش کرو۔ فرائض کا راستہ اختیار کرو' خیال کا راستہ لو' مساجد کا راستہ لو اور بزرگوں کا راستہ لو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے راستے ہیں۔ اللہ کے ساتھ بنفسِ نفیس راستہ تو عشاق نے کیا مگر جذب میں آ کے۔ یعنی حالت سے باہر ہو کے۔ کیونکہ اِس حالت کے بعد اِس حالت میں آنا ممکن نہیں ہوتا' یہ بتانے کے لیے بھی نہیں آ سکتا کہ میں جا کے اپنے ساتھیوں کو بتاؤں کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ پھر کچھ بتانے کا ٹائم بھی نہیں ملتا۔ اس لیے جو گیا' وہ چلا گیا۔ وہ اکھیاں کبھی واپس نہ آئیں جو دریا میں چلی گئیں' دریا گیا سو گیا۔ پھر کون آتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد کوئی وقت نہیں ہوتا۔ اسی کو مجذوب کہتے ہیں۔ مجذوب کا معنی ہے کہ ایک دیدار یا ہلکی جھلک' احساس کا دیدار یا کچھ پَرتو مل جائے۔ اس کے بعد وہ مجذوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اُٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

سوال:

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے راستے بند ہو جاتے ہیں اور آگے رکاوٹ یا کھائی آ جاتی ہے۔

جواب:

عمل زندگی ہے۔ زندگی میں ایسا کون سا عمل کیا جائے کہ باطن کا یا خیال کا یا کیفیت کا سفر آسان ہو جائے؟ خیال کی کمی کی عمل سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ کسی کا ایسا بیان آ سکتا ہے کہ جب کبھی مجھے خواب یا خیال آتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ سفر رُک گیا۔ یہاں آپ نیکی کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کی زندگی، اس کی عبادت اور اس کے معمولات کے باوجود احساس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رستہ بند ہے۔ اب وہ راستہ جو ہے اگر خواب کا راستہ ہے تو خواب میں طے ہوگا۔ خواب میں تو آپ کرین لے کر نہیں جا سکتے اور نہ بُلڈوزر سے کچھ توڑ سکتے ہیں مگر اس خواب نے آپ کی زندگی میں اداسی پیدا کر دی، خیال میں اُداسی پیدا کر دی۔ لہٰذا زندگی میں ایسا کوئی عمل ہونا چاہیے کہ خواب کی اصلاح ہو جائے۔ ورنہ خواب کی اصلاح تو خواب میں ہونی چاہیے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ غور کریں کہ زندگی کے اندر کیا عمل کیا جائے کہ خیال کا عمل درست ہو جائے۔ اور میں وارننگ کے طور پر یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگوں کے خیال کا عمل درست نہیں ہے، اور اس سے انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ آپ کے عمل کا عمل تو درست ہے، کاروبار کرتے ہو، دفتر میں جاتے ہو، مہینے کے بعد تنخواہ لیتے ہو، جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں خرچ کرتے ہو اور جہاں خرچ نہیں کرنا ہوتا وہاں بھی کرتے ہو اور جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں بھی نہیں کرتے ہو۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوتی ہیں لیکن ایک بات یاد رکھو کہ اگر عمل کا عمل درست ہو جائے تو خیال کا عمل درست ہو سکتا ہے۔ اس لیے خیال کی اصلاح خیال سے نہیں ہوتی بلکہ

خیال کی اصلاح عمل سے ہوتی ہے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً تھوڑی دیر پہلے ایک آدمی مٹھائی لے کر آیا۔اس کے خیال کا جذبہ مٹھائی کی دکان سے گزر گیا۔اب یہ جو عمل ہے یہ نہیں ہے کہ آپ کے منہ میں اگر مٹھاس ہو گئی تو آپ دعا کریں گے' بلکہ اس کے اپنے عمل میں ایک ایسا عمل پیدا ہو گا کہ اس کے اپنے خیال میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔تو عمل سے خیال کی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔

آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ انسان زندگی میں اس لیے عمل کرتا ہے کیونکہ عمل سے خیال کی اصلاح ہو جاتی ہے۔اب آپ یہ دیکھیں کہ کون سا ایسا عمل کیا جائے کہ جس سے آپ کے خیال کی اصلاح ہو جائے۔خواب میں اگر راستہ بند دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دِقّت ہے۔تو اس کی اصلاح کیسے ہو؟ کوئی عمل کیا جائے۔عمل وہ ہے جو آپ زندگی کے حاصل سے کریں۔کیا آپ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر کے یہ راستہ کھولنا چاہتے ہیں؟ تو اپنی ہستی کے مطابق یہ کر لو۔اس خواب میں بند راستہ کھولنے کے لیے یہ کر لو۔تو یہ عمل کی اصلاح ہے تاکہ علم کی اصلاح ہو۔تو آپ کی Metaphysical اصلاح کے لیے Physical اصلاح چاہیے۔اس طرح Metaphysical اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اعمال سے دیکھتا ہے۔اللہ تو جانتا ہے کہ آپ کو کتنا سارا خیال ملا ہے۔اللہ خود ہی دینے والا ہے۔اگر اس نے اتنا خیال نہیں دیا تو تمہیں کیسے ملے گا۔وہ یہ دیکھتا ہے کہ جو کچھ میں نے اس کو وسائل دیے ہیں' جو حالات دیئے ہیں' کیا اس بندے کو میرے راستے میں وہ استعمال کرنے کا کوئی شوق پیدا ہوا؟۔چاہے وہ مٹھائی ہو۔دیکھنا یہ

ہے کہ شوق پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ تو وہ دیکھنا ہے تاکہ راستہ آسان ہو جائے۔ اب اس میں کوئی شرعی عذر نہیں آئے گا کہ بات یہ ہے کہ ہم جائیداد تو تقسیم کر چکے ہیں، چار بیٹے ہیں، پانچ بیٹیاں ہیں، میرے حصے میں تو بہت کم آیا ہے۔ بات یہ نہیں ہے بلکہ اصلاح کی بات ہے۔

سوال:

میں سارا دن قرآن پڑھتا ہوں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سوتا ہوں تو پھر کیوں میرے رستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

جواب:

بات یہ ہے کہ جب آپ کو بھوک لگتی ہے تو آپ درود شریف نہیں پڑھتے۔ کیا ایسا ہوتا ہے کہ بھوک لگی ہو تو درود شریف پڑھو اور بھوک دور ہو جائے گی۔ کہتا ہے کہ بھوک کا تعلق کھانے کے ساتھ ہے۔ تو سب کو پتہ ہے کہ اس کا کھانے کے ساتھ تعلق ہے۔ جب آپ کو نیند آتی ہے تو پلنگ کا استعمال کرتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو آپ چھت کے اندر آ جاتے ہیں۔ مکان کہیں سے خستہ حال ہو جائے تو اس کو پلستر کرانے کا خیال آتا ہے۔ یہ تمام کام آپ درود شریف سے تو نہیں کرتے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ چھت لیک کر رہی ہو اور آپ اسے وظیفے سے ٹھیک کریں۔ تو وہ کہے گا کہ چھت کا تعلق سیمنٹ کے ساتھ ہے۔ اس سے کہا گیا کہ سیمنٹ کیسے لگاؤ گے، ٹیکس بھی تو دینا ہے۔ کہتا ہے ٹیکس کا تو دیکھیں گے، ابھی تو چھت لیک کر رہی ہے۔ یہ بڑی تیز بات ہو گئی آپ کے ساتھ کہ آپ کا راستہ بند ہو گیا ہے، تو اب پہلے اسے ٹھیک کرنا ہے۔ اور اس کا

انتظام آپ نے اپنے وسائل میں کرنا ہے۔سوچنا اور غور کرنا۔تنہائی میں غور کرنا۔ اس میں ساری خیال کی بات ہے۔ جو ''دانا'' آدمی ہوتا ہے اس کو رکاوٹ آ جاتی ہے۔خیال کے سفر میں ''نادان'' ہو کے گزرنا پڑتا ہے۔باطن کے اس سفر میں جہاں ''دانائی'' آتی ہے وہاں رکاوٹ آ جاتی ہے۔آپ ''نادان'' ہو جائیں تو راستہ کھل جائے گا۔اگر آپ کوئی چیز حاصل کرتے رہے ہیں اور اب نتیجہ اداسی ہے تو پھر وہ چیز دینا شروع کر دو۔پھر اُداسی ختم ہونے لگے گی۔اللہ کی راہ میں دینا اور دنیا میں چھوڑ جانا' ان میں بڑا فرق ہے۔اس سے پہلے کہ تم چھوڑ جاؤ اس کو اللہ کے نام پر لگا جاؤ' ورنہ چھوڑ تو جاؤ گے ہی۔چھوڑ جانے سے بہتر ہے کہ اُس مال کو آگے ''ٹور'' جاؤ۔اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔یہ بہت سارے لوگوں کا مسئلہ ہے۔جب اپنی باری آتی ہے تو بڑی دانائی کی باتیں کرتے ہو اور جب اللہ کی باری آتی ہے تو کہتے ہو کہ یا اللہ تو عبادت پہ راضی ہو جا۔اُسے صرف عبادت پر راضی کرتے ہو اور آپ اپنی گنتی کو درست رکھتے ہو۔اللہ کا نام بھی گنتی کے ساتھ درست ہوتا ہے' اور واقعات اور حالات کے ساتھ درست ہوتا ہے۔جب آپ حج کرنے جاؤ گے تو ٹکٹ ضرور خرید و گے کیونکہ آپ حج کرنے جا رہے ہیں اور حج کے یہ واقعات ہیں۔ایک آدمی اگر فاقہ کش ہے' فاقے ہی کرتا جا رہا ہے' اس کو جب خیال کی دقت ہو گی تو ایک فاقہ اور کر لے گا اور پھر اس کا خیال ٹھیک ہو جائے گا اور دنیادار اگر اپنے دینی خیال میں کہیں دِقت محسوس کرے تو دنیا اس کے اوپر نثار کرتا جائے۔پھر اس کا دینی خیال آسان ہو جائے گا۔بلکہ یہ بہت ہی آسان بات ہے کہ دنیا کو دین بنا لو۔تو دنیادار آدمی کو امیر

آدمی کو یا آسودہ آدمی کو یہ آسان نسخہ بتایا جاتا ہے کہ وہ پیسوں کے ذریعے اپنا باطن درست کر لے۔ غریب آدمی جو ہے وہ بھی سخی ہو سکتا ہے اگر وہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے اور اپنا سفر کرتا جائے۔ ورنہ تو اللہ نُور ہے آسمانوں کا مالک ہے' اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی' وہ رزق کا ذکر کیوں کرتا۔ وہ یہ نہ کہتا کہ میں تمہیں رزق دیتا ہوں' مال دیتا ہوں' اس میں سے زکوٰۃ دیا کرو' خیرات کیا کرو۔ گویا کہ آپ کی گنتی کے ساتھ آپ کو اس نے راستہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دیا کرو۔ پھر اللہ کے قریب آنے والے پوچھتے ہیں کہ ہم آپ کے اور قریب آنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اپنی ضرورت کا رکھ لو اور باقی سارا دے دو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ کہ ضرورت کا رکھ لو اور باقی سارا دے دو۔ تو وہ لوگ اللہ کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ دیکھنا ہے کہ آپ اپنا درجہ کہاں رکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اللہ سے آپ آسانیاں مانگا کرو۔ اپنی دنیا کو دین بناتے جاؤ۔ اور اس کا یہ بڑا ہی آسان نسخہ ہے۔ ایک ہوتا ہے عبادت کرنا' یعنی عبادت کا عمل' نماز' روزہ اور حج وغیرہ اور ایک عمل سخاوت ہے۔ سخاوت والا بھی حبیب اللہ ہے۔ ایک اور عمل ہے الکاسب حبیب اللہ' کسب کرنے والا' محنت کرنے والا اللہ کا حبیب ہوتا ہے۔ تو جوتا بنانے والا ذرا پیار سے بنائے' کہ اللہ نے اُسے اس کام پہ لگایا۔ تو اپنے کام کو Sincerely کرو۔ پھر آپ کے اپنے کام میں بڑی رونق آ جائے گی۔ یعنی جو بھی آپ کام کرتے ہیں' وہ Sincerely کریں اور اللہ کا خیال رہے کہ وہ دیکھنے والا ہے' اللہ دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں ملاوٹ نہ ہو' کام میں کجی نہ

ہو کام میں ملاوٹ نہ ہو اور کام میں بیزاری نہ ہو۔ اکثر لوگ کام تو کرتے ہیں لیکن پریشان ہوتے ہیں' بیزار ہو کر کرتے ہیں۔ وہ کوئی کام کرتے ہیں تو اس سے پریشانی ہوتی ہے' بیزاری ہوتی ہے' تو کام کو Pleasure بناؤ۔ پرانے زمانے میں ہندو ایسے لوگ تھے کہ جب دوکان میں گاہک آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ بھگوان آ گیا' بھگوان کا روپ آ گیا' کیونکہ وہ رزق دینے والا آیا تھا اور اس سے نفع ہوتا ہے۔ تو اس کے لیے وہ بھگوان آ گیا۔ اور مسلمان یہ کرتا ہے تو اس کی انکم کا جو ذریعہ ہے' جو دوکان ہے' اس کو بھی پاکیزہ نہیں رکھتا۔ یعنی جہاں سے اس نے اللہ کا رحم لینا ہے' اللہ کی طرف سے رزق لینا ہے' یعنی دوکان سے لینا ہے اور یہ دوکان ذریعہ رزق ہے' ذریعۂ حصولِ رزق ہے' تو یہ جگہ پاکیزہ ہونی چاہیے کیونکہ اللہ سے رزق لے رہے ہو۔ تو اپنے دفتر کو پاکیزہ بناؤ کیونکہ اللہ اس جگہ سے رزق دیتا ہے۔ تو ذریعہ آمدن کو بہت پاکیزہ بنانے والا جو ہے وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو جو بھی آپ کے رزق کا ذریعہ ہے اس کو پاکیزہ بناؤ۔ جس جگہ پر آپ کی نشست ہو یا بیٹھک ہو یا گھر ہو تو اسے اور پاکیزہ بناؤ۔ پاکیزگی' خیرات اور وابستگی' یہ سارے اللہ کے راستے ہیں۔ مثلاً خیال کی وابستگی ہے۔ اب اگر آپ ایک وظیفہ کر رہے ہوں' اللہ اللہ کر رہے ہوں اور یہ کہیں کہ میں کر تو رہا ہوں مگر سمجھ نہیں آتی' بنتا کچھ نہیں ہے۔ تو آپ کرتے جائیں' کرتے جائیں۔ اور پھر جب شوق میں آپ ایک مقام پر پہنچ جائیں گے تو وہیں پہ بات بن جائے گی۔ تو آپ چلتے جائیں اور شوق سے چلتے جائیں۔ جو شخص اللہ کی طرف جا رہا ہو اور اسے دنیا

کا خوف ہوتو وہ جھوٹا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ سفر کس کا؟ اللہ کا۔ خوف کس کا؟ دنیا کا۔ تو وہ آدمی کون ہے؟ جھوٹا۔ عام آدمی کو یہ خوف ہوتا ہے۔ ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف جاتے ہیں مگر دنیا کا خوف رکھتے ہیں۔ جس کا مدعا اللہ ہو جائے اس کو خوف سے نجات ضروری ہے۔ جس کا مدعا اللہ ہو جائے اسی کے لیے ہے لا خوف علیھم ولاھم یحزنون تو اس کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور کوئی ملال نہیں ہے۔ کس کے لیے؟ جس کا مدعا اللہ ہو۔ جب اللہ ہی مدعا ہو جائے تو نہ غریبی' غریبی ہے اور نہ امیری' امیری ہے' پھر کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ مقصد کیا ہے اور مدعا کیا ہے۔ تو آپ اپنے سفر کا عنوان رکھیں۔ پھر سارا واقعہ ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال:

بعض اوقات ہم کسی کو راضی کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔

جواب:

ایسا ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ انسان کو کوشش کے باوجود جہاں ناکامی ہو جاتی ہے اسی کو تو دور کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ جہاں مقصد ہو' انسان کسی مقصد کے لیے کوشش کر رہا ہو تو کوشش کا معنیٰ ہی حصولِ مقصد ہے۔ اور جب آپ کسی مقصد کے بغیر کتنی ہی کوشش کریں وہ کوشش بے معنیٰ ہے۔ Effort اگر Achievement نہ ہو تو وہ Effort نہیں ہے۔ کوشش اگر حاصل نہ بنے تو یہ کوشش ہی نہیں ہے۔ یہ تعریف ہے دنیا کے حساب سے۔ یعنی کہ کوشش

اگر حاصل نہیں بن رہی تو یہ کوشش غلط ہے' وہ کوشش ہے ہی نہیں۔ اگر کوشش کا مقصد' حاصل ہے اور حاصل نہیں ہو رہا تو کوشش کو کیوں گن رہے ہو۔ پھر تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو وہ کوشش ہی نہیں ہے اور کہیں نہ کہیں اس میں غلطی ہے۔ اس لیے جو کوشش ہو وہ کسی مقصد کے لیے ہو۔ اگر مقصد نہیں تو کوشش کا کیا ذکر کرنا۔

سوال:

ہم جو بھی کوشش کرتے ہیں آخر وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔

جواب:

اگر ایک آدمی مکان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے بڑی کوشش کی لیکن مکان نہیں بنا۔ ہم اسے کیا کہیں گے؟ کہ تو نے کوشش ہی نہیں کی۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی؟ یا تو وہ یہ کہے کہ میرا کوشش کرنے کا شعبہ کمزور ہے' نالائقی ہے۔ اگر اپنی دانائی پہ زور ہے' اپنے صحیح ہونے پر استقامت ہے اور بیان یہ ہے کہ میں نے کوشش کی مگر مقصد حل نہیں ہوا۔ ہم اُسے کیا کہتے ہیں؟ یا تو تُو نادان ہے یا پھر تُو نے کوشش ہی نہیں کی۔ اس کو اپنی نادانی مان لو یا نااہلی مان لو۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ کیا مانتے ہو۔ تو سوال یہ تھا کہ ہم کوشش کرتے ہیں مگر مطلوبہ نتیجہ نہیں آتا۔ ہم اسے بتا رہے ہیں کہ جو شخص کسی مقصد کے لیے کوشش کرتا ہے' اپنی دانائی پر غرور بھی کرتا ہے' فخر بھی کرتا ہے' اور وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اس کی کوشش غلط ہے۔ اور یہ کہ یا تو کوشش غلط ہے یا وہ شخص یہ کہے کہ ہم نادان ہیں' ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیا کریں۔ یہ اس لیے ہے تا کہ اُسے بتایا

جائے کہ وہ کیا کرے۔ آپ بات کو سمجھا کریں۔ میں دوبارہ بتاتا ہوں کہ جب انسان کوئی مقصد حاصل کرنا چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے اور کوشش کے باوجود مقصد حاصل نہ ہو تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ یہ کوشش صحیح نہیں ہے یا تمہاری دماغی استعداد وہاں تک نہیں پہنچتی۔ کیونکہ مقصد حاصل کرنا تھا لیکن مقصد نہیں ملا۔ اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مقصد ہی غلط ہے تو پھر کوشش رائیگاں ہو گئی۔ اس لیے عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کوشش کرنے کے دوران اپنی کوشش کو جو نتیجہ دینا چاہتے ہیں اس نتیجے پر اعتماد نہیں کرتے۔ اگر ایک دنیادار' سمجھدار انسان کسی مقصد کے لیے کوشش شروع کرے اور مقصد حاصل نہ ہو تو ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کوشش غلط ہے' دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ صلاحیت مفقود ہے اور عام آدمی ایک تیسرا نتیجہ بھی نکال لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد ہی غلط ہے' لیکن کوشش جاری رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کی زندگی رائیگاں ہو جاتی ہے جو مقصد کی صحت پر شک کرے اور کوشش کی صحت پر اصرار کرے۔ اب اس کو سمجھنے میں کیا مشکل ہے؟ جس کو مقصد کی صحت پر شک ہو اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ وہ کہے گا کہ میں نے دس بار کوشش کی' مقصد حاصل نہیں ہوا' میرا خیال ہے مقصد ہی غلط ہے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ایک خیال ایک شخص کو تو الجھن میں ڈال رہا ہے اور باقی لوگوں کو الجھن میں نہیں ڈال رہا تو اس کی کوئی وجہ ہو گی۔ مقصد کے لیے کوشش کرنے والا مقصد حاصل کرے اور اگر حاصل نہ کر سکے تو کوشش کو غلط سمجھے۔ اس بات کو اب میں دوسرے طریقے سے کہتا ہوں تاکہ آپ کو سمجھ آ جائے۔ مقصد کے لیے اگر کوشش کی جائے اور مقصد حاصل نہ ہو تو کوشش جو ہے یہ غلط ہوتی ہے اور اس کو کوشش ہی نہیں کہتے۔

آپ اصرار کر رہے ہیں کہ وہ کوشش ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ Achievement کے بغیر کوشش کو ہم کوشش کہتے ہی نہیں۔ بات آسان ہو گئی؟ اگر کوئی کہے کہ میں دس سال سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اور گیارھویں سال میں مَیں نے ایک مستری کو بلایا جس نے ایک منٹ میں تالا کھول دیا۔ اب یہ کوشش ہے جو کامیاب ہو گئی ہے۔ اور پہلے دس سال؟ وہ محنت ضائع ہو گئی۔ اگر جانا اس رُخ کو ہے اور آپ محنت دوسرے رُخ کی کر رہے ہیں' اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے محنت کی ہے۔ یہ آپ نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ ہر جُواری جو جواء کھیلنے والا ہوتا ہے وہ بڑی محنت کرتا ہے اور چور رات کو بڑی محنت کرتا ہے ____ تو یہ محنت نہیں کہلائے گی بلکہ گمراہی کہلائے گی۔ گمراہ آدمی بھی کسی راہ پر چل رہا ہوتا ہے اور وہ جب چل رہا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں کسی راہ پر چل رہا ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ مقصد کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو وہ کوششیں جو برے مقصد کی طرف جا رہی ہیں' ہم ان کو کوشش ہی نہیں کہتے۔ اگر وہ Achievement چاہتا ہے اور کوشش جو ہے وہ Achievement نہیں کر رہی ہے تو وہ سمجھ لے کہ غلط ہے چاہے وہ نماز ہی پڑھ رہا تھا۔ کیونکہ نماز کے اندر اُس کا نفس موجود تھا۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی نماز پڑھی ہے' بیس سال نماز پڑھی ہے لیکن اللہ پر مجھے یقین نہیں ہوا۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی آدمی ہو تو ہم اسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں حالانکہ اس کے پاس نماز کا نشان موجود ہے اور وہ نماز پڑھتا رہا ہے۔ یہاں پر طریقت والے کہتے ہیں کہ جب اس نے کلمہ پڑھایا تو مجھے کلمہ سمجھ آیا' حالانکہ میں پہلے سے ہی مسلمان تھا۔ تو یہاں یہ نتیجہ

نکلتا ہے کہ سفر کو مقاصد کے حوالے سے کرنے والا مقصد حاصل ہونے کے بعد سفر کو سفر کہے ورنہ نہ کہے۔ یہ نسخہ بتا رہا ہوں آپ کو۔ یاد رکھ لینا۔ اگر وہ کہے کہ میں دوست کے پاس چلا‘ اس کو راضی کرنے کے لیے‘ بڑی کوشش کی مگر راضی نہیں ہوا۔ اب وہ الزام دے کے کوشش سے آزاد ہو گیا مگر دوست تو حاصل نہ ہوا۔ اب اُسے کوشش کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ نادانی ہے کیونکہ اگر دوست کو راضی کرنا تھا تو دوست کو راضی کرنے والا عمل کرنا تھا۔ وہ کوشش جو راضی نہیں کر سکی اُسے کوشش نہ کہو بلکہ اسے نادانی کہو۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑے اور اللہ پر بھروسہ نہیں ہوا تو پھر چلنا بند کرو‘ اور پہلے اس کی ذات پر بھروسہ کرو۔ اگر قرآن کی بات سمجھ نہیں آ رہی‘ قرآن کی تعلیم سمجھ نہیں آ رہی تو پہلے متقی ہونے کی کوشش کرو۔ قرآن کی بات تقویٰ کے ساتھ سمجھ آئے گی۔ یہ وہ کتاب ہے جو متقی کے لیے راز ہے۔ اس لیے اکثر سفر کرنے والے اندھا دھند سفر کر رہے ہوتے ہیں اور یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کدھر کو سفر کر رہے ہیں‘ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ چلے کہاں ہیں‘ جانا کہاں ہے۔ چل تو سارے رہے ہیں۔ کون چل رہا ہے؟ ساری کائنات۔ آپ کو کوئی انسان یا کوئی چیونٹی ایسی نظر نہیں آئے گی جو متحرک نہ ہو۔ ہر شے چلتی جا رہی ہے‘ چلتی جا رہی ہے۔ کسی کا مدعا کچھ ہے‘ کسی کا مدعا کچھ اور۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پہلے مقاصد کی اصلاح کرنے والوں سے پوچھ لیا کرو کہ کیا یہ مقصد صحیح ہے۔ مقصد کی اصلاح کراؤ تا کہ کوشش کی اصلاح ہو سکے۔ خالی کوشش جو ہے یہ کوئی معانی نہیں رکھتی۔ کوشش کے ساتھ ڈائریکشن ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک ویکٹر ہے۔ تو یہ ہے Force in a certain direction اگر ڈائریکشن صحیح

نہ ہوتو کوشش آپ کے لیے عذاب ہے۔اب آپ بات کو Understand کر رہے ہیں یا نہیں؟ کہ کوشش کی ڈائریکشن اگر صحیح نہ ہوتو پھر آپ کی یہ کوشش ایک عذاب ہے۔اس لیے پہلے ڈائریکشن ٹھیک کی جائے' پھر کوشش کا طریقہ اختیار کیا جائے تو سارا واقعہ صحیح ہو جاتا ہے۔اب تو بات آسان ہو گئی؟ اس لیے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میں کوشش کر رہا ہوں مگر مقصد حل نہیں ہوا تو ہم اسے کہتے ہیں کہ کوشش کر' کیونکہ تو نے کوشش کی نہیں ہے' کوشش کرتا کہ وہ مقصد حاصل ہو۔اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مقصد صحیح نہیں ہے تو پہلے مقصد کی صحت پر یقین کرو اور پھر یہ کہو کہ ہمارا مقصد صحیح ہے اور وہ ہم نے حاصل کرنا ہے۔پھر اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔اس کے لیے کوئی تعاون چاہیے تو وہ ہو جائے گا۔

اب آپ سوال کرو ــــــ کوئی سوال ــــــ اگر سوال نہیں ہے تو سب کے لیے دعا کرو۔یہ دعا کرو کہ اللہ ہمیں اپنے راستے کی کوشش کرنے کی توفیق دے اور اُسے کامیاب بھی فرمائے۔

آمین ــــــ برحمتک یا ارحم الرّاحمین.

سوالات

1. کیا اس دور میں دجال کا ظہور ہو سکتا ہے؟
2. اللہ کے اس سفر میں مجھ میں پہلے اللہ کے نام سے محبت تھی جواب حضور پاک ﷺ کے نام سے ہونے لگی ہے' کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟
3. کیا مرشد کے پاس جانے کے لیے ضرورت کے علاوہ بھی کوئی اور خاص ذریعہ ہوتا ہے؟

اصول کو آپ شریعت کہہ سکتے ہیں مثلاً اخلاق' قانون اور قوانین
زندگی۔ اگر کہیں لکھا ہوا ہے کہ آپ جھوٹ نہ بولو تو پھر جھوٹ نہ بولنا۔ تو یہ جو کچھ
لکھا ہوا ہے یعنی سارے Do's & Dont's' تو ان کے مطابق' قانون کے
مطابق اگر چلو تو اس سے بچت ہو جائے گی۔ اگر یہ سمجھ نہیں آتی کہ کون سا قانون
ہے اور کیا قانون ہے تو اس علم کو سیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ جاننے والوں
کے پاس چلے جائیں۔ تو آپ کے خیال اور عقیدے کے مطابق جو بزرگ ہیں
اُن کے پاس چلے جاؤ۔ تو یہ جو فرق ہے یہ اجتہاد کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ہماری
اطلاع کے مطابق Importance of Islam یا Revival یا Renaissance
جو ہے وہ Start ہوگی پاکستان سے یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ پاکستان سے شروع
ہوگی When اور How' کب اور کیسے؟ یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ ہی جانے۔
جاننے والے کہتے ہیں کہ Sometimes year after اسلام کا جو
Renaissance ہے وہ یہاں سے' انڈو پاک سے ہوگا۔ پاکستان انڈیا اور بنگلہ
دیش کے مسلمان' یہ سارا پاکستان ہی ہے' عقیدے کے لحاظ سے۔ اس خطے کے
مسلمانوں کو موقع ملے گا۔ باقی جگہوں پر تو اسلام کو لوگ چھوڑ چکے ہیں' جو تھوڑا بہت
ہے وہ ادھر ہی ہے۔

اب سوال کریں ـــــــ پوچھیں ـــــــ

سوال:

کیا اس دور میں دجال کا ظہور ہوسکتا ہے؟

جواب:

ہوسکتا ہے' بالکل ہوسکتا ہے۔ یہ واقعہ ہوسکتا ہے۔ وہ ساری باتیں جنہیں لوگ گپ سمجھتے ہیں' ساری ہی سچ ہوسکتی ہیں۔ اگر سارا کفر ایک جگہ Concentrate ہوجائے تو اس کے مقابلے میں اسلام کی طاقت ایک جگہ Concentrate ہوجائے گی۔ مسلمانوں کا جو ہیڈ ہوگا اس کو امام کہہ لو' امیر کہہ لو۔ وہ مسلمانوں کی مجموعی قوت کو لیڈ کرنے والا ہوگا۔ اُس کا ایک نام ہوگا۔ اس وقت اگر ساری دنیا مسلمان ہوجائے تو خطرہ پھر بھی رہے گا۔ آپ کو شاید بات سمجھ نہیں آئی۔ مثلاً پاکستان میں سارے مسلمان ہیں مگر چوری پھر بھی ہورہی ہے۔ تو پھر مسلمان ہونے سے تو چوری نہیں رُکی یا عافیت نہیں آئی یا غریب کو آسانی نہیں مِلی۔ لہٰذا صرف مسلمان ہونا کافی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی دوسرے کے ساتھ Share کرے مگر یہ شیئر نہیں ہورہی۔ تو ایک ایسا وقت آنا چاہیے یا آئے گا جس میں مسلمان وہی ہوگا جو باقی مسلمانوں کا درد بانٹے' خوشیاں بھی بانٹے۔ تو وہ کہے گا کہ غریبی بھی بانٹو اور دولت بھی بانٹو۔ پھر تو بات ہے! Other-wise یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ ایسا وقت لائے کہ آپ کو اپنی زندگی میں ایسا منظر دیکھنے کو ملے کہ اسلام کے نام پر ایک معاشرہ قائم ہو۔ پھر آپ جہاں پر جو چیز چھوڑ کے جائیں گے وہ وہیں پڑی ہو

گی۔ یہ ہونا چاہیے۔ ہو بھی سکتا ہے۔ اور یہ جلدی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال:

اللہ کے اس سفر میں مجھ میں پہلے اللہ کے نام سے محبت تھی جواب حضور پاک ﷺ کے نام سے ہونے لگی ہے' کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟

جواب:

اللہ سے جو محبت ہے اسے دوریش اور طرح سے بیان کرتے ہیں۔ اللہ سے محبت ہے ہی نہیں کیونکہ محبت کے لیے شعور چاہیے اور اللہ آپ کے شعور کی سرحد سے پرے کا نام ہے' ایک ذات کا نام ہے۔ اللہ کے قوانین سے محبت ہو سکتی ہے' اللہ کی کتاب سے محبت ہو سکتی ہے' اللہ کے بندوں سے محبت ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ کے محبوب ﷺ سے ہو سکتی ہے جو کہ ہونی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ جس شخص کو حضور پاک ﷺ سے محبت نہ ہو تو اس کا ایمان تو ویسے ہی شرک میں آ گیا۔ تو یہ محبت ہی شرک کا علاج ہے۔ اصل شرک یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی محبت میں کمی کا آ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم لوگوں پر سب سے بڑا احسان جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ تو آپؐ سے محبت کرنا لازمی ہے' فرض ہے۔ ایک بات آپ کو سمجھا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز سے محبت کرنا شرک ہے۔ یہی بات بیان ہوتی آ رہی ہے' اور یہ کہ اللہ کے علاوہ کسی سے محبت نہ کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک محبت بیان کی ہے جو یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے ساتھ تھی' وہ ایسی محبت تھی کہ ان کی جدائی میں بینائی چلی گئی اور ان کی قمیض کی آمد پر بینائی آئی۔ اللہ تعالیٰ نے

بہت خوش ہو کے یہ محبت بیان کی ہے۔ اور وہ دونوں پیغمبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس محبت کو جائز قرار دیا۔ بزرگوں نے یہ بات کھول کر بیان کی ہے کہ کون سی محبت شرک ہے اور کون سی محبت شرک نہیں ہے؟ وہ محبت جو اللہ کی طرف رغبت سے روکے، وہ شرک ہے اور وہ محبت جو اس کی طرف لے جائے وہ عین ایمان ہے۔ وہ باپ جس نے تمہیں اللہ کا راستہ دکھایا اس کی محبت عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتا مگر اس لاشریک نے اپنے نام کے ساتھ، کلمے کے اندر آپؐ کو شریک کر لیا۔ اگر آپ اتفاق سے کبھی آسمان پر جائیں تو فرشتوں سے پوچھیں کہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے، اس لیے ہم درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے کیسے شرک ہوگا؟

میں تیری نماز ادا کروں تو ہو محوِ ذکرِ حبیبؐ میں

تو اس کا راز تو آپ کو مل گیا کہ جس کی آپ نماز پڑھ رہے ہیں وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ تو ذکرِ حبیبؐ میں محو ہے۔ اصل راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو جائے، جس پر اپنا فضل کرے، اُسے اپنے حبیبؐ کی محبت عطا فرماتا ہے۔ تو یہ اللہ کے اسم سے محبت کا نتیجہ ہے، کہ اُس نے اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرمائی۔ یہ شرک نہیں ہے بلکہ یہ ایمان کا نتیجہ ہے، یہ ایمان کا انعام ہے۔ تو یہ محبت جو ہے یہ اللہ کا انعام ہے۔ یہ تو بڑی واضح بات ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔ تو شرک کیا ہے؟ وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے روکے وہ شرک ہے۔ غیر اللہ کون ہوتا ہے؟ جو اللہ کی راہ سے روکے۔ اور جو اللہ کی راہ پر لے جانے والا ہے وہ عین حق ہے۔ وہ شرک نہیں ہے بلکہ اس کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ یہ کچھ لوگوں نے آپ کو غلط

گائیڈ کیا ہے کہ یہ بات اللہ کے خلاف ہے اور یہ کہ اگر نماز میں اللہ کے علاوہ تصور آ جائے تو نماز رہ جاتی ہے۔ آپ خود دیکھ لو کہ یہ جو آپ کی نماز ہے اس میں اللہ کا کتنا ذکر ہے اور جس کو یہ لوگ "غیر اللہ" کہتے ہیں اس کا کتنا ذکر ہے۔ نماز کیا ہے؟ الحمدللہ رب العالمین۔ تو اس میں "عالمین" آ گیا۔ یہ "عالمین" اللہ نہیں ہے۔ اللہ نے پہلے دنیا بنائی۔ تو کیا یہ غیر ہے؟ یہ تو خود اللہ نے بنائی ہے۔ اللہ کا کوئی کام یا اللہ والوں کا کوئی کام اس دنیا کے بغیر ہے ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ماسٹر پیس بنایا جو کہ انسان ہے۔ تو یہ غیر کیسے ہوا۔ اگر خیال غیر ہو تو یہ سارا غیر ہے یعنی وہ خیال جو اللہ کے علاوہ ہو۔ تو آپ محبت اللہ سے رکھیں، رجوع اللہ سے رکھیں۔ جو چیز اس سے دور لے جاتی ہے وہ شرک ہے اور جو چیز اس کی طرف لے جاتی ہے وہ عین حق ہے۔ اس میں تمیز اور تخصیص ہونی چاہیے، اس حد تک کہ آپ اگر جہاز پر حج کو جا رہے ہیں اور جہاز سے محبت ہو جائے تو اس کو بھی عقیدت سے دیکھو کہ سبحان اللہ کتنا اچھا ہے۔ اگر اونٹ لے کے جا رہے ہو تو اونٹ کی بھی خدمت کرو اور پھر اس اونٹ سے محبت ہو جائے گی جو تمہیں حج کرا لایا۔ تو یہ محبت غیر اللہ نہیں ہے بلکہ یہ عین اللہ ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی مقصد ہے اللہ! تو یہ دیکھو کہ کون سی چیز اُدھر لے کے جا رہی ہے۔ اور اگر اُدھر نہیں لے کے جا رہی ہے، روک رہی ہے تو یہ شرک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ بیکار کام کرتے ہیں، کسی کو بٹھا کے کہتے ہیں کہ تاش کھیل لیں تو یہ شرک ہے۔ یہ واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو یہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔ اب اطاعت

بالمحبت ہوسکتی ہے ورنہ نہیں ہوسکتی' یہ ناممکن ہے کہ اطاعت ہوجائے جب تک کہ محبت نہ ہو'اور جب تک عشق کا درجہ نہ ہو تو محبت نہیں ہوسکتی۔ تو ایک دل میں دو عشق کیسے آسکتے ہیں۔ اب صرف یہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ مانتا ہوں' حق ہے' لا الہ الا اللہ۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو توحید پرست ہوں۔ اُسے کہتے ہیں کہ یہ شیطان ہے۔

رائیگاں ہوئے ابلیس کا نصیب بنے
وہ سجدے جو کسی چوکھٹ کے روبرو نہ ہوئے

تو وہ تو ابلیس کا نصیب ہے کہ ساری عمر خدا کا سجدہ کرتا رہا اور جب بندے کے سجدے کا وقت آیا تو انکار کرگیا۔ اُس نے کہا یا اللہ تیرا کہنا تو مانتا ہوں مگر تیرے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کروں گا کیونکہ میں تو حید پرست ہوں۔ اللہ نے کہا تم شیطان ہو۔ یعنی کہ شرک نہ کرنے والے' واحد توحید کو ماننے والے کا حشر آپ دیکھ لیں۔ یہ راز ہیں۔ اگر آپ بیان کریں گے تو شرک ہوجائے گا اور کرتے جائیں گے تو ایمان ہوجائے گا۔ اُس کا نام ہے اللہ۔ آپ یہ کہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور تقلید ہے حضور پاک ﷺ کی۔ آپ اگر چار رکعت پڑھیں یا دو رکعت پڑھیں' اِس حال میں رہیں یا اُس حال میں' اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کو صرف حضور پاک ﷺ کی ادا پر لطف آتا ہے۔ کہ آپؐ نے اس طرح نماز پڑھی ہے اور یہ لوگ اس محبت میں اُسی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ تو یہ حق ہے ایمان کا۔ یہ تصوّر بڑا مشکل ہے لیکن آپ یہ سوچیں کہ آپ اسی پاکستان کے شہر لاہور میں اس وقت بیٹھے ہیں اور جہاں آپ بیٹھے ہیں تو اگر یہاں آٹھ صدیاں یک لخت گزر جائیں

تو پھر حالات کتنے تبدیل ہو جائیں گے۔ آپ کو ایک جنگل، ویرانہ نظر آ جائے گا۔ تو یہ بھی ہوتا رہے گا کہ پہلے جنگل، پھر شہر، پھر ویرانہ۔ کئی بار اس طرح کے واقعات گزرے ہیں۔ اور آپ کی تو پچاس ساٹھ سال کی بات ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہی لائف ہے۔ وہ ذکر جو ہمیشہ رہنے والا ہے اس کا اور ہی مقام ہے۔ وہ خالق جو ہمیشہ رہنے والا ہے اُس کا اور ہی مقام ہے۔ صدیوں کی کیا بات ہے، وہ تو صدیوں کا خالق ہے، وہ وقت کا خالق ہے۔ اُس کی محبت بھی ہمیشہ ہے۔ تو حضور پاکؐ کی محبت اور اطاعت جو ہے یہ ساری کائنات نے کی ہے۔ جس ذات کو باعث تخلیق کائنات بنایا گیا، کہ آپؐ کے دم سے اور آپؐ کی وجہ سے ہم نے کائنات بنائی، تو اس کے علاوہ محبت اور کیا ہوتی ہے۔ آپ اللہ سے براہِ راست محبت کر کے دکھاؤ کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے۔ یہ کیسی محبت ہے، اس کی کوئی Form تو ہو، شکل تو ہو۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے یعنی دین سے محبت ہے۔ تو آپ دین سے محبت کریں گے۔ تو یہ جو دین ہے، اسلام کا دین ہے، آپ کا اسلام مکمل نہیں ہوتا جب تک آپ کا کلمہ مکمل نہیں ہوتا۔ اور کلمہ دو نام کا ہے۔ یہ فرق کرنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ کی محبت کہاں ہے اور حضور پاکؐ کی محبت کہاں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ تو ذکر ہی نہ کر اور چلتا جا، کبھی اللہ کے نام کی محبت آ جائے گی، کبھی حضور پاکؐ کے نام کی محبت غالب آ جائے گی۔ اصل میں دونوں ایک ہی ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ میم کا پردہ اٹھاؤ کہ یہ پردہ کیا ہے۔ مگر یہ پردہ ہے اور اسے پردہ ہی رہنے دو، یہ پردہ ہی رہنے دو کہ ایک ہے کہ دو ہیں، کہ اللہ ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ ہیں، یہ کلام کون بول رہا ہے، قرآن کس کا کلام ہے،

محبت کس کی ہوتی ہے......بس چھوڑو۔ذکر کرنا منع ہے۔اللہ وہی ہے جو اللہ ہے' حضورؐ وہی ہیں جو حضورؐ ہیں۔اور محبت میں یہ تقسیم کرنا کہ یہاں تک اللہ کی محبت ہونی چاہیے اور یہاں تک حضورؐ کی محبت ہونی چاہیے' یہ ناممکنات میں سے ہے۔ انسانی زندگی میں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔آپ لوگ سمجھ دار ہیں' یہ دیکھیں کہ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی باقی چیزوں سے بھی محبت ہو جاتی ہے یعنی اگر باپ سے محبت ہو تو بیٹے سے محبت ہو جاتی ہے۔آپ یہ بتائیں کہ آپ کو امام عالی مقامؓ سے محبت کیوں ہے؟ کیا شہید ہونے کی وجہ سے؟ ان کا حضور پاکؐ سے تعلق ہے اور نسبت ہونے کی وجہ سے تعلق ہے۔تو یہ جو محبتیں ہیں یہ محبوبوں کی نسبتوں سے محبت ہے۔تو یہاں پر تمیز نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ حضور پاکؐ سے ہم جو محبت کرتے ہیں وہی اِدھر بھی ہے۔

ے ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

بات تو ایک ہی ہے۔تو اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے آپ لوگوں کو تقسیم کر کے کنفیوز کر دیا ہے۔یہ سب ایک ہی محبت ہے۔اقبالؒ نے ایک جگہ کہا تھا کہ

ے تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

سارے کام ہو رہے ہیں' سارے نام آ رہے ہیں مگر جب حضور پاک ﷺ کا نام آئے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے' بلکہ اگر یہ نام نہ آئے تو شرک ہے۔ورنہ صرف اللہ کے نام سے تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔کیا اللہ اپنے محبوبؐ کا نام سن کے خوش ہوگا؟ کہ نہیں ہوگا۔اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے اللہ کے محبوبؐ کا ذکر کرو۔یہ راز یوں ہے کہ جب لوگ اللہ کی محبت میں چلتے ہیں اور اللہ کے تھوڑا سا

قریب ہو جاتے ہیں تو قریب آنے والوں کو اللہ اپنے محبوب کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ پھر لوگ اُدھر چل پڑتے ہیں' یارسولؐ اللہ کرتے کرتے جب قریب پہنچتے ہیں تو حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت کا راستہ اللہ کی طرف پہنچتا ہے اور اللہ کی محبت کا راستہ حضور کی طرف پہنچتا ہے۔ کون کہاں ہے' یہ آج تک کسی کو پتہ نہیں۔ کس کا کیا راستہ ہے' یہ پتہ نہیں چلا۔ بس اس کے درمیان ہی کھیل ہے۔ عمر ساری یہاں کٹ جاتی ہے۔ لوگوں نے یہ بھی کہا

؎ کعبے کا کعبہ روئے محمد ؐ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں کہ یہ اُس کے چاہنے والے ہیں' وہ اس کے چاہنے والے ہیں' اصل میں راز کیا ہے' یہ کسی کو پتہ نہیں۔ بس راز یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں' اللہ اللہ کرتے جائیں اور حضور پاکؐ کے پاس چلتے جائیں۔ کہنا اللہ ہے۔ حضور پاکؐ کو اللہ نہیں کہنا' یہ یاد رکھنا۔ یہاں شرک ہے۔ یعنی کہ اللہ کہنا نہیں ہے' مگر محبت کرتے جاؤ۔ یہ کہو کہ میں آپؐ کو اللہ نہیں کہتا' اللہ بالکل نہیں کہوں گا مگر آپؐ کی محبت چھوڑوں گا نہیں۔ بس یہ راز کی بات ہے اور آپ چلتے چلے جاؤ۔ یہ بات تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ جاننے والے کے ساتھ جانا۔ جو بزرگ تھے یا پیغمبر تھے اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو پھر لوگ ان کو ''اللہ'' ضرور کہتے۔ انہوں نے کہا ''اللہ'' اور ہے اور ہم اس کا پیغام لائے ہیں۔ لوگوں نے کہا اللہ کدھر ہے' ہم نے تو اس کی آواز نہیں سُنی تو انہوں نے کہا دیکھو ہم نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ سر جھکا دیا' جس ذات کے آگے سر جھکا دیا اس کا نام ہے اللہ۔ یہاں آ کے لوگ چکر میں پڑ گئے کہ یہ تو خود

ہی سر جھکا رہے ہیں' یہ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ تو اللہ سجدے والی جگہ پہ ہے۔
یہاں سے سارے لوگ راز لے کے واپس چلے گئے' سارا حکم اللہ کی طرف سے
دیتے رہے کہ یہاں کرو' یہاں نہ کرو' ایسا ہو' ایسا نہ ہو' یہ جنت ہے' دوزخ ہے' تم
آئے ہو' تم واپس جاؤ گے۔ سب اللہ کی طرف سے Command دی گئی ہیں۔
یہاں پھر لوگوں نے کہا کہ یہ آپ ہی ہیں' معراج شریف کر آئے ہیں' آسمانوں
پر گئے ہیں' ساری باتیں ایک جیسی ہیں۔ داتا صاحبؒ کے لیے کہتے ہیں ناں کہ
"گنج بخشِ فیضِ عالم"۔ اب اگر حضور پاک ﷺ کے نام کے ساتھ گنج بخشِ فیض
عالم لگا دیں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اگر مولا علیؑ کے نام کے ساتھ گنج بخش فیض عالم
کہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ تو سب کے لیے ایک جیسی نعت اور حمد ہو سکتی ہے۔ آگے
جا کے اور ہی کہانی بن جاتی ہے۔ محبت جب Infinity میں داخل ہوتی ہے تو پتہ
نہیں چلتا کہ کس کی محبت ہے۔ تو یہ Infinity کی بات ہے اور یہ آگے چلتی جاتی
ہے۔ اس لیے آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں' یہ اللہ کا سفر ہے' اللہ
تعالیٰ نے یہ بتایا ہے' آپ بیان نہیں کر سکتے۔ لوگوں نے کہا کہ صرف اللہ باقی ہے
اور کل نفس ذائقة الموت۔ اس طرح انہوں نے فانی اور باقی کی بحث کر دی
کہ باقی وہ ہے جو ہمیشہ سے پہلے ہو' فانی وہ ہے جو آئے اور چلا جائے۔ جو وجود
ہے یہ جسم کا نام ہے۔ وجود موجود نہیں رہتا۔ یہ روح کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے
آتا ہے اور پھر گر جاتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک پرندہ' بہت بڑا پرندہ
یعنی شاہین' عقاب اُڑ رہا ہے' بلندیوں پر ہے' وہ آیا اور زمین سے کوئی چیز اٹھائی'
وہ چیز بھی اس کے ساتھ حرکت کرتی رہی جب تک کہ وہ اُڑتا رہا۔ اس چیز نے کہا

میں تو پرواز کر گئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے وہ چیز چھوڑ دی اور وہ چیز گر گئی۔ زمین کی چیز زمین پر رہ گئی اور آسمان کا پرندہ آسمان کی طرف اُڑ گیا' وہ ہمیشہ سے وہاں رہنے والا ہے۔ اس کو روح سمجھو۔ اصل میں جس کو ہم انسان کہہ رہے ہیں وہ روح ہے جس کو کوئی زوال نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ساری اسی کی داستان ہے' اور وجود کی بات اور ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے' وہ ہمیشہ سے ہے' وہ باقی ہے' ہمیشہ رہنے والا۔ باقی جو ہے وہ باقی ہی ہے اور اس کی کوئی کیفیت درمیان سے شروع نہیں ہوتی۔ باقی کا معنی ہی یہی ہے کہ اوّل سے پہلے کا دن بھی اسی کا ہوتا ہے۔ تو باقی وہ ہے جو مکمل ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے راستے میں مکمل ہونا ہے۔ تو وہ ذات مکمل ہے' اللہ کی محبت بھی مکمل ہے' یہ درمیان میں نہیں ہے۔ تو باقی کی محبت بھی باقی ہے' باقی کا محبوبؐ بھی باقی ہے۔ باقی ساری دنیا عبث ہے اور وہ ذات ہمیشہ سے ہے۔ یہاں پر راز ہے کہ حضور پاکؐ کی محبت اللہ سے ہے۔ پھر اللہ کون ہے؟ عابد کون ہے؟ معبود کون ہے؟ خالق کون ہے؟ پھر یہ سب کیا ہے؟ اس سب کی ضرورت کیا ہے؟ ضرورت یہ ہے کہ آپ عبادت کرتے جائیں' جو نظام حضور پاکؐ نے دیا ہے اس پہ چلتے جائیں اور حضور پاکؐ کی محبت میں چلتے جائیں۔ کہیں حضور پاکؐ کی محبت کو اللہ کی محبت نہ کہہ دینا۔ لیکن فرق بھی کوئی نہیں ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہم تو عارضی لوگ ہیں' اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور حضور پاکؐ سے محبت کرتے ہیں۔ بیان کے طور پر سجدہ اللہ کو اور دل حضور پاکؐ کے ساتھ۔ ورنہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ مرنے والوں کی آخری خواہش کیا ہوگی؟ اللہ کو دیکھنا کہ حضور

پاکؑ کو دیکھنا۔ بات بیان نہیں ہوگی۔ یہ سارے واقعات الگ ہیں۔ کیونکہ یہ
بات بیان نہیں ہو سکتی اس لیے لوگوں نے کہا کہ اس میں شرک ہو سکتا ہے' دوسروں
نے کہا شرک نہیں ہے۔ اگر کسی کو ماں کی محبت یاد رہے تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسے
اگر کہیں کہ کلمہ پڑھ تو وہ کہے گا "ماں"۔ تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسی طرح باپ کی
محبت شرک نہیں ہے۔ استاد کی یاد آ جائے تو بھی شرک نہیں ہے۔ شرک یہ ہے کہ
صرف پیسہ یاد رہ جائے' مکان یاد آ جائے' تو یہ ہے غیر اللہ۔ اللہ کے راستے پر
چلانے والی ہر چیز اُسی کے راستے کا حصہ ہے۔ کبھی آپ نے پیروں کا'
خانقاہوں کا نظام دیکھا ہے؟ وہ جو نیکی کی خانقاہ ہوتی ہے اور پیر بھی کامل ہو' مکمل
ہو' وہاں سب لوگ کام کر رہے ہوں گے' رتبہ ہوگا' محفلیں ہوں گی' لنگر ہوگا'
لوگوں کا آنا جانا ہوگا' قرآن شریف پڑھا جا رہا ہوگا۔ تو وہ جو کام کر رہے ہوں
گے وہ سارا اہم ہے۔ اس اہم کام میں تندور کے اوپر جو شخص لنگر پکا رہا ہے وہ بھی
اتنا ہی اہم ہے جتنا پیر صاحب خود اہم ہیں۔ تو یہ بات یاد رکھنا کہ سب کے الگ
الگ فنکشن ہیں۔ اگر حج کا ایک قافلہ جا رہا ہے تو اس گاڑی کا ڈرائیور بھی اتنا اہم
ہے جتنا آپ کے حج کا سفر ہے۔ تو یہ آپ کو یاد رکھنا ہے کہ ہر وہ چیز جو اس سفر
کے لیے Contribute کر رہی ہے وہ بھی اتنی اہم ہے جتنا کہ سفر ہے۔ اور جو
اس سفر کو روک دے' کوئی گڑبڑ کر دے' یہ کہے کہ وہاں کیا جاؤ گے' انسان نے خود
ہی مکان بنایا ہے اور خود ہی پتھر لگا دیا ہے' اللہ اگر وہاں ہے تو یہاں کون ہے۔ تو وہ
آپ کو چکر دے جائے گا۔ اب یہ شرک ہے۔ یعنی کہ عقیدت میں انتشار پیدا
کرنا۔ عقیدت کی وضاحت نہیں ہو سکتی' عقیدت اندھا دھند چلتی جاتی ہے اور

آپ لگا تار چلتے جائیں' آپ کے دل میں محبت ہونی چاہیے اور ادب ہونا چاہیے۔ پھر سب ٹھیک ہے۔ وگرنہ تو کہہ سکتے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے بعد انسان کا کیا حساب کتاب ہوسکتا ہے اور کس نے حساب کرنا ہے۔ کہتا ہے یہ کس صدی کے لوگ ہیں؟ یہ بیسویں صدی کے لوگ ہیں۔ اور انسان کی پیدائش کا واقعہ کروڑوں صدیاں پہلے کا ہے۔ تو کس نے حساب لینا ہے اور کب حساب لینا ہے؟ اللہ نے حساب لینا ہے۔ آپ تو یہاں چند سالوں کے لیے آئے ہیں اور زندگی تو کروڑوں سالوں سے چل رہی ہے۔ آپ یہ نہ سوچنا کہ کب آپ کی باری آنی ہے' کیا واقعہ ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا...... آپ بس محبت کرتے جائیں اور چپ کر کے "لگے" چلے جائیں۔ وگرنہ وہاں تو بہت وسیع خلا ہے' بہت بڑا واقعہ ہے۔ آپ کے اپنے زمانے کو چودہ سو سال تو ہو گئے ہیں اور آپ لوگ اس کو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے یہ واقعہ ابھی ابھی ہو رہا ہے۔ وگرنہ تو چودہ سو سال بڑا عرصہ ہے' تاریخ کتنی بار بدل گئی ہے' کتابیں کتنی بار بدل گئی ہیں اور آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی لیکن ایک بات سب پر واضح ہے کہ اللہ اور اللہ کے محبوب کا ذکر اکٹھے چلا آ رہا ہے۔ بڑی کوششوں کے باوجود یہ بات تبدیل نہیں ہوئی۔ بہت لوگوں نے یہ کوشش کی ہے۔ مثلاً اذان تبدیل کرنے کی کوشش کی' مگر اذان نہیں بدل سکی۔ اور یہ جو قرآن ہے' اللہ کا کلام ہے' چودہ سو سال سے کوشش کی گئی مگر اس کا زیر زبر نہیں بدلا۔ تو کلام نہیں بدلتا چاہے جتنی کوشش کر لیں۔ حضور پاک کی زندگی کا ایک ایک واقعہ تحریر میں آ چکا ہے' یہ بھی اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کی ہر بات کو بڑی احتیاط کے ساتھ دیکھا کرو۔ اللہ کی جو محبت ہے یہ سب ٹھیک ہے

اور اللہ کا جو سجدہ ہے یہ بھی سب ٹھیک ہے۔ شرک کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ جب آپ اچھی نیت کے ساتھ اللہ کے نام کے ساتھ ادب کے ساتھ چلتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہے۔ اور اگر دنیا کے لیے آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز بھی شرک ہے۔ دکھاوے کی نماز کیا ہوتی ہے؟ یہ شرک ہوتی ہے۔ اگر دل کے اندر اللہ ہے' نیت کے اندر اللہ ہے' آپ کا مزاج اللہ کی طرف ہے' سارا عشق اللہ کے لیے ہے تو ہر چیز صحیح ہے۔ تو شرک نیت کا نام ہے۔ بس نیت کا خیال رکھو۔ مزاج کا نام شرک ہے یعنی مزاج میں ایک ایسی بات آ گئی' ایسا احساس آ گیا۔ تو ایسے احساس ہوا کہ دل اُس سے لگایا جو دل کو لگا۔ ایک دل لگنے والا ہوتا ہے اور دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دل لگ جائے۔ تو ایک لگاؤ ہو جاتا ہے۔ پھر تو وہ کہتا ہے کہ دل بنانے والا اللہ ہے' دلبر بنانے والا بھی اللہ ہے' دوری پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے اور دعا بھی اللہ سے کر رہے ہیں۔ یعنی کہ عاشق بھی اس نے پیدا کیا' معشوق بھی اس نے پیدا کیا' عشق بھی اس نے پیدا کیا اور اب اگر اُدھر رجوع ہو جائے تو یہ حق ہے یعنی کہ اللہ کی طرف رجوع ہو جائے۔ جب یہ مقام آتا ہے تو نہ کوئی معشوق رہتا ہے اور نہ محبوب رہتا ہے بلکہ اللہ ہی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی غیر کے طور پر اللہ سے دیدار مانگ رہا ہے تو یہ پھر نہیں ہوگا۔ ایسی محبت منع ہے۔ جو مجاز میں ہے اس کے لیے ہم کہیں گے کہ یہ حقیقت کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ اور جب مجاز حقیقت کے اندر داخل ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے کہ سب جہاں تیرا ہے' سب دنیا تیری ہے' کتنے ہی معشوق تیرے' کتنے محبوب تیرے اور کتنے ہی طلب گار تیرے۔ سب تیرا ہی تیرا ہے۔ پھر انسان اس کے محبوب کو دیکھتا ہے کہ یہ اللہ کا

آئینہ ہے' یہ وہ محبوب ہے جس نے مجھے اللہ کی راہ پر ڈال دیا۔ عام طور پر وہی لوگ اس راہ پر ڈالتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ محبوب جدائی دے جاتا ہے اور پھر انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تلاش وہ محبوب کو ہی کرتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ محبوب تلاش کرا دے۔ چلتے چلتے پھر اس کو ایسا راز مل جاتا ہے کہ پھر اُسے خبر ہی نہیں رہتی کہ محبوب کدھر ہے' محبت کدھر ہے اور طالب کدھر ہے' بس اللہ ہی اللہ رہ گیا۔ اگر اللہ کی راہ نہ چلیں تو ساری غیر اللہ کی راہ ہے۔ تو راز کیا ہوا؟ اللہ کی راہ اسی "غیر اللہ" سفر میں سے نکلتی ہے۔ گھر سے انسان غیر اللہ ہی کے لیے نکلتا ہے اور آگے جا کے اس کے سفر کا اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ گھر سے میلہ دیکھنے جاتا ہے' سیاست کرنے جاتا ہے اور پلیٹ فارم سے نعرے لگواتا ہے مگر وہاں خیال آ جاتا ہے کہ ہم سچی بات کیوں نہ کر دیں' اللہ کے دین کے لیے کچھ کیوں نہ کر دیں۔ اس طرح وہ اللہ کی طرف ہو گیا۔ اسی طرح ایک آدمی بیمار ہو گیا' بیماری کے علاج کے لیے سفر پہ نکلا اور پھر کسی اللہ والے کے قابو میں آ گیا۔ اُسے کہتا ہے کہ دعا کریں' مجھے تکلیف ہو رہی ہے' میرے پیٹ میں درد رہتا ہے۔ اللہ والے نے کہا لاؤ تمہارا درد ٹھیک کریں' اور پھر اس نے دل کے درد والا چُورن دے دیا۔ اس طرح اس کو اللہ کی راہ مل گئی۔ پھر وہ کہتا ہے مجھے شفا ہو گئی۔ تمہیں کیا شفا ہو گئی؟ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ تو وہ درد تو ایک بہانہ تھا۔ تو یہ دنیا کے سارے بہانے ہوتے ہیں جو آپ کو کسی آستانے پہ لے جاتے ہیں۔ یہ دنیاوی ضرورتیں ہیں جو آپ کو کسی "بڑی ضرورت" کے پاس لے جاتی ہیں' یہ دریا ہیں جو سمندر میں جاتے ہیں۔ دریا تک تو مجاز ہے اور سمندر حقیقت ہے۔ دریا جب سمندر میں

مل جائے تو حقیقت ہے۔

سوال:

کیا مرشد کے پاس جانے کے لیے ضرورت کے علاوہ بھی کوئی اور خاص ذریعہ ہوتا ہے؟

جواب:

خاص ذریعے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں پیسے میں اضافہ چاہتا ہوں۔ اگر راستے میں اُسے کوئی جواری مل جائے تو وہ کہے گا کہ میں تمہیں پیسہ بڑھانے کا طریقہ بتاتا ہوں' تم گھوڑے دوڑاؤ' تو اُس نے گھوڑے اور جوئے کے ذریعے اِس کا اصل پیسہ بھی برباد کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس کو ایک سیانا بندہ مل گیا' اس نے کہا ہم تمہیں پیسے بڑھانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تم خرچ کم کر دو۔ کسی درویش سے ملا تو اس نے کہا ہم یہ طریقہ بتاتے ہیں کہ تم یہ پڑھنا شروع کر دو۔ اس طرح وہ اللہ کے تھوڑا سا قریب ہو گیا۔ تو وہ وظیفہ برائے پیسہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تم نے تسبیح کرنی ہے۔ اب اس آدمی کی نماز مستقل شروع ہو گئی۔ پھر وہ بعد میں اُسے بتاتے ہیں کہ چھوڑو یہ دنیا' یہ واقعات اور یہ تمنا' سارا کچھ یہیں رہ جائے گا' باقی صرف اللہ کا نام ہے' آؤ ہم دینے والے سے محبت شروع کر دیں۔ تو وہ سمجھاتا ہے کہ بادشاہ کو پکڑ لو' خزانہ خود ہی مل جائے گا۔ اس طرح وہ اللہ کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ خزانے کو بھول جاتا ہے' اب خزانے کو کیا کرنا۔ جب کوئی بادشاہ کے پاس چلا گیا تو پھر خزانہ یاد نہیں رہتا بلکہ بادشاہ یاد رہ جاتا ہے۔ تو بزرگوں کا یہ پراسیس ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس

طرح کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پیسہ ہوتا ہے برائے عزت اور ہم تمہیں وہ لوگ دکھاتے ہیں جن کی غریبی میں بھی عزت ہوتی ہے اور عزت کی انتہا یہ ہے کہ آج تک لوگ درود پڑھتے جا رہے ہیں' کافر بھی پڑھتے جا رہے ہیں' مومن بھی پڑھتے جا رہے ہیں' نعتیں کہتے جا رہے ہیں' اللہ آسمان پہ درود بھیجتا جا رہا ہے' انسان زمین پر درود بھیجتا جا رہا ہے۔ تو وہ ذات انسان ہیں کہ کیا ہستی ہیں کہ ساری کائنات ان سے محبت کرتی جا رہی ہے۔ تو یہ ہے مقام۔ یہاں پیسے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بس محبت ہی محبت ہے۔ کسی کو کچھ ملے یا نہ ملے' اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے' بس محبت ہے۔ تو یہ وہ ہستی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا ہستی پیدا کی ہے۔ تو اس طرح واقعات سمجھ آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کا پراسیس کیا ہے؟ مثلاً رات کو کسی نے جگانا شروع کر دیا اور کہا کہ رات کو جاگنا اور یہ وظیفہ پڑھنا اور جب رات نصف ہو جائے تو یہ واقعہ ہوگا۔ تو وہ نصف رات کو جاگنا شروع کر دیتا ہے۔ نصف رات جاگتے جاگتے انسان ویسے ہی موم ہو جاتا ہے۔ جب انسان موم ہو جائے تو پھر فکر ہی کیا۔ جاگنے سے اس کا مسئلہ خود بخود حل ہو گیا۔ تو اس طرح مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ رات کا ایک وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ ہے کوئی فریاد کرنے والا' ہے کوئی مانگنے والا' ہے کوئی ضرورت مند...... تو وہ وقت ہوتا ہی ایسا ہے۔ اس وقت کام کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح پیر صاحب توجہ اس طرف لگا دیتے ہیں۔ ایک آدمی کسی پیر صاحب کا مرید تھا۔ پیر صاحب پشاور کے تھے۔ اس کا جو بھائی تھا وہ بڑا سوٹ بوٹ والا' سیر و تفریح اور فلموں کا شوقین تھا۔ وہ اُسے پیر صاحب کے پاس لے گیا۔ پیر صاحب نے اُسے دیکھا تو پتہ چلا

کہ شرارتی آدمی ہے۔اس مرید نے کہا یہ آپ کے پاس نہیں آنا چاہتا تھا' بڑا تنگ کرتا ہے' یہ ہے وہ ہے۔ پیر صاحب نے کہا اس کو چھوڑ دو' اس کے دن ہی ایسے ہیں' کھیلنے کودنے کے' تو اس کو کھیلنے کودنے دو۔ وہ آدمی بڑا خوش ہوا کہ پیر صاحب میرے حق میں ہیں۔ کہنے لگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں' جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ پیر صاحب نے کہا کہ ہاں' جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا' میں تیرے پر بہت خوش ہوں۔ پھر کہا کہ تم ایک کام کرو' تم ہر روز شام کو میرے پاس کھانا ضرور کھایا کرو' تمہاری پسندیدہ ڈش ہم کھلائیں گے۔ اُس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ تو وہ اُسے روزانہ کھانا کھلاتے رہے' کوئی تبلیغ نہیں کی۔ ہوا یہ کہ وہ جو اس کے غلط دوست تھے وہ اسے آہستہ آہستہ چھوڑتے گئے۔ Ultimately اس کا سارا مسئلہ حل ہو گیا اور وہ ایک منزل پر لگ گیا۔ ایک کام کو باقاعدہ کرنے سے سو بے قاعدگیاں دور ہو جاتی ہیں۔ مثلاً آپ نے روزانہ آٹھ بجے یہاں پر آنا ہے تو اس وقت جو مہمان آپ کے گھر بیٹھے ہوں گے وہ تو گئے' کسی دعوت پر آپ نے جانا تھا تو وہ بھی گئی' ایک آدمی نے کہا کہ اچھی فلم لگی ہوئی ہے' تو وہ بھی ختم ہو گئی۔ کسی ایک جگہ پابند ہو جانے سے ہزار بے قاعدگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

تو یہ بھی فقیروں کا طریقہ رہا ہے۔ اس طرح ان کے پاس بے شمار طریقے ہیں' سزا دینے کے بہت طریقے ہیں' انعام دینے کے بڑے طریقے ہیں۔ مثلاً آپ کسی کو بکری دے دیں اور کہیں کہ اس کا دودھ پیا کرو تو وہ بے چارہ سارا دن درانتی لے کر گھاس کاٹتا رہے گا' پریشان ہی رہے گا' اس کی ایک نئی کہانی بن جائے گی۔ اگر بادشاہ خوش ہو کر کسی کو ہاتھی دے دے تو وہ بندہ تو برباد ہو جائے گا' اس کی خوراک

کہاں سے لائے گا۔کوئی ایک چیز آپ کے پاس آ جائے تو ساری زندگی بدل جاتی ہے۔آپ کوکوئی مشغلہ مل جائے تو زندگی بدل جاتی ہے۔مشائخ کرام نے' بزرگوں نے یہ کام کیا کہ آنے والے شخص کے مسئلے ہی بدل دیئے' اس کا رجوع بدل دیا' اس کو نئے نظامِ زندگی سے آشنا کرا دیا۔ان کو صرف تبلیغ نہیں کی' صرف شریعت نہیں بتائی بلکہ آہستہ آہستہ ان کو بات سمجھائی ہے۔انہوں نے جب ہندو معاشرے میں تبلیغ کی تو لوگوں نے کہا ہم تو بھجن گانے والے ہیں۔اجمیر میں خواجہ صاحبؒ کو اطلاع ملی کہ وہ جو مسلمان ہوا تھا وہ پھر مندر میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے' تم تو مسلمان ہوئے تھے' ادھر کیوں چلے گئے؟ کہتا ہے کہ میں بھجن سننے گیا تھا' پرانا شوق ہے ناں' باقی تو ہم دین کو مانتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اس میں گانے کا رجوع ہے' تو اُسے کہا کہ یہیں بیٹھو اور پھر اُسے قوالی سنا دی کہ تورے چرن لاگی اب تو______ اس طرح قوالی شروع ہو گئی۔اسی میں ان کو حمد بھی سنا دی' نعت بھی سنا دی اور ان کا شوق بھی پورا کرا دیا۔ اس طرح وہ معاشرہ مسلمان ہو گیا۔تو ہر معاشرے کے ساتھ ایک علیحدہ واقعہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے کام بڑے عجب ہیں۔ایک دفعہ ایک سفر میں ایک عربی نے گانا شروع کر دیا' حُدی خوانی شروع کر دی' تو اونٹ نے بے تحاشہ بھاگنا شروع کر دیا۔وہ جب تک گاتا رہا اونٹ بھاگتا رہا اور پسینہ پسینہ ہو گیا۔اس کو ہوش ہی نہ رہا______ یعنی کہ ایسی آواز کہ اونٹ بھی اس پر مست ہو گیا۔تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ آواز کے اندر اتنی پاور موجود ہے کہ دوسرے کو گائیڈ کر سکتی ہے۔تو یہ اچھے الفاظ کی طاقت ہے۔اس لیے اس بات پہ غور کریں۔مشائخ کرام نے

بہت آسانی سے گائیڈ کر دیا ہے۔ ایک اور طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں دس پندرہ آدمیوں کی سنگت بن جائے وہاں سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے' اس طرح وہ بے کار باتوں سے بچ جاتے ہیں' نجات پا جاتے ہیں۔ یہ اصلی Guidance ہوتی ہے کہ لوگوں کو Tension سے آزاد کر دیا' وہ ٹینشن سے فری ہو گئے۔ اُسے کہتے ہیں کہ گھبرانے والی کوئی بات نہیں' سب آسان ہو جائے گا۔ عام طور پر انسان کی ضرورت دنیاوی ہوتی ہے اور بزرگوں کے پاس جانے سے انجام دینی ہو جاتا ہے' وہ گھر سے کسی اور کام پر نکلتا ہے اور چلتے چلتے واقعہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ جس طرح آپ کو یاد ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تھے اور آگ لیتے لیتے پیغمبری مل گئی۔ حالانکہ گھر میں آگ چاہیے تھی' بیوی کے لیے۔ تو وہ آگ لینے گئے اور آگے روشنی تھی۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ کس کو کس وجہ سے کیا دے دے۔ کبھی تو تلاش رائیگاں جاتی ہے اور کبھی سوئے ہوئے بندے کو سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ تو آپ اللہ کی طرف رجوع رکھا کریں۔ وہ خود ہی دینے والا ہے۔

جاگنے والے کو محروم دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

تو وہ جس کو چاہے جب چاہے سرفراز کر دے۔ وہ یہ کر سکتا ہے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ آپ گھبرایا نہ کریں۔ آپ کا حصہ آپ کی تلاش میں ہے' آپ کا نصیب آپ کی تلاش میں ہے' آپ کی خوش بختی آپ کی تلاش میں ہے۔ تو آپ بیٹھ جائیں اور اس کو آنے دیں۔ میں آپ کو اور تعلیم دے رہا ہوں وہ یہ کہ خوش نصیبی

عمل کا نام نہیں ہے' خوش نصیبی علم کا نام نہیں ہے بلکہ خوش نصیبی بس خوش نصیبی کا نام ہے' چاہے وہ علم میں آ جائے اور چاہے بے علمی میں آ جائے' چاہے دوست بن کر آ جائے' چاہے دشمن بن کر آ جائے' خوش نصیبی دروازہ توڑ کر آ سکتی ہے' Knock کر کے آ سکتی ہے' آپ کے گھر میں آسمان سے اچانک گر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں خوش نصیب بنا' ہم لوگوں کو ہمارے اعمال کے ذریعے سے نہ بلکہ اپنے فضل سے نواز' کیونکہ ہمارے اعمال تو وہاں پہنچ نہیں سکتے کیوں کہ ہم مادہ پرست لوگ ہیں' پھر مادے میں مبتلا ہو جائیں گے' ہم تو پیسے گنتے جائیں گے...... یا اللہ ہمیں گنتی سے بچا' ہمیں دنیا کی محبت سے بچا' ہمیں اپنے راستے پر گامزن کر' اپنے محبوب کی محبت عطا فرما اور ہمیں اپنی منزل عطا فرما۔

تو اپنی کشتی کا لنگر اس کے سہارے پر چھوڑ دو' اس کے حوالے کر دو' دل سے۔ جب اللہ کے حوالے کر دیا تو اللہ حافظ ہے۔ آپ اپنے مستقبل کو خوش انداز سے دیکھا کریں۔ خطرات کا نہ سوچا کریں کہ دریا میں کشتی ہے' طوفان آ سکتا ہے' دریا میں مگرمچھ بھی بہت ہیں' آگے نجانے کیا بنے گا...... بلکہ یہ کہنا کہ ہم تو سب اللہ کے حوالے کر آئے ہیں' سب ٹھیک ہے' اللہ وہ ہے جو کروڑوں صدیوں سے دنیا چلا رہا ہے' ہماری کشتی کو وہاں کیا رکاوٹ بنے گی' اللہ تو ڈوبی ہوئی کشتیاں نکالنے والا ہے۔ تو آپ اللہ سے اچھی امید رکھا کریں' ایسی خوش فہمی بہتر ہے۔ یہ غلط فہمیاں اور پریشانیاں دور کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری کشتی ڈبو دے گا۔ اللہ کو تم کیا سمجھے۔ وہ تو کہتا ہے کہ تم مایوس نہ ہونا اور تم ہر وقت ہی مایوس رہتے ہو۔ یہ تو ایمان

میں کمزوری ہے۔ اللہ نے کہا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے تو نقصان ہو گیا ہے' اب مایوس کیسے نہ ہوں۔ لیکن وہ نقصان ہونا بھی مایوسی کا باعث نہیں ہے کیونکہ وہ حصہ نکل گیا۔ ایک آدمی اگر زندگی بھر تکلیف میں رہا اور اس کی آخرت فلاح پا گئی تو وہ جیت گیا۔ اگر اس کو سفر میں بڑی مشکل پڑی' سفر کڑا تھا' گرتے پڑتے' ان بُرے حالات کے باوجود اگر وہ پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا تو اس کا سارا سفر کامیاب ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ اعتماد سے۔ اعتماد کو کبھی نہ ہلانا۔ پیر صاحب پر اگر اعتماد ہے تو وہ آپ کو شیخوپورہ کے راستے پاک پتن پہنچا دے گا اور پاک پتن کے راستے شیخوپورہ پہنچا دے گا۔ جاننے والا جو چاہے' جہاں چاہے کر دے' وہ غریبی میں آپ کو بادشاہت کا جلوہ دکھا سکتا ہے اور بادشاہت کے اندر غریب کر سکتا ہے' کسی کو معزول کر دے اور کسی کو سرفراز کر دے' وہ مالک ہے جو چاہے کرے ؎

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

اللہ کے کام ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ سب لوگوں کو ہم پیسہ دیتے ہیں' ہم مالک ہیں' ہم رازق ہیں ______ اور پھر کہتا ہے کہ ہے کوئی ہمیں قرضہ دینے والا۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ کیا سمجھے تم؟ وہ قرضہ کب مانگتا ہے' سرفراز کب کرتا ہے' یہ کسی کو پتہ نہیں ہے۔ آپ اُسے سجدہ ضرور کریں' نماز ضرور پڑھیں۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔۔ بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر آپ اعتبار کر جائیں تو سمجھ آ جائے گی

ورنہ یہ بتاتا کوئی نہیں' کیونکہ بتانے کا حکم نہیں ہے۔اس لیے میرا خیال ہے کہ آج یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہم نے اپنے اعمال اور اپنی زندگی مکمل طور پر' یقین کے ساتھ اللہ کے حوالے کردی اور ہمیں اپنے مستقبل سے کبھی مایوسی نہیں ہوگی۔تو آپ کبھی مایوس نہ ہونا۔سب اللہ کے حوالے کرو۔اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔اس لیے یہ نہ دیکھنا کہ اب کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا' چلانے والے کا شعبہ چلانے والے کے حوالے کرو اور آپ اپنا کام کرو۔ جو چیز آپ نے Handover کر دینی ہے وہ Handover کردو اور جو چیز آپ کے پاس ہے اُس سے آپ اپنا کام کرتے جاؤ۔اور اللہ کے کام اللہ کے حوالے کرو۔اللہ ہی بہتر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کی بہتری کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا ہے اُن کے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔کیونکہ آپ لوگوں کو اس نے سب سے بہتر چیز عطا کردی۔اس نے کہا ہے کہ میری کائنات میں سب سے بہتر یہ ذات ﷺ ہے اور ان کو میں نے تمہارا پیغمبر بنا دیا۔اب آپ کو اور کیا چاہیے...... بس کچھ نہیں چاہیے _____ چلو اب دعا کرو _____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرّحمین۔

[ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین]

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے' فریاد ہے' مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے' جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

****

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

****

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دِل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن۔ لاہور

http://www.wasifaliwasif.org